تحقیقی مقالہ برائے پی ایچ-ڈی

فتاویٰ عالمگیری میں رہن، صید، شراب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ

مقالہ نگار

عبدالرشید

نگران مقالہ

ڈاکٹر ابظاہر خان

Registration No:
AWKUM-16003244

ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز

عبدالولی خان یونیورسٹی مردان، خیبر پختونخوا

اکیڈمک سیشن :2017-2020

بسم الله الرحمن الرحيم

Certificate by the Supervisor

It is certified that PhD/M.Phil/MS Thesis Titled

فتاویٰ عالمگیری میں رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ

by **Abdur Rashid** has been examined by us. We undertake the follows:

a. Thesis has significant new work/knowledge as compared already published or are under consideration to be published elsewhere. No sentence, equation, diagram, table, paragraph or section has been copied verbatim from previous work unless it is placed under quotation marks and duly referenced.

b. The work presented is original and own work of the author (i.e. there is no plagiarism). No ideas, processes, results or words of others have been presented as Author own work.

c. There is no fabrication of data or results which have been compiled/analyzed.

d. There is no falsification by manipulating research materials, equipment or processes, or changing or omitting data or results such that the research is not accurately represented in the research record.

Name of Supervisor:

Dr Abzahir Khan

Signature:

Plagiarism Undertaking

I solemnly declare that research work presented in the thesis titled:

فتاویٰ عالمگیری میں رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ

is solely my research work with no significant contribution from any other person. Small contribution/help wherever taken has been duly acknowledged and that complete thesis has been written by me.

I understand the zero tolerance policy of the HEC and Abdul Wali Khan University Mardan KP, Pakistan towards plagiarism. Therefore I as an author of the above titled thesis declare that no portion of my thesis has been plagiarized and any material used as reference is properly referred/cited.

I undertake that if I am found guilty of any formal plagiarism in the above titled thesis even after award of Ph.D degree, the University reserves the rights to withdraw/revoke my Ph.D degree and that HEC and the University has the right to publish my name on the HEC/University Website on which names of students are placed who submitted plagiarized thesis.

____

Abdur Rashid S/O Himmat Ali
Ph.D. Research Scholar (Islamic Studies)
Date: January 07 , 2021

انتساب

والدین اور اساتذہ کے نام!

جن کی دعاؤں اور محنت سے یہ مبارک کام تکمیل تک پہنچا۔

Author's Declaration

I, **Abdur Rashid S/O Himmat Ali** hereby state that my Ph. D. thesis titled:

فتاویٰ عالمگیری میں رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ

is my own work and has not been submitted previously by me for taking any degree from **Abdul Wali Khan University Mardan**, **KP, Pakistan** or anywhere else in the country/world.

At any time if my statement is found to be incorrect even after my Graduation, the university has the right to withdraw my Ph.D degree.

____

Abdur Rashid S/O Himmat Ali
Ph.D Research Scholar (Islamic Studies)
Date: January 07 , 2021

Certificate of Approval by the Supervisory Committee

فتاویٰ عالمگیری میں رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ

By

Abdur Rashid

Registration No: AWKUM-16003244

Approved by Supervisory Committee:

____

Dr. Abzahir Khan, Associate Professor, Department of Islamic Studies (AWKUM) — Supervisor

____

Dr. Muhammad Tahir, Associate Professor, Department of Islamic Studies Associate (AWKUM) — Member

____

Dr. Gulzar Ali, Assistant Professor, Department of Islamic Studies (AWKUM) — Member

Department of Islamic Studies

Faculty of Art & Humanities

Abdul Wali Khan University Mardan

Academic Session: 2017 – 2020

List of publications from the Thesis

S.No	Authers	Title	Volume(Issue/ year)	Category/Impact Factor
1.	1.Abdur Rashid, 2. Dr Abzahir Khan	**Codification of Laws related to Mortgage,Hunting, Irrigation and Dead lands in Fatawa Al Alamgiry and Existing Pakistani law: A Comparative Study**	**The Islamic Shariah & Law Spring 2020 Issue 02**	**HEC Approved "Y" Category**

ABSTRACT

Judiciary laws of a nation serves as backbone for the society. If the law of a country is perfectly framed, its execution would be easy for the courts. That is why now a days codification are made all kinds of the Existing laws. The purpose of this research work is to bring forth the laws related to Mortgage, Hunting, Irrigation and Dead Lands in Islamic Jurisprudence , in a perceptible way, and to explain those Articles and Sections which is in practices in Pakistani courts in Mortgage laws, Hunting Laws, Irrigation Laws and in Dead lands Laws, Such as The Transfer of Property Act 1882 , Contract Act 1872,KPK Wildlife Act 2015,The Canal and Drainage Act 1873,The Sindh Irrigation Act 1879 and Limitation Act 1908 and to compare Islamic law of Mortgage, Hunting, Irrigation and Dead lands to the Existing law of Pakistan, to show the similarities and contrasts between both Islamic and Existing laws.

Key Words: Mortgage, Hunting, Irrigation ,Dead lands, Existing Law

اظہار تشکر

سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہوں جس کی خصوصی فضل و کرم سے یہ مقالہ تکمیل تک پہنچا۔

اس کے بعد میں بے حد مشکور ہوں اپنے نگران اور استاد محترم ڈاکٹر ابظاہر خان صاحب ایسوسی ایٹ پروفیسر شعبۂ اسلامیات عبدالولی خان یونیورسٹی مردان کا جنھوں نے مجھے اس قابل بنایا کہ تحقیق کے میدان میں قدم رکھ سکوں اور اپنی مصروفیات کے باجود مقالے کی تکمیل تک میری بھرپور مدد اور رہنمائی فرمائی۔

میں مشکور ہوں ڈاکٹر نیاز محمد صاحب، ڈین فیکلٹی آف آرٹس کا جن کے زیر سایہ شعبہ اسلامیات تحقیق کے میدان میں ترقی کی جانب گامزن ہے۔

میں شکریہ ادا کرتا ہوں اپنے تمام اساتذہ کرام ڈاکٹر کریم داد صاحب، ڈاکٹر محمد طاہر صاحب، ڈاکٹر محمد نعیم صاحب، ڈاکٹر محمد زبیر صاحب، ڈاکٹر گلزار علی صاحب، ڈاکٹر سعید الرحمٰن صاحب اور خصوصاً چیئرمین شعبہ اسلامیات جناب ڈاکٹر حافظ صالح الدین حقانی صاحب کا، جن کی علمی رہنمائی میرے لئے شفقت کی وہ سائباں ثابت ہوئی جس کے تلے یہ تحقیقی مقالہ تکمیل تک پہنچا۔

اس کے ساتھ ہی میں ان تمام وکلاء حضرات خصوصاً نجاء الدین ایڈوکیٹ صاحب، اجمل خان خاکسار ایڈوکیٹ صاحب اور کوثر جہان ایڈوکیٹ صاحبہ کا بھی تہہ دل سے شکر گزار ہوں جنھوں نے اس مقالے میں تحقیق کا روپ دھارنے کے لئے پاکستانی وضعی قوانین سے متعلق میری راہنمائی فرمائی۔

آخر میں اُن تمام دوست احباب کا شکریہ ادا کرتا ہوں جنھوں نے کسی نہ کسی درجے میں اس کٹھن گھڑی میں راقم کی راہنمائی فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرما کر ہم سب کے لئے نجات کا ذریعہ بنائے۔(آمین)

عبدالرشید
پی ایچ۔ڈی ریسرچ سکالر
عبدالولی خان یونیورسٹی مردان

فہرس مندرجات(Table of Contents)

ط

مقدمہ

موضوع کا تعارف واہمیت:

کسی ملک کے عدالتی قوانین اس معاشرے کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں، جتنا ہی کسی ملک کا قانون واضح ہو، اتنا ہی عدالتوں کے لیے اس کا جاری کرنا آسان ہوتا ہے۔ اس لئے آج کے اس دور میں ہر قسم کی وضعی قوانین (Existing Law) کی باقاعدہ دفعہ بندی کی جاتی ہے۔ جس کو انگریزی میں (Codification) کہا جاتا ہے۔

قانون لغت میں کہتے ہیں" مقياس كل شيء وطريقه " **ہر چیز کا پیمانہ اور راستہ، اور اصطلاح میں** " أمر كلّي يَنطبق على جميع جزئياته التي تُعرف أحكامها منه"[1] **قانون ایک ایسا امر کلی ہے جو اپنے ان تمام جزئیات پر منطبق ہے جن کا حکم اس کے ذریعے معلوم ہو۔**

عربی میں قانون سازی کو تقنین کہا جاتا ہے جو کہ " قنن يقنن تقنينًا" **باب تفعیل کا مصدر ہے بمعنی**" وضع القوانين "[2] **یعنی قانون سازی کرنا۔ اور اصطلاح میں تقنین سے مراد ہے**"وضع مواد تشريعية يحكم بها القاضي ولا يتجاوزها" [3] **یعنی شرعی مواد کو اس انداز میں وضع کرنا کہ قاضی اس کے مطابق فیصلہ کرے اور اس سے تجاوز نہ کرے۔**

ڈاکٹر شیخ یحیی الخلایلہ نے تقنین کی تعریف یوں کی ہیں"صياغة احكام الشرعية الاسلامية القابلة للتقنين،من قبل اهل الخبرة والاختصاص فى صورة مواد متجانسه قابلة للتطبيق والتنفيذو صورة ملزمة من الحاكم ليسهل الرجوع اليها"[4] **یعنی علماء وفقہاء کا ان احکام شرعیہ اسلامیہ کو جو تقنین (دفعہ بندی) کے قابل ہو، ایک جیسے مواد کی شکل میں ڈالنا جو تطبیق اور تنفیذ کے قابل ہو، اور ایسی شکل میں جو قاضی کی طرف سے مقرر کردہ ہو، تاکہ اس کی طرف رجوع کرنا آسان ہو۔**

شرعی احکام کو جدید وضعی قوانین کی طرز پر نمبر وار انداز سے مرتب صورت میں ڈھالنے کو بھی تقنین (Codification) کہتے ہیں۔[5]

---

1 إبراهيم أبو الليل ، **المدخل إلى نظرية القانون ونظرية الحق**،(کویت:دارالکتب،۱۴۰۶ھ)ص:۱۱

2 ڈاکٹر محمد جبر الالفی، **محاولات تقنین الفقہ الاسلامی**(شبکہ الالوکہ،۱۴۱۴ھ)ص:۹

3 شیخ صالح بن فوزان، **مقالہ فی صحیفہ الجزیرہ**، (الجزیرہ:صحیفہ (اخبار)،۱۴۲۶ھ)ص:۴

4 شیخ دکتور یحیی الخلایلہ، **تقنين احكام الشرعية الاسلامية بين النظريه والتطبيق**،(رسالہ دکتوراہ)(الجامعة العالميه الاسلاميه باكستان،۱۴۲۲ھ)ص:۲۵

5 الدکتور محمّد یوسف القرضاوی، **مدخل لدراسة الشريعة الاسلامية**، (بيروت: ،مؤسسة الرسالة ،۱۹۹۳ء)ص:۲۵۹

وضعی قوانین کی طرح فقہ اسلامی کی دفعہ بندی نہیں کی گئی۔ اگرچہ فقہاء کے نزدیک فقہ اسلامی کی تقنین کا مسئلہ مختلف فیہ رہا ہے[6] لیکن رفتہ رفتہ یہ ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ اسلامی شریعت کے نفاذ کے لیے اس کی تقنین یا دفعہ بندی (Codification) ضروری ہے۔

اسلامی قوانین کی دفعہ بندی کی ابتداء اس وقت ہوئی جب انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر، سلطنت عثمانیہ کے دور میں عدالتی حلقوں نے دفعہ بندی کی ضرورت محسوس کی تو ان کے خواہش اور مطالبے پر مجلس شوریٰ نے فقہاء، ماہرین قانون اور ارکان شوریٰ پر مشتمل ایک کمیشن تشکیل دیا جس نے بہت زیادہ محنت کے بعد "مجلة الاحكام العدلية" کے نام سے اسلامی تاریخ کا پہلا مدون مجموعہ پیش کیا۔[7] جو اس زمانے کا ایک عظیم علمی اور تحقیقی شاہکار ہے، جس کا انگریزی ترجمہ بھی " Al-Majallah Al-Ahkam Al-Adaliyyah,The Ottoman Courts Manual (Hanafi)" کے نام سے ہوا ہے جو کل اٹھارہ سو اکیاون (۱۸۵۱) دفعات پر مشتمل ہے۔ لیکن یہ مجموعہ صرف بیع و شراء تک محدود تھا اور رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین اس میں شامل نہ تھے۔ اس لیے یہ ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ ان سے متعلقہ اسلامی قوانین کو بھی دفعہ بند کیا جائے۔

فتاویٰ عالمگیری کا مختصر تعارف:

اسلامی علوم میں جو اہمیت و افادیت فقہ حنفی کو حاصل ہے وہ محتاج تعارف نہیں ہے، ہر زمانہ میں علماء و فقہاء نے اس علم کو سیکھنے سکھانے کا سلسلہ دراز کیا ہے۔ اسلامی فقہ کے تعلق سے کافی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر فقہ حنفی میں جو مقام و مرتبہ مرغینانیؒ کی ہدایہ اور اورنگ زیبؒ کے عہد حکومت کی تیار کی ہوئی فتاویٰ عالمگیری کو حاصل ہے شاید ہی کسی اور کو حاصل ہو، جو علمی دنیا میں "فتاویٰ ہندیہ" کے نام سے مشہور ہے۔

جب ۱۶۵۸ء میں اورنگزیب عالمگیرؒ تخت دہلی پر فائز ہوئے تو اس نے فقہ حنفی کو آسان بنانے کے لئے ایک ہی مجموعے میں مدون کرنے کا ارادہ کیا، جس کی تدوین کے لئے اس نے ۱۶۶۲ء میں ملک بھر سے چالیس فقہاء اور علماء پر مشتمل ایک کمیشن تشکیل دیا جس کے سربراہ نظام الدین برہان پوریؒ تھے، جنہوں نے آٹھ سال کی سخت محنت کے بعد "فتاویٰ عالمگیری" کے نام سے ایک ایسا مجموعہ تیار کیا جو آج تک قاضی صاحبان، مفتیان کرام اور عدالتوں کے لیے رہنما کتاب کا کام انجام دیتی رہی ہے۔[8] جب فتاویٰ عالمگیری کی طرف لوگوں کا التفات بڑھنے لگا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ اس کا اردو ترجمہ بھی کیا جائے۔ چنانچہ اس کا پہلا اردو ترجمہ مولانا احتشام الدین مراد آبادیؒ نے شروع کیا لیکن تھوڑا حصہ ترجمہ کرنے کے بعد مولانا اس سے علیٰحدہ ہو گئے، پھر اس کی تکمیل سید امیر علی نے کی جس پر مترجم نے ۲۱۲ صفحے کا مقدمہ لکھا ہے۔ مطبع نول کشور نے اسے دس جلدوں میں فتاویٰ ہندیہ

---

6 **الاسلام وتقنين الاحكام**، الدكتور عبد الرحمٰن عبد العزيز القاسم ، (مصر: مطبعہ مدنی، طبعہ اولی، ۱۹۹۶ء) ص:۸۷

7 عبد الرحمٰن بن سعدالشثرى، **حكم تقنين الشريعة الاسلامية**، (الرياض: دار الصميعى للنشر والتوزيع، ۲۰۰۷ء) ص:۲۰

8 خالد سیف اللہ رحمانی، **قاموس الفقہ** (کراچی، زمزم پبلشر، ۲۰۰۷ء) ج:۱، ص:۳۸۳

کے نام سے ۱۲۹۲ھ میں شائع کیا ہے۔[9] لیکن سترہویں صدی میں مرتب ہونے کی وجہ سے اس کا طرز قدیم ہے اور اس کی با قاعدہ دفعہ بندی بھی نہیں ہوئی جس کی وجہ سے عدالتی اعتبار سے اس سے استفادہ کرنا ممکن نہیں لہٰذا عرصہ دراز سے یہ ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ فتاویٰ عالمگیری جیسے مستند کتاب کی جدید وضعی قوانین کے طرز پر دفعہ بندی کی جائے اور پاکستانی قوانین کے ساتھ اس کا تقابل کیا جائے جو کہ علمی ذخیرہ میں ایک مفید اضافہ ہوگا۔ فقہی سرمایہ میں سے ہدایہ کی ترتیب پر یہ کتاب دو سال کی محنتِ شاقہ کے بعد پیش کیا گیا۔ اچھی ترتیب، تفریعات اور فقہی جزئیات کی کثرت کی وجہ سے یہ دیگر فتاویٰ جات سے ممتاز ہے۔[10]

زیر نظر موضوع کے لئے فتاوی عالمگیری کے کتاب الرہن، کتاب الصید، کتاب الشرب اور کتاب احیاء موات کا انتخاب کیا گیا ہے جس کا متن کتاب کے تقریباً ایک سو تین (۱۰۳) صفحات پر مشتمل ہے۔ چونکہ اس مقالے میں رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلق قوانین زیر بحث آئیں گے اس لئے ان فقہی اصطلاحات کا اجمالاً ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔

۱۔ رہن لغت میں "گروی رکھنے" (Mortgage) کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں "جعل الشئ محبوسا بحق يمكن استيفاءه من الرہن كالديون "[11] یعنی کسی چیز کو ایسے حق کے عوض روکے رکھنا کہ جس کا حصول شئ مرہونہ سے ممکن ہو جیسے دیون۔

۲۔ صید لغت میں "شکار" (Hunting) کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں " الصيد هوالحيوان المتوحش الممتنع الآدمی ماكولا كان او غير ماكول"[12] یعنی شکار اس وحشی جانور کو کہتے ہیں کو کسی انسان کے قبضے میں نہ ہو چاہے وہ کھایا جاتا ہو یا نہیں۔

۳۔ شرب لغت میں "آبپاشی" (Irrigation) کو کہتے ہیں، اصطلاح میں "الشرب هوالنصيب من الماء للاراضی "[13] شرب، زمینوں کے لئے پانی کی باری کو کہتے ہیں۔

۴۔ احیاء موات کہتے ہیں "مردہ زمین (ارض موات) (Dead land) کو زندہ کرنا" اور اصطلاح میں ارض موات سے مراد ہے "هی ارض خارج البلد لم تكن ملكا لاحد ولا حقا له خاصا" [14] وہ زمین ہے جو شہر سے باہر ہو اور کسی کی ملکیت نہ ہو اور نہ کسی کا حق اس کے ساتھ مخصوص ہو۔

---

9 مولوی احتشام الدین، **فتاوی عالمگیری (فتاوی ہندیہ، مترجم)** (مقدمہ) (دہلی: مطبع حامد اینڈ کمپنی، ۱۹۸۸ء) ج:۱، ص:۲۱۱

10 فتاویٰ عالمگیری کے حوالے سے معلومات کے لئے جن کتب سے استفادہ کیا گیا ہے، ان میں نزہۃ الخواطر مؤلف عبد الحي بن فخر الدين الطالبی مطبوعہ دار ابن حزم، بیروت، ۱۴۲۰ھ۔ قاموس الفقہ مؤلف مولانا خالد سیف اللہ رحمانی مطبوعہ زم زم پبلشر، کراچی ۲۰۰۷ء۔ برصغیر میں علم فقہ مؤلف محمد اسحٰق بھٹی مطبوعہ بیت الحکمت لاہور، ۱۴۳۰ھ۔ کتب فقہ، اصول فقہ اور اردو فتاویٰ کا تعارف مؤلف محمد نعمان، مکتبۃ المتین کراچی، ۱۴۳۷ھ شامل ہیں۔

11 الفتاوی الهندية المعروف بفتاوی عالمگیریہ، لجنة علماء برئاسة نظام الدين بلخی، ۵: ۴۳۲، دارالفکر بیروت، لبنان، ۱۳۱۰ھ

12 نفس مصدر، ۵:۴۱۷

13 نفس مصدر، ۵:۳۹۰

اسی ضرورت کو کو مد نظر رکھ کر زیرِ بحث موضوع" **فتاویٰ عالمگیری میں رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلق قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی مطالعہ**" کو پی ایچ ڈی سطح کی تحقیق کے لیے منتخب کیا گیا، جو کہ اس موضوع پر نئے اسلوب سے ایک منفرد علمی کام ہے۔

پاکستانی وضعی قوانین (Existing Law of Pakistan)

سن ۱۹۷۳ء کی آئین کی روشنی میں ملک میں کوئی قانون قرآن وسنت کے منافی نہیں ہو گا۔[15] اسلامی نظریاتی کونسل علماء اور ذیلی ممبران کے زیر نگرانی، ملک میں مروجہ قوانین کی چھان بین کرتی ہیں اور اگر کہیں کوئی قانون شرعی قوانین کے خلاف ملے تو اس کے لیے سفارشات تیار کر کے اسے شرعی قوانین کے مطابق بنانے کے لئے کوشش کرتی ہیں۔ زیر نظر تحقیق بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے تاکہ رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ پاکستانی وضعی قوانین کا شرعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا جائے اور جہاں کہیں تضاد پایا جاتا ہے اس کو آشکارا کیا جائے۔

رہن سے متعلق وضعی قوانین:

رہن سے متعلقہ پاکستانی قوانین درج ذیل ہیں۔

۱: ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۹۸۲ء

(THE TRANSFER OF PROPERTY ACT, 1882)

۲: کنٹریکٹ ایکٹ، ۱۸۷۲ء

(THE CONTRACT ACT, 1872)

صید سے متعلق وضعی قوانین:

صید سے متعلقہ پاکستانی قوانین درج ذیل ہیں۔

---

14 نفس مصدر، ۵:۳۸۵

15 CONSTITIIUTION OF PAKISTAN, ARTICLE -277

۱: دی خیبر پختونخواہ وائلڈ لائف ایکٹ، ۲۰۱۵

(THE KHYBER PUKHTONKHWA WILDLIFE ACT 2015)

شرب سے متعلق وضعی قوانین:

شرب سے متعلقہ پاکستانی قوانین درج ذیل ہیں۔

۱: دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ، ۱۸۷۳

(THE CANAL AND DRAINAGE ACT, 1873)

۲: دی سندھ ایریگیشن ایکٹ، ۱۸۷۹

(THE SINDH IRRIGATION ACT,1879)

احیاء موات سے متعلق وضعی قوانین:

احیاء موات سے متعلقہ پاکستانی قوانین درج ذیل ہیں۔

۱: دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۹۸۲ء

(THE TRANSFER OF PROPERTY ACT, 1882)

۲: دی پنجاب لینڈ ریوینیو ایکٹ، ۱۹۶۷

(THE PUNJAB LAND REVENUE ACT, 1967)

۳: لیمیٹیشن ایکٹ، ۱۹۰۸

(LIMITATION ACT,1908)

اہداف(Objectives)

زیر نظر تحقیق کے اہداف درج ذیل ہیں:

- رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین میں عدالتوں کی بہتر رہنمائی کے لئے مواد فراہم کرنا

- پاکستان میں رہن، صید، شرب اور احیاء موات کے متعلق رائج وضعی قوانین کا اسلامی قوانین کے ساتھ تقابل پیش کرنا اور دلائل سے راجح مذہب کو بیان کرنا
- فتاویٰ عالمگیری میں رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین کی تخریج و تحقیق کرنا اور مختلف فیہ مسائل میں فقہاء کے آراء کو دلائل کے ساتھ پیش کرنا
- قدیم اسلامی فقہی سرمائے کو معاصر انداز میں موئثر طور میں پیش کرنا
- وضعی قوانین کو اسلامی بنانے میں آسانی پیدا کرنا

سابقہ تحقیقات کا جائزہ(Review of Literature)

اسلامی احکام کی دفعہ بندی کے سلسلے میں سلطنت عثمانیہ[16] کے"مجلة الاحکام العدلیة"[17]کو اس باب میں اولین کوشش شمار کی جاتی ہے۔مجلۃ الاحکام العدلیہ دنیائے اسلام میں ایک مدون قانون کے حوالے سے مشہور ہے بلکہ اب اس کو ایک درسی کتاب کی حیثیت مل چکی ہے اور بہت سارے حضرات نے اس کی شروحات بھی لکھی ہیں۔ مسلمان فقہاء کے ساتھ ساتھ غیر مسلم ماہرینِ قانون نے بھی اس کتاب کی شروحات لکھی ہیں۔ غیر مسلم ماہرینِ قانون کے شروحات میں سے لبنان کے عیسائی وکیل سلیم بن رستم باز[18] کی شرح مشہور ہے۔جب کہ مسلم فقہاء کی شروحات میں سے شام کے مفتی اور فقیہ علامہ خالد اتاسی[19] کی شرح" شرح المجلۃ الاحکام العدلیۃ" مشہور ہے۔[20]

---

16 سلطنت عثمانیہ یا خلافت عثمانیہ سن ۱۲۹۹ء سے ۱۹۲۲ء تک قائم رہنے والی ایک مسلم سلطنت تھی جس کے حکمران ترک تھے۔اپنے عروج کے زمانے میں (۱۶ویں– ۱۷ویں صدی) یہ سلطنت تین براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی اور جنوب مشرقی یورپ، مشرق وسطی اور شمالی افریقہ کا بیشتر حصہ اس کے زیر نگیں تھا۔اس عظیم سلطنت کی سرحدیں مغرب میں ابنائے جبرالٹر، مشرق میں بحیرۂ قزوین اور خلیج فارس اور شمال میں اسٹریا کی سرحدوں، سلوواکیہ اور کریمیاموجودہ یوکرین سے جنوب میں سوڈان، صومالیہ اور یمن تک پھیلی ہوئی تھی۔(سلطنت–عثمانیہwww.wikipedia.org/wiki ،ماخوذ،19.07.2019)

17 مجلة الاحکام العدلیه :یہ سترہ ابواب پر مشتمل تجارتی قوانین کا ایک مجموعہ ہے جن کی بنیاد فقہ حنفی ہے۔ اس کے اغاز میں ۹۹ قواعد فقہیہ شامل کئے گئے ہیں۔ سلطنت عثمانیہ میں ماہرین قانون، علماء اور فقہاء کی ایک کمیشن کے زیر نگرانی اس کی ترتیب اور تدوین ہوئی اور ۱۸۵۶ء میں ان قوانین کو نافذ بھی کیا گیا ۔ یہ فقہ اسلامی کی تاریخ کا پہلا مدون (Codified) قانون ہے۔ (www.legal-dictionary.thefreedictionary.com/majaltulahkamashria, by renowned authorities Gerald and Kathleen Hill, ماخوذ 8.07.2019)

18 پورا نام سلیم بن رستم بن الیاس بن طنوس باز(م۱۳۳۸ھ) ہے۔بیروت میں پیدا ہوئے لبنان کے مدارس میں تعلیم حاصل کی اور وکالت کے پیشے سے منسلک رہے۔۳۹ کتابیں تصنیف کیں جن میں مشہور شرح المجلۃ الاحکام العدلیۃ ہے۔(الأعلام، خير الدين بن محمود بن محمد بن علي بن فارس، الزركلي الدمشقي (المتوفى: ۱۳۹۶ھ)، ۳: ۱۱۸، دار العلم للملايين، بیروت،پندرھویں طباعت: ۲۰۰۲)

19 خالد بن محمد بن عبد الستار الاتاسی حمس میں پیدا ہوئے۔وہاں افتا کے منصب پر فائز رہے۔فقہ اور ادب کی خدمت میں زندگی بسر کی۔مجلۃ الاحکام العدلیۃ کی شرح کی تکمیل سے پہلے وفات پائی۔بعد میں اس کے بیٹے محمد طاہر نے اس کی تکمیل کی۔(الأعلام، ۲: ۲۹۸)

20 تاریخ الفقه الاسلامی،ڈاکٹر عمر سلیمان الاشقر،ص ۱۹۴، مکتبۃ الفلاح، کویت، س۔ن

مجلۃ الاحکام العدلیۃ ترکی میں سلطنتِ عثمانیہ کے قیام تک نافذ العمل رہا۔ سلطنتِ عثمانی کے زوال کے بعد مصطفی کمال اتاترک[21] نے مجلۃ الاحکام العدلیۃ کے قوانین کو منسوخ کر دیا اور فرانس کے سول کوڈ کو ترکی زبان میں ترجمہ کر کے نافذ کر دیا لیکن دو ممالک فلسطین اور اردن میں ۱۹۴۷ء تک مجلۃ الاحکام العدلیۃ نافذ العمل رہا کیونکہ یہ علاقے پہلی جنگِ عظیم کے دوران ترکوں کے ہاتھوں سے نکل گئے تھے تاہم تجارتی، دیوانی اور بین الاقوامی معاملات کے روز بروز ترقی کی وجہ سے مجلۃ کے احکام ناکافی ثابت ہونے لگے۔ مجلۃ کے از سر نو ترمیم اور نئے احکام کے اضافے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے اردن کے ارکانِ پارلیمنٹ، ارکانِ عدلیۃ اور فقہائے کرام پر مشتمل ایک کمیٹی بنائی گئی۔ مصر کے دو نامور فقہاء شیخ مصطفیٰ زرقا[22] اور شیخ محمد ابو زہرہ[23] نے بھی اس کام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ کافی محنت کے بعد " القانون المدنی " کے نام سے ایک قانون تیار کیا گیا اور اس کو اردن میں نافذ کیا گیا۔ اردن وہ واحد اسلامی ملک ہے جہاں اسلامی شریعت کے مطابق ایک مدون قانون نافذ العمل ہے۔[24]

سعودی عرب کے اکثر علماء چونکہ تقنین کے مخالف ہیں اس لیے مملکتِ سعودیہ کے قیام سے لے کر آج تک وہاں پر قوانین دفعہ بند کرنے کی کوئی خاص کوشش نہیں کی گئی تاہم انفرادی طور پر شیخ قاضی احمد بن عبد اللہ مکی[25] نے مجلۃ الاحکام الشرعیۃ علی مذهب الامام احمد کے نام سے ایک مجلہ تیار کیا ہے جو کہ بالکل مجلۃ الاحکام العدلیۃ کے طرز پر ہے۔ اس میں جدید قوانین کے طرز پر دو ہزار آٹھ سو بتیس (۲۸۳۲) جزئیات اور مسائل موجود ہیں۔[26]

بعد میں سعودی حکومت نے بین الاقوامی تجارتی معاملات کے لیے قوانین بنانے کی ضرورت محسوس کی۔ اس مقصد کے لیے "نظام" کے نام سے قواعد اور ضوابط کو مدون کیا گیا۔ نظام کی ترتیب و تدوین میں علمائے کرام و فقہاء کا کوئی حصہ نہیں ہے اور نہ شریعتِ اسلامیہ کی روشنی میں اس

---

21 مصطفیٰ کمال پاشا: (19 مئی 1881ء۔10 نومبر 1938ء) جنگ عظیم اول میں عثمانی دور کا فوجی سالار تھے آپ جدید ترکی کا بانی اور پہلے صدر تھے۔ (مصطفی-کمال-اتاترک www.wikipedia.org/wiki، ماخوذ 26.07.2019)

22 احمد مصطفی الزرقا: ۱۹۰۴ء کو سوریا کے شہر حلب میں پیدا ہوئے۔ اپنے زمانے کے نامور علماء میں سے ایک تھے۔ اصلاح معاشرہ کے لئے بہت کام کیا۔ شرح القانون المدنی السوری کے نام سے قانون کے بارے میں کتاب لکھی جب کہ اس کے علاوہ بھی کئی کتابیں لکھی ہیں۔ فتاوٰی مصطفی الرزقا کے نام سے ایک فتاوی بھی موجود ہے۔ ۳ جون ۱۹۹۹ء کو وفات پا چکے۔ (مصطفی-الرزقا/ www.wikipedia.org/wiki، ماخوذ 19.07.2013)

23 ابو زہرہ: (۱۸۹۸ء – ۱۹۷۴ء) پورا نام محمد بن احمد ابو زہرہ ہے اپنے زمانے کے شریعت اسلامی کے بڑے علماء میں آپ کا شمار ہوتا تھا۔ ۱۹۱۵ء سے ۱۹۲۵ء تک مدرسہ القضاء الشرعی میں پڑھا اور پھر تین سال تک وہاں درس و تدریس میں مشغول رہے۔ مختلف فنون میں ۴۰ سے زیادہ کتابیں لکھیں۔ قاہرہ میں وفات پا چکے۔ (الاعلام، ۶: ۲۶)

24 علم اصول الفقہ ایک تعارف، ۳: ۱۴۶ تا ۱۵۰

25 احمد بن عبد اللہ: احمد بن عبد اللہ اصلاً ہند کے تھے۔ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ مدرسہ صولتیہ میں تعلیم حاصل کی وہاں استاد بھی رہے۔ جدہ کے قاضی تھے۔ محکمہ قضا کے عہدوں پر بھی رہے۔ ۱۹۴۰ء میں طائف میں وفات پائی۔ (الاعلام، ۱: ۱۶۳)

26 تاریخ الفقہ الاسلامی ، ص ۸۹۱

کے مناسب اور غیر مناسب ہونے کا جائزہ لیا گیا ہے۔ اب سعودی عرب میں دو عدالتی نظام چل رہے ہیں۔ ایک نظام علمائے کرام کے ہاتھ میں ہے جو فقہ حنبلی کے مطابق عدالتوں میں معاملات کا فیصلہ کرتی ہیں اور دوسرا مذکورہ بالا نظام جو کہ فقہ اسلامی سے آزاد ہے۔[27]

مصر کے ایک فقیہ اور جید عالم محمد قدری پاشا[28] نے "مجلة الاحکام العدلیة "کے طرز پر باقاعدہ نمبروار دفعات کی شکل میں، شرعی احکام پر مشتمل درج ذیل کتب لکھیں:

1. مرشد الحیران : یہ کتاب معاملات سے متعلق ۹۴۱ دفعات پر مشتمل ہے۔
2. قانون العمل والانصاف فی مشکلات الاوقاف: یہ کتاب وقف کے متعلق مسائل کے سلسلے میں ۶۴۶ دفعات پر مشتمل ہے۔
3. الأحکام الشرعیة فی أحوال الشخصیة: اس میں عائلی قوانین سے متعلق کل ۶۴۲ دفعات ہیں۔[29]

پاکستان میں ماضی میں تقنین کے سلسلے میں سرکاری سطح پر دو قسم کی کوششیں ہوئی:

1: اس سلسلے میں پہلا قدم فیلڈ مارشل محمد ایوب خان مرحوم[30] نے اٹھایا۔ اس کے دورِ حکومت میں مسلم فیملی لاز آرڈیننس جاری کیا گیا اور اس کے ذریعے شخصی قوانین میں سے چند جزوی مسائل کی تدوین کی گئی اور اسی موضوع سے متعلق بعض مسائل کو غیر مدون چھوڑ دیا گیا۔ یہ اگرچہ ناقص اور جزوی کوشش تھی تاہم شریعتِ اسلامیہ کی دفعہ بندی کی طرف ایک ابتدائی قدم ہے۔[31]

2: احوالِ شخصیہ کے بعد تقنین کے سلسلے میں دوسری کوشش قوانینِ حدود وجنایات کی تدوین اور ضابطہ بندی ہے جن میں سے قانون حدِ زنا ۲۲ دفعات، قانون سرقہ (چوری) ۲۶ دفعات، قانون حدِ قذف ۲۰ دفعات اور قانون امتناعِ شربِ خمر ۳۳ دفعات پر مشتمل ہے۔

اس کے علاوہ ماضیٔ قریب میں وضعی اور شرعی قوانین کے تقابل پر مبنی کئی تحقیقات سامنے آئی ہیں۔ ان تحقیقات میں بعض خصوصاً جنایات اور حدود سے متعلق ہیں جن میں مشہور محقق وفقیہ عبد القادر عودہ[32] کی تصنیف" التشریع الاسلامی الجنائی مقارنا بالقانون الوضعی"، احمد فتحی کی " القصاص فی

---

27 علم اصولِ فقہ ایک تعارف، ص: ۵۵۱

28 محمد قدری پاشا: ۱۸۲۱ء تا ۱۸۸۸ء) کا تعلق مصر کے محکمہ قضا کے ساتھ تھا۔ عربی زبان میں بھی ان کو مہارت حاصل تھی۔ مصر میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ وزیر بھی رہے۔ قاہرہ میں وفات پائی۔ متن میں مذکور کتابوں کے علاوہ کئی کتابیں ان کی تالیفات میں شامل ہیں۔ (الاعلام، ۷: ۱۰)

29 تاریخ الفقہ الاسلامی ، ص ۱۹۸

30 فیلڈ مارشل ایوب خان: ۱۴ مئی ۱۹۰۷ء کو پیدا ہوئے اور ۱۹ اپریل ۱۹۷۴ء کو وفات پاگئے۔ دوسرا صدر پاکستان اور پہلا فیلڈ مارشل تھے۔ سکندر مرزا نے اسے ۱۹۵۸ء میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کیا۔ ۱۹۲۸ء میں برٹش انڈیا فوج میں بھرتی ہوئے تھے۔ (www.wiki.com/ayubkhan، ماخوذ-19-07-2019)

31 تاریخ الفقہ الاسلامی ، ص ۱۶۷

الفقہ الاسلامی" اور امیر عبد العزیز کی "الفقہ الجنائی فی الاسلام" شامل ہے لیکن یہ تمام تحقیقات عربی زبان میں ہے اور ان میں دوسرے ممالک (مصر اور اردن وغیرہ) کے قوانین کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔

قدیم فقہی سرمایہ کی تقنین اور وضعی قوانین کے ساتھ ان کے تقابل پر مبنی ملکی سطحی پر کچھ تحقیقات ماضی قریب میں منظر عام پر آئی ہیں جن میں کوہاٹ یونیورسٹی شعبہ اسلامیات سے ڈاکٹر محمد شعیب صاحب نے ۲۰۱۵ء میں فتاویٰ عالمگیری کے عائلی قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستانی عائلی قوانین کے ساتھ اس کے تقابل کو موضوع بحث بنا کر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کی ہے۔

اسی طرح عبد الولی خان یونیورسٹی مردان سے فتاویٰ عالمگیری کے خرید وفروخت سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ پر سال ۲۰۱۸ء میں ڈاکٹر مسعود الرحمٰن صاحب زیر نگرانی ڈاکٹر حافظ صالح الدین حقانی صاحب، فتاویٰ عالمگیری کے فوجداری قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ پر سال ۲۰۱۸ء میں ڈاکٹر محمد عادل صاحب زیر نگرانی ڈاکٹر ابظاہر خان صاحب، فتاویٰ عالمگیری کے کتاب القضاء والشہادات کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ پر سال ۲۰۱۸ء میں ڈاکٹر عرفان علی صاحب زیر نگرانی ڈاکٹر حافظ صالح الدین حقانی صاحب اور فتاویٰ عالمگیری کے دعویٰ واقرار سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ پر سال ۲۰۱۹ء میں ڈاکٹر محمد ظہور علی صاحب زیر نگرانی ڈاکٹر کریم داد صاحب اور فتاویٰ عالمگیری کے اراضی سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ پر ڈاکٹر خالد شاہ صاحب زیر نگرانی ڈاکٹر ابظاہر خان صاحب پی ایچ ڈی سطح پر تحقیقی مقالات پیش کیے گئے ہیں۔

اسی طرح فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الوصیت اور کتاب المیراث کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ پر مفتی خیر البشر صاحب زیر نگرانی ڈاکٹر نیاز محمد صاحب اور فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصلح اور کتاب المضاربت کی دفعہ بندی اور پاکستانی قوانین کے ساتھ تقابلی جائزہ کے موضوع پر مس صفیہ نگین صاحبہ زیر نگرانی ڈاکٹر محمد طاہر صاحب، تحقیقی کام تکمیل کے مراحل میں ہے۔

---

32 عبد القادر عودۃ مصر میں قانون وشریعت کے ماہر عالم اور وکیل تھے۔ آپ کے کئی تصانیف ہیں جن میں سے مشہور الإسلام وأوضاعنا القانونية، الاسهام وأوضاعنا السياسية، التشريع الجنائي الإسلامي مقارنا بالقانون الوضعي، المال والحكم في الإسلام اور الإسلام بين جهل أبنائه وعجز علمائه تاریخ پیدائش معلوم نہیں تاہم ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۴ء کو وفات پائی۔ (اعلام، ۴: ۴۲)

منہج تحقیق (Research Methodology)

منہج کی لغوی اور اصطلاحی تعریف::

لفظِ منہج نکلا ہے "نہج" مصدر سے اورالنہج والمنہاج کا معنیٰ ہے "واضح راستہ" چنانچہ تاج العروس میں ہے "النَّهْج بِفَتْح فَسُكُون الطَّرِيقُ الواضِحُ البَيِّنُ. وَهُوَ النَّهَج محرَّكةً أَيضاً"۔[33]

ترجمہ: نَهْجٌ نون کے فتحہ اور ہاء کے سکون کے ساتھ واضح راستہ کو کہاجاتا ہے اور ہائے متحرکہ کے ساتھ نَهَجٌ بھی اسی معنیٰ میں ہے۔

عربی میں کہتے ہیں: انهج الطريق والأمر (راستہ اور معاملہ واضح ہوگیا)۔اسی طرح "فلان استنهج طريق فلان "کے معنیٰ ہیں: فلاں شخص فلاں کے طریقے پر چلا۔[34]

قرآن مجید میں لفظ مِنْهَاج اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ "[35]

ترجمہ: تم ان کے درمیان فیصلہ کرو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کتاب کے مطابق اور حق کو چھوڑ کر ان کے خواہشات کی تابعداری نہ کرو، ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک راستہ اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتے تو تمہیں ایک ہی جماعت بناتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے انعامات میں تمہیں آزمانا چاہتے ہیں۔

صحیح البخاری میں سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ نے منہاج کا معنیٰ راستہ اور طریقہ کیا ہے، فرماتے ہیں:"قال ابن عباس: شرعة ومنهاجا : سبيلا وسنة "[36] سیدنا عبد اللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ شرعۃ ومنہاجا کا معنیٰ دستور اور طریقہ ہے۔

---

33 تاج العروس من جواهر القاموس، محمّد بن محمّد بن عبد الرزّاق الحسيني، أبو الفيض، الملقّب بمرتضى، الزَّبيدي (المتوفى: ١٢٠٥هـ)، ٦: ٢٥١، دار الهداية، س ن

34 المفردات في غريب القرآن، أبو القاسم الحسين بن محمد المعروف بالراغب الأصفهانى (المتوفى: ٥٠٢هـ)، ص ٨٢٥، دار القلم، الدار الشامية، دمشق بيروت، الطبعة الأولى: ۱۴۱۲ھ۔

35 القرآن الکریم، سورۃ المائدۃ، ۵: ۴۸

36 صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس، ۱: ۱۰، دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔

اصطلاح میں دورانِ تحقیق کسی علمی بحث کے لیے اختیار کیا گیا طریقہ منہج کہلاتا ہے۔ اس طریقہ پر چل کر محقق اپنے ہدف تک پہنچتا ہے۔ کسی علمی مسئلہ پر بحث تحقیق کے لیے کئی طرق موجود ہیں جنہیں مناہج البحث کہا جاتا ہے۔[37]

چونکہ یہ تحقیق موضوع کے متعلق وضاحتی نوعیت (Descriptive Nature) کی ہے اس لیے مختلف ذیلی مباحث کے لیے اسلامی تحقیقات کے سلسلے میں متعارف مختلف مناہج تحقیق سے استفادہ کیا گیا ہے۔ منہج استقرائی (Inductive Method) کے تحت موضوع کے تمام تر امکانی جزئیات کا احاطہ کیا گیا ہے اور اس کے لیے مختلف لائبریریوں کے ساتھ ساتھ انٹرنیٹ سے بھی مدد لی گئی ہے۔

منہج استنباطی (Deductive Method) کے تحت معلوم اصول و قواعد کو بنیاد بنا کر ان کی ممکنہ مثالوں اور جزئیات کا ادراک کیا گیا ہے اور کسی بھی خبر، بیان یا قول کی صداقت کو پرکھنے کے لیے منہج توثیقی و تاریخی، جب کہ کسی بھی دعوے پر دلائل کی فراہمی یقینی بنانے کے لیے استدلالی و مباحثی منہج تحقیق کو بروئے کار لایا گیا ہے۔

تحقیقی مقالہ پانچ ابواب اور ذیلی فصول پر مشتمل ہے اور ہر باب کے آخر میں باب کا خلاصہ مختصر بیان کیا گیا ہے۔ نیز تحقیقی مقالہ کے شروع میں مقدمہ لکھا گیا ہے جس میں موضوع کا تعارف و اہمیت، قضیہ تحقیق، موضوع کو اختیار کرنے کے اسباب و دواعی اور تحقیق کے لئے اختیار کیے جانے والے مناہج کی تفصیل بیان کی گئی ہیں۔

مقالے کے آخر میں تحقیق کی روشنی میں حاصل ہونے والے نتائج اور ممکنہ تجاویز کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ حواشی اور حوالہ جات ہر باب کے آخر میں حوالہ جات کے بین الاقوامی طرز "شکاگو مینول" کے مطابق درج کئے گئے ہیں۔ آخر میں فنی فہارس الف بائی ترتیب سے درج کئے گئے ہیں۔ اظہارِ تشکر و امتنان اور مقدمۃ البحث جیسے عناوین کو ان کی امتیازی حیثیت کے پیشِ نظر عام مقالہ کی عددی ترتیب سے الگ رکھا گیا ہے اور ان کے صفحات کو ترتیب ابجدی سے مرتب کیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کاوش کا اپنی درگاہ میں قبول فرمائے اور ہم سب کے لئے دنیا و آخرت کی فلاح کا ذریعہ بنائے، آمین۔

---

37 اصولِ بحث و تحقیق علومِ شرعیہ، ڈاکٹر سراج الاسلام حنیف، باب دوم، ص۷۷، اشاعتِ چہارم ۲۰۱۷ء۔

باب اول: فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الرہن کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون

کے تقابل THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882

فصل اول: فتاوی عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب اول اور باب ثانی کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی

کے ساتھ تقابل" THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 "قانون

باب ا: رہن کی تفسیر، رکن، شرائط، حکم، وقوع وعدم وقوع، جواز وعدم جواز، اور وصی اور اب کے رہن کے بیان میں

باب اول پانچ فصول پر مشتمل ہے۔

فصل ا: رہن کی تفسیر، رکن، شرائط اور حکم کے بیان میں

رہن کی تعریف:

دفعہ ا : "جعل الشئی محبوسا بحق یمکن استیفاءہ من الرہن کالدیون حتی لا یصح الرہن الا بدین واجب ظاہرا وباطنااو ظاہرا فاما بدین معدوم فلا یصح اذ حکمہ ثبوت ید الاستیفاء والاستیفاء یتلو الوجوب"۔[38]

شریعت میں کسی چیز کو ایسی حق کے عوض گروی رکھنا جس کا حصول اس چیز سے ممکن ہو رہن کہلاتا ہے جیسے دیون۔ حتی کہ ظاہری اور باطنی دین واجب کے بغیر رہن صحیح نہیں ہے۔اور دین معدوم میں تو اس لئے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ اس کا حکم (ید استیفاء) یعنی وصول کرنے کا قدرت حاصل ہونا ہے اور استیفاء وجوب کو متصل ہے۔

وضاحت:

رہن لغت میں "حبس الشئ "یعنی کسی چیز کو روکے رکھنا کے معنی میں ہیں اور اصطلاح شرع میں "کسی چیز کو ایسے حق کے عوض روکے رکھنا کہ جس حق کا وصول کرنا اس شئی مرہونہ سے ممکن ہو، جیسے دیون۔ مختلف قسم کے دیون جیسے وہ دین جو ظاہری اور باطنی دونوں طرح واجب ہو یا صرف باطنی طور پر واجب ہو"۔ لیکن وہ دین جو واجب نہ ہو بلکہ معدوم ہو تو اس میں رہن صحیح نہیں اس لئے کہ رہن کے حکم میں ید الاستیفاء یعنی وصولی پر قدرت کی بات شامل ہے اور ید الاستیفاء متصل لوجوب ہے اور دین معدوم میں ید الاستیفاء حاصل نہیں ہوتا۔

رہن کی مشروعیت سورہ بقرہ کی اس آیت مبارکہ سے ہوتی ہے" وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كَاتِباً فَرِهانٌ مَقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضاً فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلا تَكْتُمُوا الشَّهادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْها فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِما تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ "[39]ترجمہ:اوراگر تم سفر پر ہو اور کوئی لکھنے والا نہ پاؤ تو قبضے میں کوئی چیز گروی رکھنا چاہیئے، پھر اگر تم میں کوئی کسی کا اعتبار کرے تو جس شخص کو امین بنایا گیا ہے اس کو چاہیئے کہ اس کی امانت لوٹا

---

[38] الفتاوی الھندیۃ المعروف بفتاوی عالمگیریہ،لجنۃ علماء برئاسۃ نظام الدین بلخی،۵: ۴۳۲ ،دارالفکر بیروت،لبنان،۱۳۱۰ھ۔

[39] القرآن الکریم،سورہ البقرہ،۲۸۳

دے، اور اپنے رب اللہ سے ڈرو، اور تم گواہی نہ چھپاؤ اور جو شخص اسے چھپائے گا تو بیشک اس کا دل گناہگار ہے، اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اسے جاننے والا ہے۔

صحیحین میں عائشہؓ کی روایت ہے "عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اشْتَرَى مِنْ يَهُودِيٍّ طَعَامًا إِلَى أَجَلٍ وَرَهَنَهُ دِرْعًا لَهُ مِنْ حَدِيدٍ"[40] کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی سے ایک میعاد تک طعام خریدا اور اپنا لوہے کا درع اس کے پاس رہن رکھا۔

امام نسائیؒ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں "قَالَ: تُوُفِّيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدِرْعُهُ مَرْهُونَةٌ عِنْدَ يَهُودِيٍّ بِثَلَاثِينَ صَاعًا مِنْ شَعِيرٍ لِأَهْلِهِ"[41] فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے اور آپ کا درع ایک یہودی کے پاس جو کے تیس صاع کے عوض، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے لئے لیے تھے، رہن پڑا تھا۔

صاحب ردالمحتار نے رہن کی تعریف یوں کی ہیں۔ "حبس شئی مالی بحق یمکن استیفاءہ منہ کالدین حقیقۃ(ھو دین واجب ظاھرا وباطنا او ظاھرا فقط)او حکما کالاعیان المضمونۃ بالمثل او القیمۃ کثمن عبد او حل وجد حرا او خمرا"۔[42] کہ رہن کسی مالی چیز کو ایسی حق کے عوض روکے رکھنے کا نام ہے جس کا پورا کرنا اس چیز سے ممکن ہو جیسے دین حقیقی (دین حقیقی وہ دین ہے جو ظاہر اور باطن دونوں میں یا صرف ظاہر میں واجب ہو) یا دین حکمی جیسے وہ اعیان جو اپنی مثل یا قیمت میں مضمون ہو جیسا کہ غلام کا ثمن جب وہ آزاد نکلے یا سرکہ کی قیمت جب وہ شراب بن گئی ہو۔

تقابل:

پاکستان کے وضعی قوانین میں رہن کی تعریف سے متعلق دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ کے سیکشن ۵۸ میں مذکور ہے:

MORTGAGES OF IMMOVABLE PROPERTY AND CHARGES

"Mortgagor ,mortgagee, mortgage-money, and mortgage defined (a) A mortgage is the transfer of an interest in specific immovable property for the purpose of securing the payment of money advanced or to be advanced by way of loan, an existing or future debt or the performance of an engagement which may give rise to a pecuniary liability.The transferor is called a mortgagor, the transferee a mortgagee, the principal money and interest of which payment is secured for the time being are called the mortgage-money and the instrument (if any) by which the transfer is effected is called a mortgage-deed".[43]

---

40 صحیح البخاری، محمد بن اسمعیل البخاری، ۳:۱۴۳، حدیث رقم:۲۵۰۹، دار طوق النجاۃ، بیروت، ۱۴۲۲ھ۔

41 سنن النسائی، أبو عبد الرحمن أحمد بن شعیب بن علی الخراسانی، النسائی(المتوفی: ۳۰۳ھ) ۷:۳۰۳، حدیث رقم:۴۶۵۱، مکتب ماسلامیہ حلب، طبعہ ثانیہ، ۱۴۰۶ھ۔

42 ردالمحتار علی الدر المختار، شیخ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، ۱۰: ۸۰ مکتبہ حقانیہ، پشاور

43 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882,SEC.82(A)

ترجمہ: رہن، راہن، مرتہن اور مال مرہون کا تعارف: رہن کی تعریف: کسی غیر منقولہ جائیداد کو قرض میں پہلے لئے گئے رقم یا آئندہ لئے جانے والی رقم یا بقایاجات یا ایسی کسی ایسے معاہدے کے عوض، جس کا تعلق مالی فرائض سے ہو، دوسرے کو منتقل کرنا رہن کہلاتا ہے۔ منتقل کرنے والے کو راہن کہتے ہیں، جس کو منتقل کیا جاتا ہے اس کو مرتہن، اصل رقم جس کی وقتی طور پر حفاظت کے لئے رہن رکھوائی جاتی ہے، کو مال مرہون / شئی مرہونہ کہتے ہیں اور کاغذات (اگر کوئی) جو اس انتقال میں کام آتے ہیں مارٹگیج ڈیڈ (کاغذات رہن) کہلاتے ہیں۔

اسی طرح رہن کی تعریف سے متعلق وضعی قوانین کنٹریکٹ ایکٹ، ۱۸۷۲، کے سیکشن ۱۷۲ میں مذکور ہے:

"Pledge ،Pawnor and Pawnee defined: " The bailment of goods as security for payment of a debt or performance of a promise is called "pledge". The bailor is in this case called the "pawnor". The bailee is called the pawnee".[44]

ترجمہ: کسی قرض یا معاہدے کی کارکردگی کے عوض کچھ متاع کا گروی رکھنا "پلیج" (گروی رکھنا) کہلاتا ہے۔ گروی رکھنے والے کو "پانر" اور جس کے پاس گروی رکھا جاتا ہے اس کو "پانی" (گروی دار) کہتے ہیں۔

رہن کی تعریف میں شرعی قوانین اور وضعی قوانین میں چند وجوہ سے معمولی فرق پایا جاتا ہے۔

۱۔ شرعی قوانین میں رہن کا لفظ تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے گروی رکھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں لفظ رہن کا اطلاق صرف غیر منقولہ جائیداد جیسے گھر یا زمین وغیرہ پر ہوتا ہے۔

۲۔ شرعی قوانین میں منقولہ اشیاء کے گروی رکھنے کے لئے بھی رہن کا لفظ استعمال ہوتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں متاع کی گروی رکھنے کے لئے "پلیج" (PLEDGE) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ شرعی قوانین میں مال مرہون صرف دین حقیقی یا دین حکمی کے عوض میں رکھا جاتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں مالی فرائض سے متعلق معاہدات کی پابندی کے لئے بھی رہن رکھا جا سکتا ہے۔

اس کے علاوہ وجوہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں مماثلت پایا جاتا ہے۔

---

[44] CONTRACT ACT 1872,SEC.172

رکن رہن:

دفعہ ۲: عقد رہن کا رکن ایجاب اور قبول ہے۔[45]

وضاحت:

ایجاب و قبول عقد رہن کے بنیادی ارکان ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ راہن کہے کہ میں نے یہ چیز اس دین کے عوض جو تیرا میرے ذمے ہے، رہن دے دی یا یہ کہے کہ یہ چیز تیرے دین کے عوض رہن ہے یا اس کے قائم مقام الفاظ کہے، اور مرتہن کہے کہ میں نے رہن کرلی یا میں نے قبول کرلیا یا میں راضی ہوا یا اس جیسے الفاظ کہے۔

دفعہ ۳: عقد رہن کے وقت لفظ رہن کا استعمال شرط نہیں۔[46]

وضاحت:

عقد رہن کے وقت لفظ رہن کا استعمال کرنا ضروری نہیں۔ یہاں تک کہ اگر کوئی چیز دراہم کے عوض خریدی اور مشتری نے بائع کو ایک کپڑے کا تان دیا اور کہا کہ اس کو تو اپنے قبضے میں رکھ لے یہاں تک کہ میں تجھے اس کا ثمن دے دوں تو یہ تان رہن ہو گا اس لئے کہ یہ عقد ہے اور عقود کے باب میں اعتبار معانی کا ہوتا ہے۔[47]

رہن کے منعقد ہونے کے شرائط:

دفعہ ۴ : وہ شرائط جو نفس رہن کی طرف راجع ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ رہن کسی شرط کے ساتھ معلق نہ ہو اور نہ اس کی اضافت کسی وقت کی طرف کی گئی ہو۔[48]

---

45 الفتاوى الهندية،۵: ۴۳۱

46 نفس مصدر: ۴۳۲

47 البدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، علاء الدين، أبو بكر بن مسعود بن أحمد الكاساني الحنفي (المتوفى: ۵۸۷ھ)، کتاب الرھن، ۶: ۱۳۵، دارالکتب العلمية، بيروت، الطبعة الثانية، ۱۴۰۶ھ

48 الفتاوى الهندية،۵: ۴۳۲

وضاحت:

رہن کے انعقاد کے مختلف شرائط ہیں۔ان میں سے کچھ شرائط ایسے ہیں جو نفس رہن کے ساتھ متعلق ہیں،ان میں سے ایک یہ ہے کہ رہن کسی شرط کے ساتھ معلق نہ ہو مثلاراہن مرتہن سے کہے کہ میں تمہیں فلاں چیز قرضے کے عوض رہن دیتاہو لیکن اس شرط پر کہ تم مجھے اپنی سواری ایک مہینے کے لئے عاریت پر دوگے۔دوسرا شرط یہ ہے کہ رہن کی اضافت کسی وقت کی طرف نہ کی گئی ہو جیسے راہن کہے کہ میں مرہون دسمبر کے مہینے میں تمہارے حوالہ کرونگا۔[49]

دفعہ ۵ : جو شرائط راہن و مرتہن کی طرف راجع ہے وہ دونوں کا عاقل ہوناہے، بلوغت اور حریت شرط نہیں۔[50]

وضاحت:

انعقاد رہن کے لئے راہن اور مرتہن دونوں کا عاقل ہوناشرط ہے حتی کہ مجنون کا رہن رکھنااور لینادونوں صحیح نہیں۔اسی طرح بالغ اور آزاد ہونا بھی شرط نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ نابالغ عاقل ماذون اور عبدماذون کا عقدرہن صحیح ہے۔اسی طرح سفر بھی جواز رہن کے لئے شرط نہیں بلکہ سفر وحضر دونوں میں رہن صحیح ہے۔[51]

دفعہ ٦: جو شرائط مرہون کی طرف راجع ہے ان میں سے مرہون کا محل بیع اور قابل بیع ہونا، مال مطلق ہونا، مال متقوم ہونا، مملوک ہونا، مقدور التسلیم ہونا۔[52]

وضاحت:

مذکورہ شرائط کے روشنی میں ایسے چیز کا رہن صحیح نہیں جو عقد کے وقت موجود نہ ہو اور نہ ایسی چیز کا جس میں وجود وعدم دونوں کا احتمال ہو، جیسے کوئی کہے جو پھل اس سال میرے باغ میں آئیں یا جس قدر میری بکریاں اس سال بچہ جنیں یا جو کچھ اس باندی کے پیٹ میں ہیں وہ رہن ہے۔اسی طرح مردار اور خون کا رہن رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ ان دونوں کی مالیت نہیں اور آزاد آدمی کا رہن رکھنا بھی جائز نہیں اس لئے کہ وہ مال نہیں اور نہ ام

---

49 البدائع الصنائع ،٦: ١٣٥

50 الفتاوی الھندیۃ،۵:۴۳۲

51 فتح القدیر،ابن الھمام کمال الدین محمد بن عبداللہ السیواسی (ف۔۸٦١ھ)۹: ٦۹،مکتبہ رشیدیہ ،کوئٹہ

52 الفتاوی الھندیۃ،۵:۴۳۲

ولد، مدبر اور مکاتب کا اس لئے کہ یہ من وجہ آزاد ہے اور یہ اموال مطلقہ نہیں۔ حرم کے شکار اور حالت احرام کے شکار کا رہن رکھنا بھی جائز نہیں۔ اسی طرح رہن کے جائز ہونے کے لئے یہ شرط نہیں کہ مال مرہون راہن کی ملک میں ہو حتی کہ غیر کا مال بغیر ان کے اجازت سے ولایت شرعی کے ساتھ رہن رکھنا جائز ہے جیسا کہ نابالغ کا مال اس کا باپ یا وصی اپنے قرضے میں رہن رکھے۔ اس طرح عاریت پر لی ہوئی چیز مالک کے اجازت کے ساتھ رہن کر لینا جائز ہے۔[53]

دفعہ ۷: جواز رہن کے شرائط میں سے یہ ہے کہ مال مرہون مقسوم (قابل تقسیم) ہو، محوز (جو جدا ہونے کی اہلیت رکھتا ہو) ہو، مشغول بحق الراہن نہ ہو اور ایسے حق کے عوض ہو جس کا وصول رہن سے ممکن ہو۔[54]

وضاحت:

رہن کے جواز کے لئے جو شرائط ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ مال مرہون مقسوم ہو یعنی تقسیم کے قابل ہو کہ اگر اس کو تقسیم بھی کیا جائے تو پھر بھی پہلے کی طرح ہر حصے سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہو، اسی طرح محوز ہو جیسا کہ پھل درخت پر، اور نہ راہن کے حق کے ساتھ مشغول ہے جیسا کہ درخت بغیر پھل کے۔

اسی طرح ایک شرط یہ ہے کہ رہن ایسے حق کے عوض ہو کہ اس کا وصول کرنا شئی مرہونہ سے ممکن ہے اور اگر ایسے حق کے عوض رہن کیا جس کا استیفاء رہن سے نہیں ہو سکتا جیسے کہ حدود اور قصاص کے عوض کیا تو رہن باطل ہے۔[55]

امام محمدؒ[56] نے کتاب الرہن میں لکھا ہے کہ رہن بدون قبضہ کے جائز نہیں ہے اور جواز رہن کے واسطے قبضہ شرط ہے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ قبضہ سے پہلے عقد رہن جائز ہوتا ہے لیکن لازم نہیں ہوتا اور راہن کے حق میں لازمی تب ہوتا ہے جب مرتہن قبضہ کرے پس قبضہ شرط لزوم ہے نہ شرط جواز جیسا کہ قبضہ میں ہبہ کا حکم ہے۔ لیکن اول الذکر زیادہ اصح ہے۔[57]

---

53 المحیط البرہانی فی الفقہ انعمانی، ابو المعالی محمد بن احمد بن عبد البخاری الحنفی، (ف۔۶۱۶ھ) ۱۸: ۶۴، دار الکتب العلمیہ، بیروت، الطبعہ الاولی، ۱۴۲۴ھ۔

54 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۳۲

55 المحیط البرہانی، ۱۸: ۶۴

56 محمد بن حسن شیبانیؒ۔ آپ ابو عبد اللہ محمد بن حسن شیبانی ہیں، امام ابو حنیفہؒ اور ابو یوسفؒ کے شاگرد رہے، بہت سارے کتب تصنیف کئے، "ری" کے مقام پر ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ (طبقات الفقہاء، ص۔135)

57 المحیط البرہانی، ۱۸: ۶۵

ظاہر روایت یہ ہے کہ راہن اور مرتہن کے درمیان تخلیہ (جدا ہونے) سے حکماً رہن کا قبضہ کرنا ثابت ہوتا ہے جس طرح بیع میں۔ جب کہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے کہ اشیاء منقولہ میں فقط تخلیہ سے قبض ثابت نہیں ہوتا جب تک نقل نہ کیا جائے۔ پہلا قول اصح ہے۔[58]

دفعہ ۸: شئ مرہونہ کے قبضہ کی صحت کے لئے شرط راہن کی اجازت ہے، اجازت چاہے صراحۃ ہو یا دلالۃ۔[59]

وضاحت:

صریح اجازت کی صورت یہ ہے کہ راہن کہے کہ میں نے تجھے قبضے کی اجازت دے دی یا میں راضی ہوا یا تو اس پر قبضہ کرے یا جو اس کا قائم مقام ہے کہے، پس مرتہن کا قبضہ جائز ہو گا چاہے اسی مجلس میں قبضہ کرے یا دونوں کی اجازت کے بعد قبضہ کرے۔ یہ استحساناً ہے۔

دلالۃ اجازت دینے کی صورت یہ ہے کہ مرتہن راہن کے سامنے مال مرہون پر قبضہ کرے اور وہ خاموش رہے اس کو منع نہ کرے تو استحساناً قبضہ صحیح ہو گا۔

اگر ایسی چیز رہن کی جو ایسی چیز کے ساتھ متصل ہے جس کے عوض رہن واقع نہیں ہوتا مثلاً درخت پر لگے ہوئے پھل یا اس طرح کی اور کوئی چیز جس کا قبضہ بغیر جدا کئے ہوئے حاصل نہیں ہوتا، تو رہن جائز ہے۔ پس اگر راہن کے اجازت کے بغیر قبضہ کیا تو قبضہ جائز نہ ہو گا چاہے مجلس میں جدا کر کے قبضہ کیا یا مجلس سے الگ ہونے کے بعد قبضہ کیا۔ اور اگر راہن کے اجازت کے ساتھ قبضہ کیا تو قیاساً جائز نہیں اور استحساناً جائز ہے۔

صحت قبض کے شرائط میں سے مال مرہون کی حیازت (جدا ہونے کی اہلیت رکھنا) بھی ہے۔ ان ہی شرائط میں سے ایک اہلیت قبض یعنی عقل بھی ہے۔ پس مجنون و نابالغ جو عقد رہن کو نہ سمجھتا ہو اس کا قبضہ صحیح نہیں ہے۔[60]

دفعہ ۹ : قبضہ دو قسم پر ہے۔ قبضہ بطریق اصالت، قبضہ بطریق نیابت۔[61]

وضاحت:

رہن کا قبضہ کرنا دو طریقے پر ہے، ایک بطریق اصالت کہ آپ اپنے ذات کے واسطے قبضہ کرے۔ دوسرا بطریق نیابت۔ قبضہ بطریق نیابت دو طرح کا ہے ایک وہ جو قابض کی طرف رجوع کرتا ہے دوسرا وہ جو نفس قبض کی طرف رجوع کرتا ہے۔ پس جو قبضہ بطریق نیابت قابض کی طرف رجوع کرتا

---

58 ردالمحتار علی الدر المختار، ۱۰: ۸۲

59 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۳۳

60 رد المحتار علی الدرالمختار، ۱۰: ۸۲

61 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۳۳

ہے وہ باپ یا وصی کا نابالغ کی طرف سے قبضہ کرنا ہے کہ ان کا قبضہ کرنا نابالغ کی طرف سے جائز ہے، اسی طرح عادل کا قبضہ بھی مرتہن کے قبضے کا قائم مقام ہوتا ہے کہ اگر مال مرہون عادل کے پاس تلف ہو گیا تو اس کا تلف کرنا مرتہن کے ذمے قرار دیا جائے گا۔

اور جو قبضہ بطریق نیابت کے نفس قبضہ کی طرف راجع ہوتا ہے تو اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر مال مرہون عقد رہن کے وقت پہلے سے مرتہن کے قبضے میں موجود ہو تو اب سوال یہ ہے کہ آیا یہ موجودہ قبضہ، قبضہ رہن کا نائب ہوگا یا نہیں؟۔ تو قاعدہ اس باب میں یہ ہے کہ اگر دونوں قبضہ ایک جنس کے ہو تو ایک دوسرے کا نائب ہو جائے گا اور اگر دونوں مختلف ہو تو اعلی ادنی کا نائب ہو گا۔[62]

حکم رہن کے بیان میں:

دفعہ ۱۰: رہن کا حکم یہ ہے کہ عین مرہونہ مال کو مرتہن اپنے قبضے میں رکھ کر اپنا قرضہ وصول پانے تک راہن سے روکنے کا مستحق ہوتا ہے۔[63]

وضاحت:

رہن کا حکم یہ ہے کہ مال مرہون کو مرتہن اپنے قبضے میں رکھ کر اپنا قرضہ وصول پانے تک راہن سے روکنے کا مستحق ہوتا ہے۔ اگر راہن مر گیا تو اس کے قرض خواہوں کے بنسبت مرتہن اس مال مرہون کا زیادہ مستحق ہوتا ہے۔ مرتہن مال مرہون سے اپنا قرضہ پورا لے لینے کے بعد باقی مال کو باقی قرض خواہوں اور ورثاء کو واپس کرے گا۔ اگر راہن مفلس مر گیا اور اس پر کئی قرضے ہو تو باقی قرض خواہوں کے بنسبت مرتہن مال مرہون کا زیادہ مستحق ہو گا۔[64]

دفعہ ۱۱: مال مرہون کے عین میں نقصان، بقدر نقصان قرضہ ساقط ہونے کا موجب ہے۔[65]

وضاحت:

اگر مال مرہونہ میں ازراہ عین نقصان آجائے تو باتفاق فقہاء اسی نقصان کے بقدر قرضہ راہن سے ساقط ہو جائے گا، مثال کے طور پر اگر مرہونہ ایک دنبہ ہو اور سالم ہونے کے صورت میں اس کی قیمت ایک ہزار درہم ہے، پھر مرتہن کے پاس اس کا ایک پاؤں ٹوٹ گیا اور نقصان کے بعد اس کی قیمت

---

62 فتح القدیر، ۹: ۶۶

63 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۳۳

64 المحيط البرهانی، ۱۸: ۸۳

65 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۳۴

آٹھ سو درہم ہو گئی تو راہن کے ذمے جو قرض ہے اس میں سے دو سو درہم ساقط ہو جائیں گے۔ اور اگر مرہونہ شئ کی قیمت میں کمی آئی ہو تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک کچھ بھی قرضہ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہے۔[66]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲، سیکشن ۷۶ میں مذکور ہے:

Loss occasioned by default. "If the mortgagee fail to perform any of the duties imposed upon him by this section, he may, when accounts are taken in pursuance of a decree made under this Chapter, be debited with the loss, if any, occasioned by such failure".[67]

ترجمہ: وقوع تلف مرتہن کی ناکامی کی صورت میں: اس سیکشن کے تحت، مرتہن کو جو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں اگر وہ ان کے پورا کرنے میں ناکام رہے، تو اس کی غفلت کی وجہ سے جو نقصان ہو جائے تو اس نقصان کی تلافی مرتہن کے ذمے ہو گی۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی اگر مال مرہون کے عین میں مرتہن کے پاس کوئی نقصان آجائے تو اس نقصان کا ازالہ مرتہن کے قرض سے ہی کیا جائے گا۔

فصل دوم ان صورتوں کے بیان میں جن سے رہن واقع ہوتا ہے اور جن سے واقع نہیں ہوتا۔

دفعہ ۱۲: ایک شخص نے ایک گھر خریدا اور بائع سے کہا کہ یہ کپڑا رہنے دے یہاں تک کہ میں تجھے ثمن دے دوں تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ رہن ہے۔[68]

وضاحت:

زید نے عمرو سے ایک گھر خریدا اور اسے ایک کپڑا دیا اور کہا کہ اس کو رہنے دے یہاں تک کہ میں تجھ کو تیرا مال دے دوں تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ رہن ہے۔ اور امام ابو یوسف فرماتے ہیں کہ یہ ودیعت ہے اس لئے کہ اس میں عوض یا رہن کا لفظ استعمال نہیں۔ اور اگر یوں کہا کہ اپنے مال کے عوض اس کپڑے کو رہنے دے یا کہا کہ اس کو رہن رکھ لے یہاں تک کہ میں تجھے تیرا مال دے دوں، تو بالاجماع رہن ہو گا۔[69]

---

66 نفس مصدر

67 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882 Sec.76,Sub clause

68 الفتاوی الهندية،۵:۴۳۴

دفعہ ۱۳: اگر کسی شخص نے کچھ دراہم قرض لئے اور قرض دینے والے کو اپنا گھوڑا دیا تا کہ دو مہینے تک جب تک قرض کے دراہم ادا نہ ہو اس کو استعمال میں لائے یا ایک گھر دیا کہ تا مدت ادائے قرض اس میں سکونت رکھے تو یہ رہن نہ ہو گا بلکہ اجارہ فاسدہ ہو گا۔ اگر قرض دینے والے نے اس کو استعمال کیا تو اجر المثل واجب ہو گا۔[70]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ کے سیکشن، ۵۸ میں رہن کے چھ اقسام بیان کئے گئے ہیں جن میں سے ایک قسم یوسفر کٹری مور ٹگیج ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(d) Usufructurary mortgage. "Where the mortgagor delivers possession (or expressly or by implication binds himself to deliver possession) of the mortgaged property to mortgagee, and authorizes him to retain such possession until payment of the mortgagee-money, and to receive the rents and profits accruing from the property '(or any part of such rents and profits and to appropriate the same) -in lieu of interest, or in payment of the mortgage-money, or part in lieu of interest or partly in payment of the mortgage-money, the transaction is called a usufructuary mortgage and the mortgagee a usufructuary mortgagee". [71]

ترجمہ: یوسفر کٹری مور ٹگیج (حق استفادہ سے متعلق رہن): وہ مور ٹگیج ہے جس میں مرتہن (زبانی یا تحریری طور پر) راہن کو مرہون کا قبضہ دے دیتا ہے اور اس کو یہ اختیار دے دیتا ہے کہ اپنے قرضہ کے وصولی تک مرہون کو اپنے قبضہ میں رکھے، اور مرہون سے جو (حاصلات) کرایہ یا منافع حاصل ہو اس سب کو یا اس کے کسی حصے کو مرہون کے منافع یا قرض کے مد میں وصول کرے، یا حاصلات میں سے کچھ منافع اور کچھ قرض کے مد میں وصول کرے۔ اس قسم کی لین دین کو یوسفر کٹری مور ٹگیج اور مرتہن کو یوسفر کٹری مور ٹگیجی کہتے ہیں۔

دفعہ مذکورہ کی روشنی میں شرعی قوانین میں مال مرہون کے منافع سے بلاعوض فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو اجارہ فاسدہ کہا ہے جیسا کہ کوئی راہن مرتہن کو ایک گھر رہن میں دے تا کہ قرض کی ادائیگی تک اس میں سکونت رکھے۔ جب کہ وضعی قوانین میں رہن کے چھ اقسام بیان ہوئے ہیں جن میں سے ایک قسم یوسفر کٹری مور ٹگیج ہے، جس کی تعریف میں مذکور ہے کہ مرہون سے جو حاصلات یعنی کرایہ اور منافع وغیرہ حاصل ہو اس کو مرتہن وصول کر سکتا ہے۔

---

69 المحیط البرہانی، ۱۸: ۸۴

70 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۳۴

71 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882 Sec.58,Sub clause(d)

دفعہ ۱۴: اگر ایک شخص نے دوسرے کو کچھ مال رہن دیا تا کہ راہن کو آٹھ سو دینار قرضہ دے پس فقط اس نے تین سو دینار دیئے اور باقی کے دینے سے انکار کیا تو مال مذکور اسی قدر کے عوض رہن ہو گا۔[72]

فصل سوم: ان چیزوں کے بیان میں جس کے عوض رہن جائز ہوتا ہے اور جس کے عوض جائز نہیں ہوتا۔

دفعہ ۱۵: رہن اس قرضے کے عوض صحیح ہے جو واجب ہو یا جس کے واجب ہونے کا سبب موجود ہو۔[73]

وضاحت:

واضح رہے کہ رہن تب صحیح ہوتا ہے جب قرضہ واجب ہو یا اس کے واجب ہونے کا سبب موجود ہو جیسے اجرت واجب ہونے سے پہلے اجرت کے عوض رہن دیا تو صحیح ہے لیکن جو قرضہ واجب نہ ہو اور نہ اس کے وجوب کا کوئی سبب پایا جاتا ہو تو اس کے عوض رہن صحیح نہیں جیسے "درک "(گمشدہ چیز کو پانا) کے عوض رہن صحیح نہیں اس لئے کہ یہ قرضہ نہ واجب ہے اور نہ اس کے وجوب کا کوئی سبب ہے۔[74]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ کے سیکشن، ۵۸ میں مذکورہ دفعہ کا ذکر یوں ہوا ہے۔

(a)" A mortgage is the transfer of an interest in specific immovable property for the purpose of securing the payment of money advanced or to be advanced by way of loan, an existing or future debt or the performance of an engagement which may give rise to a pecuniary liability".[75]

ترجمہ: کسی غیر منقولہ جائیداد کو قرض میں پہلے لئے گئے رقم یا آئندہ لئے جانے والی رقم یا بقایا جات یا ایسی کسی ایسے معاہدے کے عوض، جس کا تعلق مالی فرائض سے ہو، دوسرے کو منتقل کرنا رہن کہلاتا ہے۔

دفعہ مذکورہ مروجہ قوانین میں بھی اسی طرح ہے کہ اس قرضہ کے عوض رہن رکھنا جائز ہے جو واجب ہو یعنی ایڈوانس لیا گیا ہو یا اس کے واجب ہونے کا سبب موجود ہو جیسے کوئی اجرت واجب ہونے سے پہلے اجرت کے عوض رہن رکھے، مثلاً صانع کو آرڈر دے کر اس کے پاس ثمن کے عوض کوئی چیز رہن رکھنا۔

---

72 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۳۴

73 نفس مصدر

74 الهداية، ۴: ۵۱۵

75 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882 Sec.58,Sub clause(a)

دفعہ ۱۶: قرضہ واجب کا در حقیقت واجب ہونا صحت رہن کے واسطے لامحالہ شرط نہیں ہے بلکہ ظاہر میں واجب ہونا کافی ہے۔[76]

وضاحت:

جس طرح ہم نے کہا کہ رہن تب صحیح ہوتا ہے جب قرضہ واجب ہو لیکن یہ واجب ہونا صحت رہن کے لئے حقیقتا شرط نہیں ہے اگر ظاہر اواجب ہو اور حقیقتا واجب نہ ہو تو رہن صحیح ہے۔

اسی پر امام محمدؒ نے اپنی کتاب الجامع میں چند تفریعات ذکر کی ہیں من جملہ ان مسائل میں سے ایک یہ ہے کہ اگر ایک شخص نے دوسرے پر ہزار درہم کا دعوی کیا اور مدعی علیہ نے اس سے انکار کیا پھر مدعی علیہ نے مدعی کے ساتھ اس دعوی سے پانچ سو درہم پر صلح کر لیا اور صلح کے دراہم کے عوض مدعی کو پانچ سو دراہم کا مال رہن دیا لیکن وہ مال مرتہن (مدعی) کے پاس تلف ہو گیا۔ پھر دونوں مدعی اور مدعی علیہ نے اس بات پر اتفاق کیا کہ قرضہ کچھ بھی نہیں تھا (دعوٰی غلطی سے ہوا تھا) تو مرتہن پر راہن کے واسطے مال مرہون کی قیمت پانچ سو درہم واجب ہونگے۔ اور یہ رہن ہمارے نزدیک جائز ہے۔ اس وجہ سے کہ ایسے قرضہ کے عوض رہن ہوا ہے جو ظاہر اواجب تھا (اگرچہ حقیقتا نہیں تھا)، کیونکہ انکار کے ساتھ صلح کرنا ہمارے نزدیک جائز ہے اور بدل صلح ہمارے نزدیک جائز ہوتا ہے اس لئے کہ اگر مدعی اور مدعی علیہ دونوں یہ مقدمہ قاضی کے پاس لے جاتے تو قاضی مدعی علیہ کے ذمے بدل الصلح ادا کرنا لازم کرتا اور اگر وہ ادا کرنے سے انکار کرتا تو مدعی کے درخواست پر اس کو قید کرتا۔ پس معلوم ہوا کہ جس مال کے عوض رہن واقع ہوا ہے وہ ظاہر اواجب ہے۔[77]

اب جب رہن تلف ہو گیا تو مال مرہون تلف ہو جانے کے حکم کے موافق مرتہن اپنے قرضے کا وصول پانے والا قرار دیا گیا گویا اس نے اپنا قرضہ وصول کر لیا اور در حقیقت ہاتھ سے قرضہ وصول کرنے کی صورت میں اگر دونوں بالاتفاق یہ فیصلہ کرے کہ مال واجب نہ تھا اور دعوٰی باطل تھا تو مدعی پر واجب ہے کہ جو کچھ وصول کیا ہے واپس کر دے۔ ایسا ہی اس صورت میں ہے۔[78]

دفعہ ۱۷: کفالت بالنفس اور قصاص فی النفس یا نفس سے کم کسی عضو کے قصاص کے عوض رہن رکھنا صحیح نہیں ہے۔[79]

---

76 الفتاوی الھندیة،۵:۴۳۴

77 فتح القدیر،۹: ۸۴

78 نفس مصدر

79 الفتاوی الھندیة،۵:۴۳۵

وضاحت:

نفس کے کفالہ میں اور اسی طرح قصاص کے عوض میں چاہے وہ فی نفس ہو یا مادون نفس ہو رہن رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ ان چیزوں کا پورا ہونا رہن سے متعذر ہے، اسی طرح شفعہ کے عوض بھی رہن جائز نہیں۔ البتہ اگر جنایت خطاء ہو تو رہن جائز ہے اس لئے کہ دیت کا وصول رہن سے ممکن ہے۔[80]

دفعہ ۱۸: اگر ایک عورت نے معین دراہم یا دنانیر کے عوض نکاح کر لیا پھر اس کے عوض رہن رکھ لیا تو جائز نہیں۔[81]

وضاحت:

اگر ایک عورت نے معین دراہم یا دنانیر کے عوض نکاح کر لیا اور سونے چاندی کو مہر مقرر کر دیا پھر اس کے عوض رہن رکھ لیا تو ہمارے ائمہ کے نزدیک جائز نہیں۔ اسی طرح اگر خون کے بدلے کسی معین چیز پر صلح کر لی تو اس کے عوض بھی رہن جائز نہیں اس لئے کہ اس مہر اور بدل صلح کا پورا ہونا رہن سے متعذر ہے۔[82]

دفعہ ۱۹: رہن بالاعیان تین قسم پر ہے، اول ایسے اعیان کے ساتھ رہن رکھنا جو امانت ہے، دوسری قسم ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو مضمون بالغیر ہے یعنی دوسری چیز کی عوض ضمان میں ہیں جیسا کہ مبیع بائع کے قبضے میں جو ثمن کے عوض ضمان میں ہیں، تیسرا ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو اپنی ذات سے مضمون ہے جیسا کہ غصب کیا ہوا مال۔[83]

وضاحت:

رہن بالاعیان (اعیان کے ساتھ رہن رکھنا) تین قسم پر ہے۔ اول ایسے اعیان کے ساتھ رہن رکھنا جو امانت ہے اور یہ رہن رکھنا باطل ہے۔ دوسری قسم ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو مضمون بالغیر ہے یعنی دوسری چیز کی عوض ضمان میں ہیں جیسا کہ مبیع بائع کے قبضے میں جو ثمن کے عوض ضمان میں ہیں اور یہ رہن بھی جائز نہیں پس اگر رہن ہلاک ہوا تو بغیر کسی شئے کے ہلاک ہو گا۔ تیسرا ایسے اعیان کے عوض رہن دینا جو اپنی ذات سے مضمون ہے

---

80 ردالمحتار علی الدر المختار، ۱۰: ۱۰۳، ۱۰۲

81 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۵

82 ردالمحتار علی الدر المختار، ۱۰: ۱۰۳، ۱۰۲

83 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۵

جیسا کہ غصب کیا ہوا مال یا ایسا مال جو نکاح میں مہر قرار دیا گیا یا اس کے مثل۔ پس اس کا رہن رکھنا صحیح ہے۔ اور رہن کی ہلاک کی صورت میں عین اور رہن کی قیمت میں سے اقل کا ضامن ہو گا۔[84]

فصل ۴: ان اشیاء کے بیان میں جن کا رہن جائز ہے اور جن کا جائز نہیں۔

دفعہ ۲۰: یعنی جس چیز کی بیع جائز ہے اس کا رہن بھی جائز ہے اور جس چیز کی بیع جائز نہیں اس کا رہن بھی جائز نہیں۔[85]

وضاحت:

قاعدہ ہے" ما يجوز بيعه يجوز رهنه وما لا يجوز بيعه لا يجوز رهنه"[86] کہ جس چیز کا خرید و فروخت جائز ہے اس کا رہن رکھنا بھی جائز ہے اور جس چیز کا بیع جائز نہیں اس کا رہن رکھنا بھی جائز نہیں۔ جیسے کہ زمین اور گھر وغیرہ کا بیع جائز ہے اور رہن بھی جائز ہے اور جس طرح شراب اور خنزیر کی بیع مسلمان کے حق میں جائز نہیں تو اس کا رہن رکھنا بھی جائز نہیں۔

تقابل:

مروجہ قانون کنٹریکٹ ایکٹ، ۱۸۷۲ کے سیکشن، ۱۷۸ میں لکھا ہے:

Pledge where pawnor has only a limited interest: "Where a person pledges goods in which he has only a limited interest, the pledge is valid to the extent of that interest".[87]

ترجمہ: ان متاع کو رہن کرنا جس میں گروی رکھنے والا صرف محدود منافع کا مالک ہوتا ہے اور رہن بھی صرف ان منافع تک محدود رہے گی۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں کسی چیز کے صرف منافع کو رہن رکھنا جائز نہیں جب کہ وضعی قوانین میں اگر کوئی شخص کسی چیز کے صرف منافع کا مالک ہو تو وہ صرف ان منافع کے حد تک اس چیز کو رہن رکھ سکتا ہے۔

دفعہ ۲۱: اگر شئی مرہونہ کے کسی غیر معینہ حصے پر کسی نے استحقاق ثابت کیا تو باقی حصے کا رہن بھی باطل ہو گا اور اگر معین حصے پر استحقاق ثابت کیا تو باقی کا رہن رکھنا جائز ہے۔[88]

---

84 المبسوط، لامام شمس الدین السرخسی، کتاب الرھن، ۲۱: ۷۳، دار المعرفة بیروت لبنان

85 الفتاوى الهندية، ۵:۴۳۵

86 ردالمحتار على الدر المختار، ۱۰: ۱۰۴

87 CONTRACT ACT 1871,Sec;178

وضاحت:

اگر کوئی زمین رہن کی اور مرتہن نے اس پر قبضہ کر لیا پھر اسی زمین کے کچھ حصے میں مدعی نے استحقاق ثابت کیا لیکن زمین کا وہ حصہ غیر معین تھا تو باقی زمین کا رہن بھی باطل ہو جائے گا۔ اور اگر معین حصے میں استحقاق ثابت کیا تو باقی حصوں کا رہن جائز ہو گا اور جس قدر زمین باقی رہی ہے وہ پورے قرضے کے عوض رہن رہے گی اور مرتہن کو یہ اختیار حاصل نہیں ہو گا کہ دوسرے مال کے رہن کر دینے کا مطالبہ کرے۔[89]

دفعہ ۲۲: دوافراد کا کسی تیسرے فرد سے قرضے کے عوض رہن لینا جائز ہے بشرطیکہ دونوں نے قبول کیا ہو اور اگر دونوں میں سے کسی نے قبول نہ کیا ہو تو رہن صحیح نہیں۔[90]

وضاحت:

اگر دو اشخاص نے کسی تیسرے شخص سے جس پر ان دونوں کا قرضہ آتا ہے، کچھ مال رہن لیا اور وہ دونوں باہم شریک ہے یا نہیں، تو رہن لینا جائز ہے لیکن شرط یہ ہے کہ دونوں نے رہن کو قبول کیا ہو لیکن اگر ایک نے دوسرے کے بغیر قبول کیا تو رہن صحیح نہیں ہو گا۔ اگر دونوں مرتہنوں نے قبول کیا پھر راہن نے دونوں میں سے کسی ایک کا قرضہ ادا کیا تو راہن کو یہ اختیار حاصل نہ ہو گا کہ وہ نصف مال مرہون کی واپسی کا مطالبہ کرے۔[91]

دفعہ ۲۳: اگر ایک شخص کا دو اشخاص پر قرضہ تھا اور ان دونوں سے اپنے قرض کے عوض ایک چیز رہن میں لیا تو جائز ہے۔[92]

وضاحت:

اگر ایک شخص نے دو اشخاص سے جن پر اس کا قرضہ آتا ہے ایک ہی مال رہن لیا تو جائز ہے۔ اور یہ مال مرہون پورے قرضے کے عوض رہن رہے گا۔ اور مرتہن کو یہ اختیار ہو گا کہ اپنا قرضہ پورا وصول کر لینے تک اس کو نہ چھوڑے، اس لئے کہ یہ صفقہ واحدہ بن جانے کی وجہ سے تجزی قبول نہیں کرتا۔[93]

---

88 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۳۵

89 المحيط البرہانی، ۱۸: ۶۴

90 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۳۶

91 المجلہ الاحکام العدلیہ، ص۔ ۱۳۶، مادہ۔ ۷۲۰،

92 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۳۶

93 فتح القدیر، ۹: ۹۹

اسی اصول پر ایک تفریع اور کہ اگر کسی کے پاس ہزار درہم قرضہ کے عوض دو غلام رہن رکھ دیئے پھر مرتہن نے راہن کو پانچ سو درہم قرض میں سے ادا کر دیئے، اب اگر راہن نے چاہا کہ ایک غلام چھڑائے تو اس کو یہ اختیار حاصل نہیں۔ اور اگر رہن کرنے کے وقت یوں کہا ہو کہ میں نے یہ دو غلام تجھے رہن دیئے ہر ایک ان دونوں میں سے بعوض پانچ سو درہم کے، پھر چاہا کہ پانچ سو درہم ادا کر کے ایک غلام مرتہن سے چھڑا لے تو کتاب الزیادات کی روایت کے مطابق اس کو یہ اختیار حاصل ہے اور الاصل کے مطابق جب تک پورا قرضہ ادا نہ کرے تب تک یہ اختیار حاصل نہ ہو گا۔ بعض مشائخؒ نے فرمایا ہے کہ جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمدؒ کا قول ہے اور جو الاصل میں مذکور ہے وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

اسی طرح اگر قرضہ دو مختلف جنس کا ہو یعنی پانچ سو درہم اور پانچ سو دینار ہو، اور راہن نے ایک جنس ادا کر دیا تو بھی اس کو ایک غلام واپس کر لینے کا اختیار نہ ہو گا۔[94]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ میں مذکور ہے۔

Redemption of portion of mortgaged property. "Nothing in this section shall entitle a person interested in a share only of the mortgaged property to redeem his own share only, on payment of a proportionate part of the amount remaining due on the mortgage, except [only] where a mortgagee, or, if there are more mortgagees than one, all such mortgagees, has or have acquired, in whole or in part, the share of a mortgagor ".[95]

ترجمہ: مال مرہون کے کسی حصے کا فک رہن: (اس سیکشن کی رو سے) کسی ایسے شخص کو جو مال مرہون کے کسی حصے میں حصہ دار ہو، یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ صرف اپنے حصے کا قرض ادا کر کے اپنے حصے کو چھڑا لے، جب تک مرتہن (اگر ایک ہو) یا سب مرتہن (اگر ایک سے زیادہ ہو) اپنے حصے کا قرض راہن سے وصول نہ کرے۔

یہی دفعہ شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی اسی طرح مذکور ہے کہ جب تک پورا قرضہ ادا نہ ہو ایک راہن اپنے حصے کا قرض ادا کر کے فک رہن کا استحقاق نہیں رکھتا۔

دفعہ ۲۴: ایک ہی چیز جو تجزی قبول نہ کرے، دو افراد کے پاس اس طور پر رہن رکھنا کہ نصف ایک کے پاس اور نصف دوسرے کے پاس رہن رہے، جائز نہیں۔[96]

---

94 نفس مصدر: ۱۰۲

95 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882

96 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۳۶

وضاحت:

اگر کسی نے ایک غلام دو افراد کے پاس اس طور پر رہن کیا کہ ایک نصف ایک کے پاس اور دوسرا نصف دوسرے کے پاس رہن رہے، تو جائز نہیں ہے۔اس لئے کہ شیوع کے لازم ہونے کی وجہ سے غلام کی تنصیف ممکن نہیں۔اور اگر دونوں کے پاس مطلقا رہن کیا اور رہن کی تفصیل بیان نہیں کی اور دونوں نے قبول کیا تو رہن جائز ہے۔اسی طرح اگر ایک غلام کا آدھا چھ سو درہم اور آدھا پانچ سو درہم میں رہن کیا تو بھی جائز نہیں۔[97]

دفعہ ۲۵: درخت پر لگے ہوئے کھجوروں کو درخت کے بغیر رہن رکھنا جائز نہیں۔[98]

وضاحت:

اگر کھجور بدون درخت کھجور کے رہن رکھ لئے، یا کھجور کا درخت اس پر لگے ہوئے کھجوروں کے بغیر رہن رکھ لیا، یا کھجور کا درخت، عمارت اور کھیتی بغیر زمین کے رہن کئے یا زمین کو ان چیزوں (درخت، عمارت، کھیتی) کے بغیر رہن کیا تو جائز نہیں۔

حسن بن زیادؒ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ زمین کو درخت کھجور کے بغیر رہن کرنا جائز ہے۔اگر راہن نے رہن کرتے وقت استثناء نہ کیا تو زمین کی رہن میں درخت، لگے ہوئے کھجور، جمی ہوئی کھیتی اور عمارت دخل ہو جائے گی۔اگر کھجور، درخت اور انگور کو اس کے جمنے کے مقدار زمین کے ساتھ رہن کیا تو جائز ہے۔[99]

اگر زمین کے دس ٹکڑے رہن کئے پھر ظاہر ہوا کہ ایک ٹکڑا اس میں سے وقف ہے اور دوسرا مشاع غیر مقسوم ہے تو باقی کا رہن صحیح ہو گا۔[100]

دفعہ ۲۶: دو چیزوں کو ایک قرضہ کے عوض اس طور پر رہن رکھنا کہ یہ تعیین نہ کی ہو کہ کونسا چیز کتنے قرض کے بعوض رہن ہے، تو جائز نہیں۔[101]

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے دو بکریاں تیس درہم کے عوض رہن رکھ لی ایک بعوض دس درہم کے اور ایک بعوض بیس درہم کے۔لیکن یہ تعیین نہیں کی کہ کونسی بعوض دس درہم کے اور کونسی بعوض بیس درہم کے، تو جائز نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مفضی الی النزاع ہے اس لئے کہ

---

97 البدائع الصنائع، ٦: ١٣٩

98 الفتاوی الهندية، ٥: ٤٣٦

99 المحيط البرهانی، ١٨: ٦٥

100 نفس مصدر

101 الفتاوی الهندية، ٥: ٤٣٦

اگر بکری تلف ہو جائے تو تلف ہونے کی صورت میں یہ معلوم نہ ہو گا کہ قرضہ میں سے کس قدر اس کے مقابلے میں ساقط ہو۔اور اگر بیان کے ساتھ تعیین کر دی کہ یہ بکری اتنے دراہم کے عوض رہن ہے تو رہن جائز ہے۔اب اگر بکری تلف ہو گئی تو اس کے مقابلے میں جس قدر معین کیا تھا اس قدر ساقط ہو جائے گا۔[102]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲، میں مذکور ہے۔

61. Right to redeem separately or simultaneously. " A mortgagor, who has executed two or more mortgages in favour of the same mortgagee shall, in the absence of a contract to the contrary, when the principal money of any two or more of the mortgages has become due, be entitled to redeem any one such mortgage separately, or any two or more of such mortgages together".[103]

ترجمہ: علیحدہ یا ایک ساتھ فک رہن کا استحقاق: اگر ایک راہن نے ایک مرتہن کے پاس کسی قرض کے عوض دو یا اس سے زیادہ چیزیں رہن رکھ لی ہو، تو غیر تعدی کی صورت میں، جب کسی ایک شئ مرہون یا اس سے زیادہ اشیاء کے حصے کا قرض ادا ہو، تو راہن کو اختیار ہے کہ ان اشیاء مرہونہ کو ایک ایک کر کے یا دو یا اس سے زیادہ اشیاء کو ایک ساتھ چھڑا دے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں مماثلت پایا جاتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ وضعی قوانین میں زیادہ وضاحت کے ساتھ مذکور نہیں، اس لئے کہ مذکورہ وضعی قانون میں ذکر ہے کہ اگر کسی ایک شئ مرہون کے حصے کا قرض ادا ہو تو اس کو چھڑانے کا اختیار راہن کو حاصل ہے لیکن یہاں اس شرط کا ذکر نہیں کیا ہے کہ یہ اس صورت میں جائز ہے کہ رہن رکھتے وقت یہ وضاحت کی ہو کہ یہ چیز قرضہ میں سے اتنے مال کے عوض رہن ہے اور یہ دوسرا اتنے مال کے عوض۔اور اگر یہ وضاحت نہ ہوئی ہو تو پھر تو شرعی قوانین کی رو سے ایک چیز کا اس طرح رہن رکھنا جائز نہیں اس لئے کہ تلف ہونے کی صورت میں یہ مفضی الی النزاع ہے۔

دفعہ ۲۷: قرضہ کے عوض حیوان مملوک کا رہن رکھنا جائز ہے۔[104]

---

102 المحیط البرہانی، ۱۸: ۸۴

103 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882 Sec.61

104 الفتاوی الھندیة، ۵: ۴۳۶

وضاحت:

اگر کسی سے قرض لیا اور اس کے عوض کوئی حیوان جو مملوک ہو رہن رکھ دی تو جائز ہے۔ بعض علماء کا اس میں اختلاف ہے فرماتے ہیں کہ حیوان تیر ہلاکت کی نشانی ہے لہذا بمنزلہ ان چیزوں کے ہوا جو جلد خراب ہو جاتی ہے جیسے روٹی، ٹماٹر وغیرہ جس کا رہن رکھنا جائز نہیں۔[105]

دفعہ ۲۸: شئی مشترکہ کو رہن کرنا بعوض مشترک چیز کے صحیح ہے۔[106]

وضاحت:

ایک گھر وارثان بالغ و نابالغ میں مشترک ہے اور اس کو نابالغ کے وصی اور بالغوں نے ایک زمین (جو ان سب میں مشترک ہے) کے خراج کے بعوض رہن کیا تو ایک ہی صفقہ کے ساتھ یہ رہن کرنا صحیح ہو گا۔ اس لئے کہ یہاں رہن کے مفادات سب کے مشترک ہیں۔

دفعہ ۲۸: ایسے گھر کو رہن رکھنا جس کا ایک دیوار بھی مشترک ہو، رہن رکھنا صحیح نہیں۔[107]

وضاحت:

اگر ایک شخص نے اپنا ایک گھر رہن کیا لیکن اس میں ایک دیوار مشترک ہے تو رہن رکھنا صحیح نہیں ہے اور اگر رہن رکھتے وقت اس دیوار مشترک کو رہن سے مستثنیٰ کر دیا تو رہن صحیح ہو گا لیکن پھر بھی اگر اس دیوار مشترک کے ساتھ راہن کی کوئی دیوار متصل ہو تو رہن صحیح ہو گا۔

ایک گھر رہن کیا جس کی دیواریں گھر کے مالک اور پڑوسیوں کے درمیان مشترک ہیں تو صحن، چھت اور ان دیواروں کا جو پڑوسیوں کے ساتھ مشترک نہیں، رہن صحیح ہے۔ اور دیوار مشترکہ کے ساتھ چھت کا متصل ہونا صحت رہن سے مانع نہیں اس لئے کہ چھت تابع ہے۔ اور اگر اپنے گھر میں سے کوئی معین حصہ یا ایک کمرہ رہن کر کے دے دیا تو جائز ہے۔[108]

دفعہ ۲۹: ایک شخص نے دوسرے کے ملک کی چیز فروخت کر دیا اور ثمن کے عوض مشتری سے کوئی مال رہن لیا اور مالک نے دونوں عقدوں کی اجازت بھی دے دی تو صحیح نہیں۔[109]

---

105 المبسوط للسرخسی،۲۱: ۴۳

106 الفتاوی الهندیة،۵:۴۳۶

107 نفس مصدر

108 فتاویٰ قاضی خان،امام فخرالدین ابوالمحاسن حسن بن منصور المعروف بقاضی خان الفرغانی(م۔۵۹۲ھ)،۳: ۵۴۷،دار الکتب العلمیہ بیروت،۲۰۰۹ء۔

وضاحت:

اگر کسی شخص نے دوسرے کی ملکیت کی کسی چیز کو فروخت کر دیا اور مشتری سے اس چیز کی قیمت کی عوض کوئی مال رہن رکھ لیا، بعد میں اصل مالک کو معلوم ہوا تو اس نے دونوں عقدوں (عقد بیع اور عقد رہن) کی اجازت دے دی پھر بھی رہن صحیح نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عقد رہن کے وقت یہ چیز راہن کی ملکیت نہیں تھی۔[110]

دفعہ ۳۰: مریض کا کسی قرض خواہ کو مال رہن دینا صحیح ہے لیکن اس کا حکم باقی قرض خواہوں کے حق میں ظاہر و موثر نہ ہو گا۔[111]

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص جو مرض وفات میں ہیں اور اس پر بہت سے لوگوں کا قرضہ ہے اور اس نے اپنے مال میں سے کچھ مال ایک قرض خواہ کے پاس اس کے دین کے عوض رہن رکھ لیا تو یہ جائز ہے اگرچہ مال مرہون کی قیمت اس کی قرض سے زیادہ ہو، جس طرح کہ مرض وفات میں کسی کا ودیعت رکھنا صحیح ہے۔ لیکن مذکورہ قرض خواہ کا حکم باقی قرض خواہوں کے حق میں ظاہر و موثر نہیں ہو گا، یعنی راہن کی وفات پانے کی صورت میں سب قرض خواہ برابر ہوں گے اس لئے کہ اس میں فرار عن حق الغیر کا شبہ ہے اور مال مرہونہ ترکہ شمار ہو گا۔[112]

دفعہ ۳۱: گھر کو ایسے متاع کے ساتھ رہن رکھنا جس سے راہن خود انتفاع حاصل کرتا ہے، جائز نہیں۔[113]

وضاحت:

ایک شخص نے اپنا گھر جس میں اس کا سامان پڑا ہے چاہے کم ہے یا زیادہ، جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہے بغیر سامان کے رہن کیا یا چند بوروں کو جس میں راہن کا سامان ہے جس سے وہ انتفاع حاصل کرتا ہے، بدون سامان کے رہن کیا اور بوروں کو سامان سمیت مرتہن کے حوالے کر دیا تو جائز نہیں۔ اس لئے کہ یہ مشغول بحق الراہن ہے۔ اگر گھر اور بوروں کو سامان سے خالی کر کے سپرد کر دے تو جائز ہے۔ اگر متاع دار کو دار کے بغیر یا بوروں کے سامان کو بوروں کے بغیر رہن کیا اور سب سپرد کیا تو جائز ہے۔ صاحب فتاوی قاضیخان نے اول صورت میں جواز رہن کے واسطے یہ حیلہ ذکر

---

109 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۷

110 نفس مصدر

111 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۶

112 نفس مصدر

113 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۶

کیا ہے کہ پہلے دار اور بوروں میں جو متاع ہے وہ ودیعت دے دیں پھر دار اور بوروں کو رہن کر کے مرتہن کے سپرد کر دے تو رہن و قبضہ دونوں صحیح ہو نگے۔[114]

حسن بن زیادؒ نے امام اعظم ابو حنیفہؒ سے روایت کی ہے کہ اگر ایک دار رہن کیا اور راہن و مرتہن دونوں اس دار کے اندر موجود ہو اور راہن نے کہا کہ میں سے اس کو تیرے سپرد کر دیا اور مرتہن نے کہا کہ میں نے اس کو قبول کر لیا تو رہن تمام نہ ہو گا یہاں تک کہ راہن اس دار سے نکل کر پھر مرتہن کے سپرد کر دے اس لئے کہ راہن کا قبضہ بدون اس کے فارغ نہ ہو گا۔[115]

دفعہ ۳۲ : سرکاری زمین پر بنی ہوئی عمارت و دوکان کا رہن رکھنا اور مرتہن کا اس کو اجارہ پر دے کر کرایہ لینا، رہن صحیح نہیں اور مرتہن کے لئے کرایہ حلال نہیں۔[116]

وضاحت:

ایک شخص نے سرکاری زمین پر بنی ہوئی عمارت یا دکانیں رہن کر کے مرتہن کی سپرد کر دی اور مرتہن اس کو اپنی قبضہ تصرف میں لایا اور سالہا سال تک اس کو اجارہ پر دیا اور اس کا کرایہ لیتا رہا تو یہ رہن صحیح نہیں اور مرتہن نے جو کچھ اس کا کرایہ لیا ہے وہ اس کو حلال نہیں۔[117]

دفعہ ۳۳: سواری کے ساتھ لازم کسی چیز کو اصل سواری کے ساتھ ہی رہن کر کے سپرد کرنا، جب کہ اصل سواری رہن میں شامل نہ ہو، جائز نہیں، یہاں تک کہ ان اشیاء کو سواری سے الگ کر کے مرتہن کے سپرد کیا جائے۔[118]

وضاحت:

اگر گھوڑے پر پڑی ہوئی زین یا اس کے منہ میں دی ہوئی لگام یا اس کے منہ میں بندھی ہوئی گلوبند کی رسی یا گاڑی میں لگی ہوئی سیٹ رہن کی اور مرتہن کو یہ اشیاء گھوڑا یا گاڑی سمیت سپرد کر دی تو رہن تمام نہ ہو گا یہاں تک کہ ان اشیاء کو گھوڑا اور گاڑی سے جدا کر کے سپرد کر دے۔

---

114 فتاوی قاضیخان، ۳: ۵۴۷

115 المحیط البرہانی، ۱۸: ۱۰۷

116 الفتاوی الھندیة، ۵: ۴۳۷

117 نفس مصدر

118 نفس مصدر

اسی طرح اگر کسی چوپایہ پر بار لدا ہوا ہے اور اس چوپائے کو بار کے بغیر رہن کر کے بار سمیت مرتہن کے سپرد کر دیا تو رہن پورا نہ ہو گا یہاں تک کہ چوپایہ مذکور سے بار اتار کر مرتہن کے سپرد کر دے۔ اور اگر چوپایہ کا بار بدون چوپایہ کے سپرد کیا تو بار کا رہن پورا ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اول صورت میں چوپایہ لدے ہوئے بار میں مشغول ہے فارغ نہیں ہے اور دوسرے صورت میں بار چوپایہ کے ساتھ مشغول نہیں ہے۔[119]

دفعہ ۳۴: شادی شدہ باندی کو رہن رکھنا جائز ہے لیکن مرتہن کو یہ اختیار حاصل نہیں کہ شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے۔[120]

وضاحت:

ایک شخص نے شوہر دار باندی شوہر کے اجازت کے بغیر رہن کی، تو جائز ہے اور مرتہن کو شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنے سے روکنے کا اختیار حاصل نہ ہو گا۔ اب اگر وہ باندی اپنے شوہر کے وطی کرنے سے مر گئی تو ایسا ہو گا گویا کہ وہ آفت سماوی سے ہلاک ہو گئی اور استحسانا مرتہن کا قرضہ ساقط ہو جائے گا۔ اور اگر رہن کے بعد راہن نے مرتہن کی اجازت کے بغیر باندی کا نکاح کرایا تو نکاح صحیح ہے لیکن مرتہن کو یہ اختیار حاصل ہو گا کہ شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنے سے روکے۔ اور اگر رہن کے وقت باندی کا نکاح نہ ہوا ہو اور بعد میں مرتہن کی اجازت سے راہن اس کا نکاح کرائے تو یہ صورت پہلی صورت کی طرح ہیں یعنی مرتہن کو یہ اختیار ہو گا کہ شوہر کو اس کے ساتھ وطی کرنے سے منع کرے۔

اگر شوہر نے وطی کر لی تو وطی کے ساتھ ہی اس کا مہر بھی رہن ہو جائے گا۔ اس صورت میں اگر باندی شوہر کی وطی سے مر گئی تو مرتہن کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے یا اس کے شوہر سے۔ اگر شوہر کو معلوم نہیں تھا کہ یہ باندی رہن ہے تو جو کچھ اس نے تاوان دیا ہے وہ راہن سے واپس لے گا۔

اگر باندی کے حمل کو آزاد کر دیا پھر باندی کو رہن کیا تو جائز ہے اور نقصان ولادت سے کچھ ساقط نہ ہو گا اور باندی نے حمل آزاد کرنے سے پہلے بچہ جنی تو بقدر نقصان ساقط ہو جائے گا۔ لیکن اگر بچہ اس نقصان (بچہ پیدا ہونے سے باندی کی قیمت میں جو کمی آتی ہے) کو پورا کرتا ہو تو ساقط نہ ہو گا۔[121]

دفعہ ۳۵: مسلمان کا کافر سے رہن لینا دینا جائز ہے۔[122]

---

119 البدائع الصنائع، ۶: ۱۳۹

120 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۷

121 الفتاوی التاتارخانیہ، الامام فرید الدین عالم ابن العلاء الدھلوی (م۔۷۸۶ھ)، ۱۸: ۶۱۴ مکتبہ زکریا، دیوبند، ہندوستان، ۱۴۳۱ھ۔

122 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۷

وضاحت:

اگر ایک مسلمان نے کسی کافر سے شراب رہن لی پھر وہ سرکہ ہوگئی تو رہن باطل ہے اور سرکہ اس کے ہاتھ میں امانت ہوگا، اور راہن کو اختیار ہوگا چاہے اس کو لیکر مرتہن کا قرضہ ادا کرے یا چاہے قرضہ کے عوض سرکہ اس کے پاس چھوڑ دے بشرطیہ کہ رہن کے روز شراب کی قیمت قرضہ کے برابر ہو۔ بخلاف اس کے کہ اگر کسی کافر نے مسلمان سے شراب رہن لی تو جائز نہیں اور وہ شراب مرتہن کے پاس امانت ہوگی اس لئے کہ شراب مسلمان کے حق میں مال نہیں۔

اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان سے انگور کا شیرہ رہن لیا پھر وہ شراب بن گیا تو مرتہن کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اس کا سرکہ کر ڈالے اور وہ سرکہ اس کے پاس رہن رہے گا اور جس قدر وزن میں گھٹ گیا ہو اس کے حساب سے رہن باطل ہو جائے گا۔ اور اگر راہن کافر ہو تو وہ شراب مذکور کو لے لے گا اور قرضہ اپنے حال پر باقی رہے گا اور مرتہن کو اس کا سرکہ کر ڈالنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اور اگر سرکہ کر ڈالا تو اس دن (جس دن سرکہ کر ڈالا) شراب کی جو قیمت ہو اس قدر قیمت کا ضامن ہوگا اور اپنا قرضہ واپس لے گا۔ اور اگر راہن مسلمان ہو اور مرتہن نے اس کو سرکہ کر ڈالا تو ضامن نہ ہوگا۔[123]

دفعہ ۳۶: ایک ذمی کا دوسرے ذمی کے پاس رہن رکھنا صحیح ہے۔[124]

وضاحت:

ایک ذمی کا دوسرے ذمی کے پاس رہن رکھنا صحیح ہے لیکن اگر ذمی دوسرے کے پاس شراب رہن رکھ لے اور پھر وہ دونوں مسلمان ہو جائے تو شراب رہن نہیں رہے گا اس لئے کہ مسلمان کی شراب مضمون نہیں ہوتی۔ اب اگر مرتہن اس کو سرکہ کر ڈالے تو رہن صحیح ہو جائے گی اور جس قدر اس میں سے کم ہو جائے اسی کے حساب سے رہن باطل ہو جائے گا۔

اسی طرح اگر ایک کافر نے دوسرے کافر سے شراب رہن لی اور مسلمان عادل کے پاس رہن رکھا تو جائز ہے۔ لیکن یہاں عادل سے مراد قابل اعتماد ہونا ہے شرعی عادل مراد نہیں ہے اس لئے کہ شراب قبضہ کرنے سے مسلمان شرعی عادل نہیں رہتا۔

---

123 المحیط البرہانی، ۱۸: ۹۲

124 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۳۷

اگر ایک ذمی نے دوسرے ذمی کے پاس مردار کی کھال رہن رکھ لی اور مرتہن نے اس کی دباغت کی تو وہ رہن نہ ہوگی اور راہن کو اختیار ہوگا کہ اس کو لے لے اور مرتہن کو دباغت کا خرچہ دے دیں۔

دفعہ نمبر ۳۷: حربی مستامن کا حکم رہن لینے اور دینے میں مثل ذمی کے ہے۔[125]

وضاحت:

جو حربی امان لے کر دارالاسلام آجائے اس کو مستامن کہتے ہیں۔ رہن کے لین دین میں اس کا حکم اس ذمی کی طرح ہے جو دارالاسلام میں رہتا ہو اور حکومت کو جزیہ دیتا ہو۔

اگر کسی حربی مستامن نے کچھ مال بعوض قرضہ کے کسی کے پاس رہن رکھا ہو اور پھر وہ دارالحرب لوٹ گیا پر مسلمان اس کے ملک پر غالب آگئے اور حربی مذکور کو قید کیا تو قرضہ باطل ہو جائے گا جو مال اس نے مرتہن کو دیا ہے وہ مرتہن کا ہو جائے گا۔ یہ امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔

اور امام محمدؒ نے فرمایا کہ وہ مال مرہون فروخت کیا جائے گا اور اس کی ثمن سے مرتہن کا قرضہ ادا کیا جائے گا اور جس قدر باقی ہو وہ اس شخص کو ملے گا جس نے حربی مذکور کو قید کیا ہے۔ اور اگر حربی مذکور کے پاس کسی مسلمان کا مال بطور رہن ہو تو وہ مال مرہون راہن کو واپس دیا جائے گا اور حربی کا قرضہ سب ائمہ کے بالاتفاق باطل ہو جائے گا۔[126]

دفعہ ۳۸: غاصب اگر مغصوب کو رہن رکھ لے پھر اس مال مغصوب کو خرید لے تو جائز ہے۔[127]

وضاحت:

اگر کسی نے کسی کا مال غصب کر لیا اور اس کو کسی کے پاس رہن رکھ لیا، پھر غاصب نے مال مغصوب کی قیمت ادا کر کے اس کے مالک سے خرید لیا تو رہن جائز ہو جائے گا۔ اب اگر مشتری (غاصب) نے مبیع میں عیب پایا اور بائع نے عیب کے عوض اس کو کچھ رہن دیا تو جائز نہیں اس لئے کہ یہاں رہن در رہن لازم آتا ہے اور غصب کی صورت میں خیار عیب باقی نہ رہا۔[128]

---

125 الفتاوى الهندية، ۵:۴۳۸

126 المبسوط للسرخسی، ۲۱:۱۵۲

127 الفتاوى الهندية، ۵:۴۳۸

128 فتاوی تاتارخانیہ، ۱۸:۶۲۲

دفعہ ۳۹: مشتری نے بائع کو مال دیا کہ مبیع کے ساتھ ہی بائع کے پاس بعوض ثمن کے رہن رہے، تو جائز ہے۔[129]

وضاحت:

اگر مشتری نے بائع سے کوئی چیز خریدی اور مبیع ابھی بائع کے پاس ہو اور مشتری نے مبیع کی قیمت کے عوض بائع کو کچھ مال رہن دیا تو جائز ہے۔ اب اگر یہ مال مرہون تلف ہو جائے تو بقدر اپنے حصہ قیمت کے تلف شدہ قرار دیا جائے گا۔[130]

دفعہ ۴۰: راہن یا مرتہن کے مرجانے سے رہن باطل نہیں ہوتا۔[131]

وضاحت:

اگر راہن یا مرتہن دونوں میں سے کوئی ایک مر جائے تو رہن باطل نہیں ہوگا بلکہ مال مرہون ورثاء کے پاس رہن باقی رہتا ہے۔[132]

فصل ۵: باپ اور وصی کے رہن کرنے کے بیان میں

دفعہ ۴۱: باپ کا اپنے بالغ بیٹے کا مال اس کے قرض میں رہن کر دینا جائز نہیں۔ اس لئے کہ بالغ فرزند پر باپ کی ولایت نہیں ہے۔[133]

دفعہ ۴۲: باپ کا اپنے نابالغ فرزند کا مال عین بعوض ایسے قرضہ کے جو اس نے اپنے اور نابالغ فرزند کے لئے لیا ہے، رہن رکھنا جائز ہے۔[134]

وضاحت:

اگر کسی باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کا مال ایسے قرض کے عوض رہن رکھ لیا جو اس نے اپنے اور اپنے نابالغ فرزند کے لئے لیا تھا، تو جائز ہے۔ لیکن اگر باپ نے کسی ایسے مشترک چیز کو جو بالغ و نابالغ اولاد کے درمیان مشترک ہو، رہن رکھ لیا تو رہن جائز نہیں جب تک فرزند بالغ اس کو تسلیم نہ کرے اور اگر مال تلف ہو گیا تو باپ بقدر حصہ بالغ ضامن ہو گا اس لئے کہ بالغ بیٹے کے مال میں تصرف بمنزلہ غصب کے ہیں اس پر غصب کا حکم جاری ہو گا۔[135]

---

129 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۳۸

130 فتاوی تاتارخانیہ، ۱۸:۶۲۲

131 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۳۸

132 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۵۸۲

133 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۳۸

134 نفس مصدر

دفعہ ۴۳: باپ کے مرنے کے بعد اس کے وصی کا حکم نابالغ کے مال کے بارے میں مثل باپ کے ہیں سوائے رہن رکھنے میں۔[136]

وضاحت:

اگر نابالغ کا باپ مر گیا اور اس نے کسی کو اس کا وصی بنایا تو اس کا حکم نابالغ کے مال کے بارے میں مثل باپ کے ہے مگر فرق یہ ہے کہ باپ کو یہ اختیار ہے کہ ایک نابالغ کا مال دوسرے کے واسطے رہن دے لیکن وصی کو یہ اختیار نہیں جیسا کہ وہ خود اپنے پاس رہن نہیں لے سکتا۔ اور اگر باپ کا وصی نہ ہو تو سگے دادا کا یہی حکم ہے۔[137]

دفعہ ۴۴: باپ نے اپنے نابالغ بیٹے کی متاع کسی کے پاس رکھ دی پھر بیٹا بالغ ہوا اور باپ مر گیا تو جب تک بیٹا قرضہ ادا نہ کرے تب تک متاع مرہون واپس لینے کا اختیار نہیں رکھتا۔[138]

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ باپ نے اپنے ایک نابالغ بیٹے کے سامان کو قرضہ کے عوض رہن رکھ لیا پھر یہ نابالغ بیٹا بالغ ہوا اور باپ وفات پا گیا تو بیٹے کو مال مرہون کے واپس کرنے کا اختیار اس وقت تک نہیں ہوگا جب تک قرضہ مذکورہ ادا نہ کرے۔ اس لئے کہ فرزند مذکور کی حق میں باپ کی طرف سے یہ تصرف ایسی حالت میں لازم ہوا تھا جس وقت باپ کی ولایت اس کے اوپر قائم تھی اور اس کا باپ اس معاملے میں بیٹے کا قائم مقام تھا۔ پس اگر باپ نے اس مال کو اپنے ذاتی قرضہ میں رہن کیا تھا اور بیٹے نے اس کو ادا کیا تو قرضہ کی مقدار باپ کے مال میں سے واپس لے گا۔ اور اگر فک رہن (رہن چھڑانے) سے پہلے ہی تلف ہو گئی تو بھی یہی حکم ہے۔[139]

دفعہ ۴۵: ماں کا اپنے نابالغ بیٹے کا مال رہن رکھنا جائز نہیں۔ لیکن اگر ماں ایسے شخص کی طرف سے، جو فرزند نابالغ کا ولی ہے، وصی مقرر کی گئی ہو یا اس کو حاکم کی طرف سے رہن کرنے کی اجازت ملی ہو تو جائز ہے۔[140]

---

135 فتاوی قاضیخان، ۳: ۵۸۱

136 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۸

137 فتاوی تاتارخانیه، ۱۸:۶۲۳

138 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۸

139 البدائع الصنائع، ۶: ۱۵۴

140 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۳۸

وضاحت:

اگر کسی نابالغ لڑکے کی ماں نے اس کا مال رہن رکھا تو جائز نہیں جب تک وہ ولی کی طرف سے وصی مقرر نہ کی گئی ہو یا حاکم نے اس کو نابالغ لڑکے کا مال رہن رکھنے کی اجازت نہ دی ہو لیکن اس صورت میں بھی مرتہن کو مال مرہون کے حبس (روکے رکھنے) کا اختیار تو ہو گا لیکن بیع کا استحقاق حاصل نہ ہو گا۔ اگر ماں نے رہن کیا اور مرتہن کو بیع کرنے کا وکیل کیا (کہ قرضہ ادانہ کرنے کی صورت میں مرتہن شئ مرہونہ کو بیچنے میں اس کا وکیل ہو گا) اور حاکم نے بیع و وکالت دونوں کی اجازت دے دی تو مرتہن مذکور حاکم کی طرف سے وکیل ہو جائے گا اور رہن صحیح ہو گا۔

اگر حاکم جس نے مرتہن کو بیع کی توکیل کی اجازت دی تھی معزول کیا گیا ہو اور دوسرا قاضی مقرر کیا گیا ہو اور مرتہن مال مذکور کو فروخت کر چکا ہو اب اگر دوسرے قاضی کے پاس قاضی اول کی اجازت توکیل ثابت ہوا تو وہ اس بیع کو نافذ کرے گا۔ اور اگر قاضی اول کی اجازت توکیل ثابت نہ ہوا تو اس کو اختیار ہے کہ اگر بیع کا رد کرنا ولد مذکور کے حق میں بہتر ہو تو قاضی بیع مذکور کو رد کر دے۔[141]

دفعہ ۴۶: نابالغ بیٹے پر اگر باپ، دوسرے نابالغ بیٹے یا عبد ماذون (جس پر قرضہ نہ ہو) کا قرضہ ہو تو اس قرضے کے عوض اس کا کچھ متاع اس کے پاس رہن رکھنا جائز ہے۔[142]

وضاحت:

اگر ایک شخص کا کوئی نابالغ بیٹا ہو جس پر اپنے باپ کا یا دوسرے نابالغ بھائی کا یا عبد ماذون فی التجارۃ کا قرضہ ہو پس باپ نے قرضدار بیٹے کی کچھ متاع اس قرضے کے عوض اپنے پاس یا دوسرے اپنے نابالغ بیٹے قرض خواہ کے پاس یا اپنے غلام ماذون کے پاس رہن کی تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر باپ پر اپنے نابالغ بیٹے کا قرضہ ہو اور باپ اپنے مال میں سے بعوض قرضہ کے کچھ اپنے بیٹے کے پاس رہن رکھے اور اس مال کو مذکورہ بیٹے کے لئے قبضہ کرے تو جائز ہے۔ اور وصی کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں۔[143]

دفعہ ۴۷: یتیم کے وصی کا اپنا کوئی خادم یتیم کے پاس رہن رکھنا یا یتیم کا خادم اپنے پاس رہن رکھنا جائز نہیں۔[144]

---

141 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۵۵۶

142 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۳۸

143 تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ۶:۶۵

144 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۳۹

وضاحت:

اگر وصی نے یتیم کا کوئی خادم اپنے قرضہ کے عوض اپنے پاس رہن کھ لیا یا اپنا خادم یتیم کے قرضہ کے عوض یتیم کے پاس رہن کیا تو رہن جائز نہیں۔ اسی طرح اگر یتیم نے خود رہن رکھ لیا تو پھر بھی جائز نہیں لیکن اگر یتیم کا وصی اس کے اس معاملے کی اجازت دے تو عقد رہن جائز ہو جائے گا جیسا کہ یتیم کے خرید و فروخت کرنے کا حکم ہے۔

اگر کسی یتیم کے دو وصی ہو اور ایک نے اجازت دے دی تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز نہیں ہے مگر اس صورت میں کہ دوسرا وصی بھی اجازت دے۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز ہے۔ اسی طرح اگر وصی نے یتیم کا مال اپنے طفل نابالغ کے پاس یا اپنے غلام تاجر کے پاس جس پر قرضہ نہیں ہے، رہن کیا تو اپنے پاس رہن کر لینے کی طرح جائز نہیں۔ اور اگر اپنے بالغ بیٹے یا بیٹے کے بالغ بیٹے یا اپنے مکاتب یا تاجر غلام، کہ جس پر قرضہ ہو کے پاس رہن کیا تو جائز ہے۔[145]

دفعہ ۴۸: وصی کا یتیم کے کھانے، کپڑے کے لئے قرضہ لینا اور اس کی عوض رہن رکھنا یا تجارت کے معاملے میں رہن لینا دینا جائز ہے۔[146]

وضاحت:

اگر یتیم کے وصی نے یتیم کے کھانے پینے یا کپڑوں کی خاطر قرضہ لیا پھر اس قرضہ کے عوض یتیم کا مال رہن کیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر وصی نے یتیم کے واسطے تجارت کی اور اس معاملے میں یتیم کے لئے رہن لیا یا دیا تو بھی جائز ہے۔[147]

دفعہ ۴۹: وصی کا نابالغ ورثاء کے لئے نان ونفقہ کی خاطر قرض لینا اور ان کا مال عین رہن رکھنا جائز ہے۔[148]

وضاحت:

اگر کسی وصی نے وارثوں کے واسطے قرض لیا اور ان کا مال عین رہن کیا تو دو حال سے خالی نہیں ہو گا یا تو ان کے نفقہ و نوائب (خرچ وغیرہ حاجات) کے واسطے قرض لیا ہو گا یا ان کے مملوکوں اور چوپاوں کے واسطے لیا ہو گا۔ اور ہر صورت اس سے خالی نہیں کہ یا تو سب وارث بالغ ہونگے یا نابالغ ہونگے، یا

---

145 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۹۹

146 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۳۹

147 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۹۹

148 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۳۹

بالغ ونابالغ دونوں ہونگے۔ پس اگر وارث بالغ ہو تو چاہے غائب ہو یا حاضر، ان کے نفقہ کے واسطے قرضہ لیکر رہن رکھنا جائز نہیں۔ اور اگر وارث نابالغ ہو تو جائز ہے۔ اور اگر بالغ و نابالغ دونوں ہوں تو فقط نابالغوں کے حق میں قرضہ لیکر رہن رکھنا جائز ہو گا بالغوں کے حق میں جائز نہیں۔

اور اگر وصی نے وارثوں کے مملوکوں اور چوپاوں کے نفقہ کے لئے قرضہ لیا تو پس اگر سب وارث بالغ ہو اور حاضر بھی ہو تو وصی کا قرضہ لینا اور مال عین رہن رکھنا جائز نہیں اور اگر غائب ہو تو جائز ہے۔ اور اگر بعض وارث حاضر ہو اور بعض غائب یا ورثاء میں سے کچھ بالغ اور کچھ نابالغ حاضر ہو تو امام صاحب کے نزدیک قرض لینا جائز ہے۔ صاحبین کے نزدیک قرضہ لینا فقط بالغان غائب اور نابالغوں کے حق میں جائز ہے باقیوں کے حق میں جائز نہیں۔ اور قرضہ کے عوض رہن رکھنا سب کے حق میں جائز نہیں۔[149]

دفعہ ۵۰: میت کا وصی اس کے ترکہ میں سے کچھ عین مال میت کے کسی قرض خواہ کو رہن دے تو رہن جائز نہیں۔[150]

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی میت پر قرضہ ہو اور اس کے وصی نے اس کے ترکہ میں سے کچھ عین مال اس کے کسی قرض خواہ کے پاس رہن کیا تو جائز نہیں اور باقی قرض خواہوں کو اختیار ہو گا کہ اس کو رد کر دیں اور اگر وصی نے باقی قرض خواہوں کے رد کر دینے سے پہلے اس ایک کا قرضہ ادا کیا تو رہن جائز ہو گا۔ اور اگر میت کا ایک کے سوا دوسرا قرض خواہ نہ ہو تو رہن مذکور جائز ہو گا اور شئی مرہونہ کو قرضہ میں فروخت کر سکتا ہے۔

دفعہ ۵۱: میت کا کسی پر قرضہ ہو اور وصی نے اس قرضہ کے عوض اس سے رہن لیا تو جائز ہے۔[151]

وضاحت:

اگر وصی نے کسی شخص سے جس پر میت کا قرضہ آتا ہے رہن لیا تو جائز ہے۔ اسی طرح اگر میت نے خود ہی اس قرض دار سے رہن لیا تو اس کا وصی اس مرہون کے روک رکھنے میں اس کا قائم مقام ہو گا لیکن وصی اس مال کو بدون راہن کے فروخت نہیں کر سکتا اور وصی کو اختیار ہے کہ میت پر جو قرضہ ہے اس کے عوض رہن دے دیں اس لئے کہ جو امور میت کے حوائج میں سے ہیں ان میں میت اس کا قائم مقام ہے اور قرضہ کا ادا کرنا اس کے حوائج میں سے ہیں۔ پس جس طرح وصی میت کے قرضہ ادا کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسی طرح اس کے عوض رہن دینے کا بھی اختیار رکھتا ہے۔[152]

---

149 المحیط البرہانی، ۱۸: ۸۲

150 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۳۹

151 نفس مصدر

152 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۹۹

دفعہ ۵۲:راہن مر گیا تو اس کا وصی مال مرہون کو فروخت کر کے مرتہن کا قرضہ ادا کرے گا۔[153]

وضاحت:

اگر کسی آدمی پر قرضہ ہو اور اس نے اس قرض کے عوض کوئی شئ رہن رکھی پھر وہ فوت ہوا تو اس کا وصی اس شئ مرہونہ کو بیچ کر اس کا قرضہ ادا کرے گا اور اگر اس کا وصی نہ ہو تو قاضی اس کی طرف سے وصی مقرر کرے گا اور اس کو حکم دے گا کہ مرہون کو فروخت کرے۔[154]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲، میں مذکور ہے۔

91. Persons who may sue for redemption. Besides the mortgagor, any of the following persons may redeem, or institute a suit for redemption of, the mortgaged property, namely: -

(a) "any person (other than the mortgagee of the interest sought to be redeemed) who has any interest in, or charge upon, the property mortgaged or in or upon the right to redeem the same".

(b) "any surety for the payment of the mortgage-debt or any part thereof; or

(c) "any creditor of the mortgagor who has in a suit for the administration of his estate obtained a decree for sale of the mortgaged property".[155]

ترجمہ: فک رہن کا استحقاق: راہن کے علاوہ مندرجہ ذیل اشخاص کو فک رہن یا اس کے لئے دعویٰ دائر کرنے کا استحقاق حاصل ہے۔

(۱) ہر وہ شخص (مرتہن کے علاوہ) جس کا مال مرہون کے منافع یا اس کے عین میں حصہ ہو، اس کے چھڑانے کا استحقاق رکھتا ہے۔

(۲) ہر وہ شخص جو لئے گئے پورے قرضے یا اس کے کچھ حصے کی ادائیگی کی ضمانت دے۔

(۳) راہن کی طرف سے مقرر کیا گیا وکیل علی البیع بھی فک رہن کا استحقاق رکھتا ہے۔

اسی دفعہ کی تائید شرعی قوانین کی طرح مروجہ قانون دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ کے سیکشن ۹۱ کے سب سیکشن "بی" سے ہوتی ہے۔ کہ ہر وہ شخص جو قرضہ کی ادائیگی کی ضمانت دے وہ فک رہن کرا سکتا ہے اور راہن کا وصی بھی مرتہن کی قرض کی ادائیگی کے لئے مرہون کی فروخت کرنے کی

---

153 الفتاوی الهندية، ۵:۴۳۹

154 نفس مصدر

155 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT,1882 Sec:91

نیت سے فک رہن کرتا ہے۔ اسی طرح شرعی قوانین میں راہن کا اگر وصی نہ ہو تو قاضی اس کا وصی مقرر کرے گا اور وہ فک رہن کر سکتا ہے۔ اسی طرح وضعی قوانین میں بھی راہن / قاضی کی طرف سے مقرر کردہ وکیل علی البیع فک رہن کا استحقاق رکھتا ہے۔

دفعہ ۵۳: میت کے وارث بالغ نے متاع میت میں سے کوئی چیز کسی کے پاس رہن کر دی اور میت پر قرضہ ہے اگر میت کے قرض خواہوں نے مخاصمہ کیا تو قاضی اس رہن کو باطل کر دے گا۔[156]

وضاحت:

اگر میت کے وارث واحد (بالغ) نے متاع میت میں سے کوئی چیز رہن کر دی حالانکہ میت پر قرضہ ہے۔ پس اگر قرض خواہ نے قرض کی ادائیگی کے لئے جھگڑا کیا تو قاضی اس رہن کو باطل کر دے گا اور مال مرہون اس کے قرضے میں فروخت کیا جائے گا۔ اگر وارث نے اس کا قرضہ ادا کر دیا تو رہن جائز ہو گا۔

اگر میت پر قرضہ نہ ہو اور وارث بالغ یا نابالغ کے وصی نے میت کے مال میں سے کوئی مال عین اس قرضہ کے عوض جو انھوں نے اپنے نفقہ پر خرچ کئے ہیں، رہن رکھ دیا۔ پھر ایک ایسا چیز جس کو میت نے اپنے زندگی میں فروخت کیا تھا، عیب کی وجہ سے ورثاء کو واپس کر دیا گیا اور وہ اس کے پاس تلف ہو گیا اور مشتری کا ثمن، میت کے مال پر قرضہ ہو گیا اور میت کا سوائے اس مال کے جو انہوں نے نفقہ کے عوض رہن رکھا ہے، اور کوئی مال نہیں، تو وہ رہن جائز رہے گا اس لئے کہ جس وقت مرتہن کو مال مرہون سپرد کیا گیا تھا اس وقت مال میت پر قرضہ نہیں تھا اور یہ مال وارث کے غیر کے حق ملک سے فارغ تھا۔ یہی حکم اس صورت میں بھی ہے اگر میت نے اپنی باندی کا نکاح کرایا اور اس کا مہر خود وصول کیا پھر وارث نے باندی کو شوہر کے دخول سے پہلے آزاد کر دیا اور باندی نے شوہر کے ساتھ رہنا نہ چاہا اور شوہر کا مہر میت کے ترکہ میں قرض ہوا تو بھی رہن جائز ہو گا۔

بخلاف اس صورت کے کہ جب میت کے فروخت کردہ غلام پر کسی کا استحقاق ثابت کیا گیا اور وہ آزاد ثابت ہوا تو اس صورت میں رہن باطل ہو جائے گا اس لئے کہ یہ امر ظاہر ہے کہ جس وقت وارث نے ترکہ میں سے مال عین کو رہن کیا اس وقت میت پر قرضہ تھا اس لئے کہ یہ غلام ابتداء ہی سے آزاد تھا اور عقد بیع کے تحت داخل ہی نہیں تھا اور نہ اس کا ثمن مملوک ہے۔ اور استحقاق ثابت ہونے سے جڑ سے عقد بیع باطل ہو جاتا ہے لہذا راہن اس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔

---

156 نفس مصدر

علیٰ ہذا اگر میت کے کھودے ہوئے کسی کنویں میں اس کے مرنے کے بعد کوئی شخص تلف ہو گیا تو اس کی ضمان مال میت پر قرضہ ہوئی پس وارث کا جو تصرف ترکہ کے مال میں ہوا ہے وہ باطل نہ ہو گا یعنی رہن جائز ہو گا لیکن وارث اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اس لئے کہ اس نے مال عین متروکہ میں اپنے تصرف سے غیر کا حق باطل کر دیا۔[157]

دفعہ ۵۴: وصی نے مال یتیم کو اس کے قرضے کے عوض رہن کیا اور پھر مرتہن کے قبضے کے بعد وصی نے مرہون کو یتیم کی حاجت کے لئے مرتہن سے مستعار لیا اور وصی کے پاس ضائع ہوا تو وہ مال رہن سے باہر ہو گیا اور مال یتیم کا ضائع ہوا۔[158]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں یتیم کا مال گیا اور اب چونکہ قرضہ تو مرہون سے ساقط نہ ہوا تو مرتہن اپنا قرضہ وصی سے لے لے گا اور وصی اس قدر مال یتیم میں سے لے گا۔ لیکن اگر وصی نے مرہون چیز کو اپنی حاجت کے لئے مرتہن سے مستعار لیا ہو تو وہ یتیم کے واسطے اس کا ضامن ہو گا۔ اگر وصی نے یتیم کا مال رہن کیا پھر اس کو غصب کر کے اپنے کام میں لایا اور تلف ہو گیا تو وصی اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور یتیم سے کچھ نہیں لے گا۔ اور اگر یتیم کے حاجت کے واسطے غصب کیا اور تلف ہو گیا تو وصی مرتہن کے حق کے واسطے ضامن ہو گا اور یتیم کے حق کے واسطے ضامن نہیں ہو گا اور شئ مغصوب کی قیمت وصی کے ذمے قرض رہے گی۔ مرتہن وصی سے اور وصی یتیم سے اس قدر واپس لے گا۔[159]

باب ۲: ایسے رہن کے بیان میں جس میں کسی عادل کے پاس رکھے جانے کی شرط ہو۔

دفعہ ۵۵: اگر کسی شخص نے دوسرے سے کوئی مال رہن لیا اور راہن نے اس شرط سے سپرد کیا کہ ہم دونوں اس کو کسی عادل شخص کے پاس رکھیں گے اور عادل نے منظور کر لیا اور قبضہ کر لیا تو رہن پورا ہو جائے گا۔[160]

وضاحت:

---

157 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۱۰۰

158 الفتاوی الھندیة، ۵: ۴۴۰

159 البدائع الصنائع، ۶: ۱۵۵

160 الفتاوی الھندیة، ۵: ۴۴۰

امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر کسی نے عقد رہن کیا اور راہن نے مرہون کو کسی عادل کے ہاتھ میں دینے کی شرط لگائی تو جائز ہے اور یہ عادل شخص مرتہن کا نائب ہوگا۔ عادل سے مراد یہاں وہ شخص ہے جو راہن و مرتہن کے خیال میں عادل ہو۔ پس اگر عادل نے مرہون پر قبضہ کرلیا اور وہ مال مرہون عادل کے پاس تلف ہوگیا تو مرتہن کا قرضہ ساقط ہوجائے گا۔

اور اس حکم میں عادل مذکور مرتہن کا نائب ہے اور حق ضمان میں راہن کا نائب ہے، پس اگر مال مرہون پر عادل کے پاس کوئی استحقاق ثابت کرے اور عادل سے اس کا تاوان لے تو عادل اس مال ضمان کو راہن سے لے گا۔[161]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲، میں مذکور ہے۔

Power of sale valid. (1) "A mortgagee, or any person acting on his behalf, shall, subject to the provisions of this section, have power to sell or concur in selling the mortgaged property, or any part thereof, in default of payment of the mortgage-money, without the intervention of the Court".[162]

ترجمہ: مرہون کو فروخت کرنے کا استحقاق: مرتہن اور اس کا نائب یا عادل (اس دفعہ کی تناظر میں) یہ استحقاق رکھتا ہے کہ قرض کی مقررہ میعاد تک ادا نہ ہونے کی صورت میں، عدالت کی مداخلت کے بغیر، پورے یا بعض مرہون کو فروخت کردے۔

شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی مال مرہون کو کسی عادل آدمی کے پاس رکھنا جائز ہے اور جس طرح شرعی قوانین میں عادل وکیل علی البیع کو قرض کی ادائیگی کے لئے مرہون کے فروخت کرنے کا استحقاق حاصل ہے اسی طرح وضعی قوانین میں بھی عادل مرتہن کا نائب ہے اور ادائیگی قرض کے لئے مال مرہون کے فروخت کرنے کا استحقاق رکھتا ہے۔

دفعہ ۵۶: راہن اور مرتہن نے شرط لگائی کہ مرتہن رہن پر قبضہ کرلے پھر دونوں اس کو عادل کے پاس رکھ دے تو جائز ہے۔[163]

---

161 المحیط البرہانی، ۱۸: ٦٧

162 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882,Sec.69

163 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۴۰

وضاحت:

اگر عقد رہن کے وقت راہن اور مرتہن نے یہ شرط لگائی کہ پہلے مرتہن رہن پر خود قبضہ کرلے پھر راہن اور مرتہن دونوں مرہون کو کسی عادل شخص کے پاس رہن رکھ لیں گے تو بھی رہن جائز ہے اس لئے کہ جب عادل ابتداء میں مرتہن کا قائم مقام ہے تو حالت بقاء میں بھی مرتہن کا قائم مقام ہو سکتا ہے۔[164]

دفعہ ۵۷: عادل نے اگر مال مرہون کو راہن و مرتہن دونوں میں سے کسی ایک کے رضامندی کے بغیر دوسرے کو دے دیا اور اس صورت میں تلف ہو گیا تو عادل اس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔[165]

وضاحت:

عادل کو یہ اختیار نہیں کہ مرتہن کی رضامندی کے بغیر، قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون راہن کو دے دیں۔ اور اگر مال مرہون کو راہن و مرتہن دونوں میں سے کسی ایک کے رضامندی کے بغیر دوسرے کو دے دیا تو دوسرے کو اختیار ہو گا کہ واپس کرا کر پھر عادل مذکور کے پاس رہے اور اگر واپس کرانے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا تو تعدی کی وجہ سے عادل اس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔

صاحب ردالمحتار نے لکھا ہے۔"ولیس للعدل جعلها رهنا فی یده لئلا یصیر قاضیا ومقضیا(مقتضیا) "[166] اگر عادل نے چاہا کہ مرہون کی قیمت اپنے پاس بطور رہن رہنے دے تو اس امر پر قادر نہ ہو گا اس لئے کہ قیمت اس کے ذمے قرضہ واجب ہوئی ہے تو ایک ہی شخص قاضی اور مقضی علیہ (مقتضی) بن جائے گا۔ اس لئے اس کے بعد راہن و مرتہن دونوں اتفاق کریں گے کہ اس قیمت کو عادل سے وصول کر کے دونوں اسی عادل کے پاس یا دوسرے عادل کے پاس رکھیں گے یا معاملہ قاضی کے سامنے پیش کیا جائے گا اور قاضی قیمت لے کر اس عادل یا دوسرے کے پاس رکھے گا۔[167]

---

164 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۷۷

165 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۴۰

166 ردالمحتارعلی الدر المختار، ۱۰: ۱۱۷

167 نفس مصدر

شمس الائمہ حلوانیؒ نے ذکر کیا ہے کہ اگر عادل نے عمداً مال مرہون دونوں میں سے کسی کو دیا ہو تو قیمت اس سے لیکر دوسرے عادل کے پاس رکھی جائے گی اور اگر اس نے دینے میں خطا کی ہو تو اس سے قیمت لیکر پھر اس کے پاس رکھی جائے گی بشرطیکہ اس سے کوئی خیانت ثابت نہ ہوئی ہو اور اپنے حال پر باقی رہا ہو۔[168]

تقابل:

کنٹریکٹ ایکٹ، ۱۸۷۲ میں مذکور ہے۔

Suit by bailor or bailee against wrong-doer

"If a third person wrongfully deprives the bailee of the use or possession of the goods bailed, or does them any injury, the baliee is entitled to use such remedies as the owner might have used in the like case if no bailment had been made; and either the bailor or the bailee may bring a suit against a third person for such deprivation or injury".[169]

ترجمہ: مرہون میں تعدی کرنے والے پر راہن یا مرتہن کا دعویٰ دائر کرنا: اگر ایک تیسرا شخص مرتہن کو مال مرہون کے استعمال سے یا قبضے سے تجاوز کرتے ہوئے محروم کرے، یا اس کو مجروح کر دے تو مرتہن اس نقصانات کا اسی طرح ازالہ کرے گا جیسا کہ راہن، رہن نہ رکھنے کی صورت میں یہ ازالہ کرتا۔ اس کے بعد راہن اور مرتہن دونوں کو اختیار ہے کہ اس تیسرے شخص کے خلاف ان نقصانات کا دعویٰ دائر کرے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین دونوں میں اگر ایک عادل یا تیسرا شخص مال مرہون میں تصرف کرے جس کی وجہ سے اس میں نقصان پیدا ہو تو اس کی تلافی اسی تیسرے شخص سے ہوگی۔ اگر وہ انکار کرے تو راہن یا مرتہن اس کے خلاف دعویٰ دائر کر سکتے ہیں۔

دفعہ ۵۸: عادل نے اگر مال مرہون مرتہن کو بطور رہن دیا تو تلف ہونے کی صورت میں عادل مال ضمان مرتہن سے واپس لے گا۔[170]

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ کسی عادل شخص کے پاس کسی نے کوئی چیز رہن رکھی اور اس نے وہ چیز مرتہن کو بطور رہن دیا اور اس سے کہا کہ یہ تیرا رہن ہے اس کو اپنے حق کے عوض لے اور اپنے قرضہ کے عوض رہنے دے۔ اب اگر وہ مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا یا اس نے خود تلف کر دیا تو

---

168 المحیط البرہانی، ۱۸:۶۷

169 CONTRACT ACT 1872,Sec.179

170 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۴۰

عادل اس مال ضمان کو مرتہن سے واپس لے گا اس لئے کہ عادل نے اس کو ایسی وجہ پر دیا تھا جس سے ضمان واجب ہوتی ہے۔ اور اگر مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دی ہو تو خود تلف ہونے کی صورت میں مرتہن ضامن نہ ہو گا اور تلف کرنے کی صورت میں مرتہن ضامن ہو گا۔[171]

دفعہ ۵۹: اگر مال مرہون کسی عادل کے قبضہ میں ہو اور راہن و مرتہن نے عادل کو مال مرہون کے بیع کر دینے کا اختیار دیا ہو، یا عادل مذکور کے علاوہ کسی اور کو بیع کا اختیار دیا ہو، یا راہن نے خود مرتہن کو اس کے بیع کر دینے کا مختیار کر دیا، تو یہ سب جائز ہے۔[172]

وضاحت:

مال مرہون کے بیع کر دینے کا اختیار عادل یا عادل کے علاوہ کسی اور شخص یا مرتہن سب کو حاصل ہے بشرطیہ کہ راہن و مرتہن کی رضامندی سے ہو۔ جس کو اختیار دیا ہے تو مرتہن اور راہن دونوں میں سے کوئی بھی اس کے معزول کرنے کا اختیار نہیں رکھتا، اور جب رہن فروخت کیا جائے تو اس کا ثمن رہن رہے گا۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر عادل نے مال مرہون کو اپنے بیٹے یا بیوی کے ہاتھ فروخت کر دیا تو جائز نہیں لیکن اگر راہن و مرتہن اجازت دے تو جائز ہو گا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اگر اس قدر خسارہ سے فروخت کر دیا جس قدر خسارہ لوگ اپنے اندازہ کرنے میں برداشت کر جاتے ہیں تو جائز ہے۔[173]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲، میں مذکور ہے۔

Power of sale valid. (1)" A mortgagee, or any person acting on his behalf, shall, subject to the provisions of this section, have power to sell or concur in selling the mortgaged property, or any part thereof, in default of payment of the mortgage-money, without the intervention of the Court".[174]

ترجمہ: مرہون کو فروخت کرنے کا استحقاق: مرتہن اور اس کا نائب یا عادل (اس دفعہ کی تناظر میں) یہ استحقاق رکھتا ہے کہ قرض کی مقررہ میعاد تک ادا نہ ہونے کی صورت میں، عدالت کی مداخلت کے بغیر، پورے یا بعض مرہون کو فروخت کر دے۔

---

171 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۵۵۴

172 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۴۰

173 المبسوط للسرخسي، ۲۱: ۷۹

174 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882,Sec.69

دفعہ مذکورہ کی تائید شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین سے بھی ہوتی ہے کہ قرض کی مقررہ میعاد تک ادا نہ ہونے کی صورت میں مرتہن کا نائب یا عادل پورے یا بعض مرہون کے بیع کا اختیار رکھتا ہے۔

دفعہ ٦٠: راہن اگر عادل (مختار فی البیع) کو بدون رضائے مرتہن کے معزول کرنا چاہے اور بیع کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہوا ہو تو بالاتفاق راہن کو یہ اختیار حاصل نہیں۔[175]

وضاحت:

اگر راہن نے عادل مختار فی البیع کو مرتہن کی رضامندی کے بغیر معزول کرنا چاہا اور بیع کرنے کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہو تو بالاتفاق راہن کو معزول کرنے کا اختیار نہ ہوگا اور اگر عقد رہن میں مشروط نہ ہو تو بھی بعض مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے اور شیخ الاسلامؒ نے اس کو صحیح کہا ہے۔ شمس الائمہ سرخسیؒ نے فرمایا ہے کہ ظاہر الروایہ کے موافق اس کو معزول کرنے کا اختیار ہے اور امام ابو یوسفؒ کے روایت میں اختیار نہیں ہے۔[176]

دفعہ ٦١: اگر راہن و مرتہن دونوں نے عادل کو مال مرہون کی بیع کے اختیار سے معزول کر دیا تو معزول ہو جائے گا اگر وہ اس سے آگاہ ہو۔[177]

وضاحت:

اگر راہن و مرتہن نے عادل کو مرہون کے بیع کے اختیار سے معزول کر دیا اور چاہے ابھی دوسرے کو اس کے بیع پر قادر کر دیا ہو یا نہیں، لیکن عادل مذکور اس اختیار سے معزول ہو جائے گا بشرطیہ کہ وہ اس معزولی سے آگاہ ہو اور اگر آگاہ نہ ہو تو وہ اپنی وکالت و اختیار پر باقی رہے گا۔

دفعہ ٦٢: اگر حالت اختیار کے موافق عادل نے مرہون کو فروخت کر دیا اور اس کا ثمن اس کے پاس تلف ہو گیا تو قرضہ ساقط ہو جائے گا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے ساقط ہوتا ہے۔[178]

---

175 الفتاوی الھندیة،۵:۴۴۱

176 المبسوط للسرخسی،۷۹:۲۱

177 الفتاوی الھندیة،۵:۴۴۱

178 نفس مصدر

وضاحت:

عادل کو مال مرہون فروخت کرنے کا اختیار نہیں ہوتا الا اس صورت میں کہ عقد رہن میں یہ امر مشروط ہو یا عقد رہن کے تمام ہونے کے بعد یہ اختیار دیا جائے پس جس حالت اختیار کے موافق اس نے فروخت کیا تو ثمن اس کے پاس رہن ہو گا اور اگر یہ ثمن اس کے پاس تلف ہو گیا تو قرضہ ساقط ہو جائے گا جیسا کہ مرتہن کے پاس تلف ہونے سے ساقط ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر ثمن اس طرح تلف ہوا کہ مشتری سے وصول ہی نہ ہو سکا تو بھی یہ نقصان مرتہن کے ذمے ہو گا۔ کیونکہ ثمن بھی عین کا قائم مقام ہے اور رہن جس وقت تمام ہو جائے اس کے بعد نقصان جس کے قبضے میں ہو مرتہن کے ذمے قرار دی جاتی ہے۔

دفعہ ۶۳: عادل نے مرہون کے بیع کرنے سے انکار کیا اور بیع کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو عادل مذکور پر جبر کیا جائے گا۔[179]

وضاحت:

اگر عادل نے مرہون کے بیع کرنے سے انکار کیا پس اگر بیع کرنا عقد رہن میں مشروط ہو تو مرہون کے فروخت کرنے کے لئے عادل مذکور پر جبر کیا جائے گا۔ اگر رہن پورا ہونے کے بعد یہ امر قرار دیا گیا ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پھر بھی جبر کیا جائے گا اور اسی کو بعض مشائخ نے اختیار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ جبر نہیں کیا جائے گا اور اسی کو شیخ الاسلام خواہر زادہؒ نے اختیار کیا ہے۔[180]

دفعہ ۶۳: جبر یہ ہے کہ عادل کو چند روز قید کیا جائے پھر بھی اگر وہ نہ مانے تو راہن پر جبر کیا جائے گا کہ وہ بیع کر دے اگر وہ بھی انکار کر دے تو قاضی خود فروخت کرے گا۔[181]

وضاحت:

صاحب کتاب نے جبر کی تفسیر یوں بیان کی ہے کہ اگر عادل مرہون کی بیع سے انکار کر دے تو قاضی اس کو چند روز قید کرے گا اور اگر پھر بھی وہ اصرار کرے تو راہن پر جبر کیا جائے گا کہ وہ بیع کر دے اور اگر اس نے انکار کیا تو قاضی خود فروخت کر دے۔

بعض مشائخ نے کہا ہے کہ یہ صاحبین کا قول ہے اور انھوں نے اس کو مدیون پر قیاس کیا ہے، کہ جب مدیون اپنا مال فروخت کرنے سے انکار کرے تو حاکم اسکو فروخت کر دیتا ہے۔ اور بعض نے کہا کہ یہ ائمہ ثلاثہ کا قول ہے اور یہی صحیح ہے۔ پھر جب راہن بیع کے لئے مجبور کیا گیا اور اس نے بیع کر دی تو

---

179 نفس مصدر: ۴۴۲

180 ردالمحتار علی الدر المختار، ۱۰:۱۱۹

181 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۴۲

یہ بیع اس جبر کی وجہ سے فاسد نہ ہو گی۔ اس لئے کہ جبر ادائے قرضہ کے لئے واقع ہوا ہے اور یہ بھی قرض کی ادائیگی کے لئے ایک طریقہ ہے حتیٰ کہ اگر اس کے علاوہ کسی اور طریقے سے ادا کیا گیا تو بھی صحیح ہو گا۔[182]

دفعہ ۶۴: راہن یا مرتہن یا عادل کسی کے مرتد ہونے سے رہن کی بیع اور وکالت جائز رہتی ہے۔[183]

وضاحت:

اگر عادل مرتد ہو گیا اور پھر اس نے رہن کو فروخت کیا اور پھر اسی حالت ردت میں قتل کیا گیا تو بیع جائز ہو گی اور اگر عادل مذکور مرتد ہو کر دار الحرب چلا گیا پھر مسلمان ہو کر واپس آیا تو وہ اپنی وکالت پر رہے گا۔

بعض نے کہا کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ قاضی کی طرف سے اس کے دار الحرب میں جاملنے کا حکم جاری ہونے سے پہلے لوٹ آیا ہو اور اگر قاضی کی طرف سے یہ حکم جاری ہونے کے بعد لوٹ آیا ہو تو امام ابویوسفؒ کے نزدیک پھر وکیل نہیں رہے گا اور امام محمدؒ کے نزدیک وکیل رہے گا اور بعض نے کہا ہے کہ بالاتفاق وکیل رہ سکتا ہے۔ اور یہ صحیح ہے۔[184]

اور اگر راہن و مرتہن دونوں مرتد ہو گئے اور دار الحرب میں جاملے یا ردت پر قتل کئے گئے پھر عادل نے مال مرہون کو فروخت کیا تو اس کی بیع جائز ہو گی۔[185]

دفعہ ۶۵: راہن و مرتہن دونوں یا ان میں سے کسی ایک کے مرنے سے عادل کا اختیار باطل نہیں ہوتا۔[186]

وضاحت:

اگر راہن و مرتہن دونوں یا ایک مر گیا تو عادل کے پاس مال مرہون کے بیع اور حبس کا اختیار باقی رہے گا۔ اور اگر راہن مر گیا تو عادل کا مال مرہون کے بیع کا اختیار باطل نہ ہو گا بشرط یہ کہ یہ اختیار عقد رہن میں مشروط ہو اور اگر مشروط نہ ہو تو بھی بعض مشائخ کے نزدیک یہی حکم ہے۔[187]

---

182 التبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ۲: ۸۲

183 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۴۲

184 نفس مصدر

185 المبسوط للسرخسي، ۲۱: ۸۸

186 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۴۲

187 المبسوط للسرخسي، ۲۱: ۸۸

شیخ الاسلام خواہر زادہؒ نے فرمایا ہے کہ جو عادل عقد رہن کے ساتھ بیع کا وکیل ہو اس کا حکم بیع مفرد کے وکیل سے چار باتوں میں مختلف ہے۔

اول یہ کہ عادل وکیل علی البیع شئ مرہون کو اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت کر سکتا ہے جب کہ وکیل بیع مفرد اپنے بیٹے کے ہاتھ فروخت نہیں کر سکتا۔

دوسرا یہ کہ عادل پر بیع کرنے کے لئے جبر کیا جا سکتا ہے لیکن وکیل بیع مفرد پر جبر نہیں کیا جا سکتا۔

تیسرا یہ کہ عادل، راہن کے معزول کرنے سے معزول نہیں ہو گا جب کہ بیع مفرد کے وکیل کو مالک معزول کر سکتا ہے۔

چوتھا یہ کہ راہن کے مرنے سے عادل وکیل علی البیع معزول نہ ہو گا جب کہ وکیل بیع مفرد مالک کے مرنے سے معزول ہو جاتا ہے۔

اور ان احکام کے علاوہ باقی احکام میں عادل اور وکیل بیع مفرد ایک جیسے ہیں۔[188]

دفعہ ۶۶: عادل (عقد رہن) کے مر جانے کی صورت میں وکالت بیع باطل ہو جاتی ہے۔[189]

وضاحت:

عقد رہن کے عادل کے مر جانے سے وکالت باطل ہو جاتی ہے خواہ عقد رہن میں مشروط ہو یا اس کے بعد۔ اور عادل کا وصی یا اس کا وارث اس کا قائم مقام نہ ہو گا۔ اگر عادل کے سوا دوسرا شخص مال مرہون فروخت کرنے پر قادر کیا گیا ہو اور وہ مر گیا تو وکالت باطل ہو جائے گی۔ اگر عادل نے اپنے لئے بیع پر وکیل مقرر کر دیا تو عادل کے سامنے اس کا بیع کرنا جائز اور پیٹھ پیچھے جائز نہیں لیکن اگر عادل بیع کی اجازت دے دے۔ اور اگر عادل نے مقدار مقررہ پر فروخت کرنے پر وکیل مقرر کیا تو اس قدر دام فروخت کرنے سے جائز ہے۔[190]

دفعہ ۶۷: اگر عادل دو آدمی ہو اور دونوں کو مرہون کے فروخت کرنے کی اجازت ہو اور ایک نے فروخت کر دیا تو جائز نہیں۔[191]

وضاحت:

اگر عقد رہن میں مال مرہون دو عادل آدمیوں کے پاس ہو اور دونوں کو بیع کرنے کی اجازت دی گئی ہو لیکن ایک نے دوسرے کے اجازت کے بغیر فروخت کر دی تو جائز نہیں۔ اس لئے کہ بیع میں رائے کی حاجت ہے اور ایک کی رائے مثل دو کے رائے کی نہیں ہوتی لیکن اگر پھر دوسرے نے بھی اجازت دے دی تو جائز ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر راہن و مرتہن نے بیع کی اجازت دے دی تو بھی جائز ہو جائے گی چنانچہ اگر کسی فضولی نے مال

---

188 نفس مصدر

189 الفتاوی الھندیۃ، ۵:۴۴۲

190 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۵۵۶

191 الفتاوی الھندیۃ، ۵:۴۴۲

مرہون فروخت کیااور راہن و مرتہن نے اجازت دے دی تو جائز ہو جاتی ہے اور اگر ایک نے اجازت دی تو جائز نہ ہو گی۔ اور اگر راہن و مرتہن دونوں نے اجازت دی لیکن عادل نے انکار کیا تو پھر بھی بیع جائز ہو گی اس لئے کہ حق ان ہی دونوں کا ہے۔[192]

دفعہ ۶۸: دین موجل کے عوض مال عین رہن کیا اور ایک عادل کو میعاد آنے پر بیع کا اختیار دیا گیا لیکن عادل نے میعاد تک مرہون پر قبضہ نہ کیا تو رہن باطل ہے اور بیع کے واسطے وکالت باقی رہے گی۔[193]

وضاحت:

ایک شخص نے میعادی قرضے کے عوض کچھ مال عین رہن دیا اور دونوں نے ایک عادل کو مختار کر دیا کہ میعاد آ جانے پر اس کو فروخت کر دے۔ پھر عادل نے مرہون پر قبضہ نہ کیا یہاں تک کہ میعاد آگئی تو رہن باطل ہے اور بیع کے واسطے وکالت باقی رہے گی۔[194]
اگر ایک شخص نے دوسرے کا گھر رہن لیا اور راہن نے ایک شخص کو اس گھر کو فروخت کرنے اور اس کا ثمن مرتہن کو دینے پر قادر کیا لیکن مرتہن نے ادائے قرضہ کی میعاد تک اس گھر پر قبضہ نہ کیا تو رہن نہ ہو گا اور اگر عادل نے اس گھر کو فروخت کیا تو بیع بوجہ وکالت جائز ہو گی نہ بوجہ رہن۔ اور جب عادل اس کو فروخت کر دے تو ثمن راہن کو دے گا نہ مرتہن کو، اور اگر مرتہن کو دیا تو ضامن نہ ہو گا۔ اور اگر راہن نے اس کو بیع سے منع کر دیا تو بیع جائز نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر راہن مر گیا تو اس کے مرنے کے بعد عادل کو اس کے فروخت کرنے کا اختیار نہ ہو گا اور مرتہن اس مال مرہون کے حق میں اور قرض خواہوں کی طرح ہو گا۔ اور اگر غلام مرہون کو کسی دوسرے غلام نے قتل کیا اور قتل کے جرم میں قاتل مذکور عادل کے حوالے کیا گیا تو عادل اس غلام کی بیع کا بھی مختار ہو گا۔[195]

دفعہ ۶۹: اگر عادل مرہون کی بیع کا مطلقاً مختار کیا گیا تو اس کو اختیار ہے جس جنس اور جس قدر کے عوض چاہے فروخت کرے نقد اور ادھار دونوں فروخت کرنا جائز ہے۔[196]

وضاحت:

---

[192] المبسوط للسرخسی،۲۱:۸۶

[193] الفتاوی الهندیة،۵:۴۴۳

[194] نفس مصدر

[195] المبسوط للسرخسی،۲۱:۸۶

[196] الفتاوی الهندیة،۵:۴۴۳

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کسی عادل شخص کے پاس مال مرہون رکھا گیا اور اس کو مرہون کی بیع کا مطلق اختیار دیا گیا تو عادل کو اختیار ہے کہ درہم و دینار جس جنس کے عوض چاہے فروخت کر دے اور جنس قدر کے عوض چاہے اس کے قیمت کے مساوی ہو یا ایسا کم ہو کہ لوگ اندازہ کرنے میں اتنا خسارہ اٹھا جاتے ہیں، اور چاہے نقد یا ادھار، فروخت کر دے۔ صاحبینؒ کے نزدیک مطلقا بیع کی صورت میں عادل کو یہ اختیار نہیں کہ بما یتغابن الناس سے فروخت کرے اور نہ درہم و دینار کے سواء دوسرے جنس کے عوض فروخت کر سکتا ہے اور نہ ادھار فروخت کر سکتا ہے۔[197]

اور اگر بیع سلم میں مسلم فیہ کے عوض رہن دیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس کو اختیار ہے کہ مسلم فیہ کے جنس کے عوض یا دوسرے جنس کے عوض فروخت کرے۔ لیکن صاحبینؒ کے نزدیک بیع سلم کی صورت میں صرف جنس مسلم فیہ کے عوض بیچنا جائز ہے۔ اگر راہن نے عادل کو رہن کے وقت مرہون کو ادھار فروخت کرنے سے منع کیا تو اس کو ادھار بیچنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر عقد رہن کے بعد منع کیا تو صحیح نہ ہو گا۔[198]

مشائخؒ نے فرمایا کہ عادل کا ادھار بیچنا اس صورت میں جائز ہے جب اس نے اتنی مدت کے ادھار پر فروخت کیا ہو جو لوگوں میں معہود ہے اور اگر غیر معہود میعاد پر جیسے دس برس کے ادھار پر یا اس کے مثل کی مدت کے ادھار پر فروخت کیا تو صاحبینؒ کے نزدیک بھی جائز نہیں۔ امام ابو علی النسفیؒ نے فرمایا کہ اگر اس کی طرف سے کوئی ایسا امر معلوم ہو جو اس بات پر دلالت کرے کہ نقد فروخت کرے جیسے راہن عادل سے کہے تم مرہون کو فروخت کر دو مرتہن تنگ کرتا ہے، یا بار بار مطالبہ کرتا ہے تو اس صورت میں ادھار فروخت کرنا جائز نہیں۔ اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس ہو اور اس کو بیع کا اختیار دیا گیا ہو تو جائز ہے چاہے ادھار فروخت کرے یا نقد۔[199]

دفعہ ۷۰: اگر عقد رہن میں مال مرہون کسی عادل کے پاس ہو اور اس نے قرضے کے جنس کے مخالف جنس سے اس کو فروخت کیا تو جائز ہے۔[200]

وضاحت:

اگر عقد رہن میں مال مرہون کسی عادل کے پاس رکھا گیا ہو اور عادل کو اختیار دیا گیا ہو کہ اس کو فروخت کر کے ثمن سے قرضہ ادا کرے۔ پس عادل نے اس کو بعوض درہموں کے فروخت کیا حالانکہ قرضہ دینار تھا یا اس کے برعکس قرضہ درہم تھا اور عادل نے دیناروں کے عوض اس کو فروخت کیا تو

197 نفس مصدر

198 البدائع الصنائع، ۱۵۱:۶

199 المحیط البرہانی، ۶۹:۱۸

200 الفتاوی الھندیۃ، ۴۴۳:۵

عادل کو اختیار ہو گا کہ ثمن سے جنس قرضہ بطور بیع صرف کے بدل کرے اسی طرح اگر اس نے درہموں کے عوض فروخت کیا اور قرضہ گندم میں ہو تو اس کو اختیار ہو گا کہ درہموں کو عوض گندم خرید کر کے قرضہ ادا کرے۔[201]

دفعہ ۷۱: اگر عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور مقدار ثمن میں عادل و مرتہن اور راہن کا اختلاف پیدا ہوا تو مقدار ثمن میں عادل و مرتہن کا قول قبول ہو گا اور راہن (مدعی) کے گواہ قبول ہونگے۔[202]

وضاحت:

اگر عادل نے مرہون کو فروخت کیا اور کہا کہ میں نے نوے درہم میں فروخت کیا ہے اور قرضہ سو درہم ہے، پھر مرتہن نے اس کا اقرار کیا تو راہن سے دریافت کیا جائے گا اگر اس نے نوے درہموں سے زیادہ درہموں کے عوض فروخت کرنے کا دعوی کیا تو مقدار ثمن میں عادل و مرتہن کا قول قبول ہو گا اور راہن (مدعی) کے گواہ کا۔ اور اگر راہن نے بیع کا اقرار نہ کیا اور کہا کہ مال مرہون تو عادل کے پاس تلف ہو گیا ہے تو اب اگر اس کی قیمت قرضہ کی مقدار کے برابر ہو تو راہن کا قول قبول ہو گا۔[203]

اگر راہن نے بیع کا اقرار کیا لیکن کہا کہ عادل نے اس کو سو درہم کے عوض بیچا ہے اور عادل نے کہا کہ میں نے اس کو نوے درہم کے عوض بیچا ہے اور مرتہن نے کہا کہ تم نے اس کو اسی درہم کے عوض بیچا ہے اور بائع و مشتری نے باہم قبضہ کر لیا ہو تو مرتہن کا قول قبول ہو گا۔ اور وہ راہن سے بیس درہم لے لے گا اور گواہوں میں سے گواہ راہن کے معتبر ہوں گے اگر عادل نے مرہون کے نوے درہم کے عوض بیچنے پر گواہ پیش کر دیئے۔ اور اگر راہن نے اس بات پر گواہ پیش کئے کہ عادل نے مرہون کو بیچا ہی نہیں بلکہ اس کے پاس تلف ہو گیا ہے تو اس صورت میں راہن کے گواہ قبول نہیں ہونگے۔[204]

دفعہ ۷۲: اگر عادل کو مرہون کی بیع کا اختیار دیا گیا اور راہن و مرتہن کا وقت بیع اور ادائے قرضہ کی میعاد میں اختلاف پیدا ہوا تو وقت بیع کے باب میں راہن کا اور ادائے قرضہ کی میعاد کے باب میں مرتہن کا قول معتبر ہو گا۔[205]

---

201 المحیط البرہانی، ۱۸:۶۹

202 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۴۳

203 المبسوط للسرخسی، ۲۱:۸۶

204 نفس مصدر

205 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۴۳

وضاحت:

اگر عادل کو اس شرط پر مرہون کی بیع کا اختیار دیا گیا کہ جب فلاں وقت آئے تو عادل اس کو بیع کرے، پھر مرتہن نے یہ دعوی کیا کہ میعاد رمضان تک تھی اور اب رمضان کا مہینہ آیا ہے اور راہن نے کہا کہ میعاد ماہ شوال تھا تو عادل کے وقت بیع کے باب میں راہن کا قول معتبر ہو گا اور ادائے قرضہ کی میعاد آنے کے باب میں مرتہن کا قول معتبر ہو گا اس لئے کہ ادائے قرضہ کی میعاد مرتہن کی طرف سے مقرر ہوئی ہے اس لئے اس باب میں اس کا قول معتبر ہو گا۔ اور عادل کو مرہون کے بیع کا اختیار راہن کی طرف سے تھا اس لئے بیع کے وقت کے باب میں راہن کا قول معتبر ہو گا۔ اور اگر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ میعاد ایک مہینہ ہے لیکن مہینے کے گذرنے میں اختلاف کیا تو راہن کا قول قبول کیا جائے گا۔[206]

دفعہ ۷۳: اگر راہن غائب ہوا اور مال مرہون عادل کی ہاتھ میں ہو اور مرتہن نے دعوی کیا کہ تمہیں راہن نے مرہون کے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور عادل انکار کرے تو مرتہن کے گواہ قبول نہیں کئے جائیں گے۔[207]

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ راہن غائب ہو گیا اور مال مرہون ایک عادل کے پاس ہے اور مرتہن نے اس سے کہا کہ تجھے راہن نے اس کے فروخت کرنے کا حکم دیا تھا اور عادل نے کہا کہ مجھے اس کے بیع کا حکم نہیں دیا تھا تو امام ابو یوسفؒ نے فرمایا کہ میں اس دعوی پر مرتہن کے گواہ قبول نہیں کرونگا۔[208]

دفعہ ۷۴: اگر راہن یا مرتہن دونوں میں سے کسی کے عقل نے کام چھوڑ دیا اور ایسی حالت ہو گئی کہ ان کے اچھے ہونے کی امید نہ رہی تو پھر بھی عادل اپنی وکالت بیع پر باقی رہے گا۔[209]

نوٹ: دفعہ واضح ہے۔

دفعہ ۷۵: اگر عادل کو ایسا جنون لاحق ہو گیا کہ اس کے افاقے کی امید نہ رہی تو وہ معزول کیا جائے گا اور اس کا بیع صحیح نہیں ہو گا۔[210]

---

206 المحیط البرہانی، ۱۸:۲۹

207 الفتاوی الهندية، ۵:۴۴۴

208 نفس مصدر

209 نفس مصدر

وضاحت:

امام سرخسیؒ نے فرمایا ہے کہ اگر عادل کو ایسا جنون لاحق ہوا کہ اس کے افاقے کی امید نہ رہی تو اس کا بیع کرنا صحیح نہیں ہو گا اور وہ معزول تصور ہو گا خواہ وہ بیع وشراء کی سمجھ رکھتا ہو یا نہیں، بخلاف اس کے کہ کوئی جنون کی حالت میں بیع کا وکیل ہو۔ اس لئے کہ جب راہن نے عادل کو صحیح العقل ہونے کی حالت میں وکیل کیا تو اس کی رائے کامل ہونے کے ساتھ ہی اس کے بیع کرنے پر راضی ہوا اور ایسی رائے کامل اس کے مجنون ہونے کی وجہ سے معدوم ہو گئی اور جب اس نے عادل کو حالت جنون میں وکیل کیا تو اس کی ایسی ہی بیع پر راضہ ہوا، اب جب اس نے بیع کی تو اس کے حکم کا تابع رہا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ وکیل علی البیع کے حکم پر قیاس کر کے ایسی حالت میں عادل کی بیع بھی صحیح ہونی چاہیئے، شمس الائمہ حلوائیؒ کا میلان اسی طرف ہے۔[211]

دفعہ ۷۶: عادل وکیل علی البیع کے مرنے کی صورت میں اس کے وصی کی بیع جائز نہ ہو گی۔[212]

وضاحت:

اگر عقد رہن میں کسی عادل کو مال مرہون کے بیع کا وکیل کر دیا گیا لیکن وہ عادل مر گیا اور اس نے مرنے سے پہلے کسی کو وصیت کر دی کہ مرہون کو فروخت کر دے تو اس وصی کی بیع جائز نہ ہو گی۔ البتہ اگر عقد رہن کے وقت راہن نے عادل سے یوں کہا ہو کہ میں نے تجھے مرہون کے بیع کا وکیل کر دیا اور تو جو فعل اس کے بابت کرنا چاہے تو تجھے اختیار ہے تو اس صورت میں وصی کی بیع جائز ہو گی، لیکن وصی کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ وہ مرہون کے بیع کے واسطے کسی اور کو وصیت کرے۔ اور اگر عادل کے وارث نے مرہون کا بیع کرنا چاہا تو بیع جائز نہ ہو گی۔[213]

دفعہ ۷۷: عادل کے مرنے کی صورت میں اگر راہن و مرتہن مال مرہون دوسرے عادل آدمی کے پاس رکھنے پر اتفاق کرے تو جائز ہے۔[214]

وضاحت:

اگر مال مرہون کسی عادل آدمی کے پاس تھا اور وہ مر گیا پھر راہن و مرتہن دونوں نے اس امر پر اتفاق کیا کہ مال مرہون کسی دوسرے عادل کے پاس رکھا جائے یا مرتہن کے قبضہ میں رکھا جائے تو جائز ہے، اس لئے کہ حق ان ہی دونوں کا ہے۔ اور اگر دونوں نے اختلاف کیا تو قاضی کو اختیار ہو گا چاہے

---

210 نفس مصدر

211 المبسوط للسرخسی، ۲۱:۸۸

212 الفتاوی الهندية، ۵:۴۴۴

213 المبسوط للسرخسی، ۲۱:۸۷

214 الفتاوی الهندية، ۵:۴۴۴

دوسرے عادل کے پاس رکھ دے یا مرتہن کے پاس۔اور اگر قاضی کو معلوم ہوا کہ مرتہن عدالت میں مثل عادل کے ہیں تو اس کے قبضے میں دے دیں اگرچہ راہن ناپسند کرے۔اور اگر قاضی نے مال مرہون کو راہن کے قبضہ میں دینا چاہا تو بعض روایات میں ہے کہ جائز ہے اور بعض میں ہے کہ جائز نہیں۔[215]

دفعہ ۷۸:اگر عقد رہن میں درمیانی عادل دو افراد ہو اور مال مرہون ایسی چیز ہو جو قابل تقسیم نہ ہو تو ایک کے پاس رکھنا جائز ہے اور تلف ہونے کی صورت میں ضمان کسی پر بھی نہیں آئے گا۔[216]

وضاحت:

اگر عقد رہن میں درمیانی عادل دو شخص ہو اور دونوں کے پاس مرہون رکھا گیا اور وہ چیز قابل تقسیم نہیں تھی اور ایک نے دوسرے کے پاس رکھا تو جائز ہے اور تلف ہونے کی صورت میں ضمان کسی پر بھی نہیں آئے گا اس لئے کہ یہ چیز قابل تقسیم ہی نہیں تھی ضرور ایک کے پاس رہتی۔اور اگر مال مرہون قابل تقسیم چیز تھی اور پھر بھی ایک نے اپنا حصہ دوسرے کے پاس رکھا تو ہلاک ہونے کی صورت میں،اپنا حصہ دوسرے کے پاس رکھنے والا شخص ضامن ہو گا اس لئے کہ اس نے اپنے حصے میں تصرف کیا ہے۔یہ امام صاحبؒ کا قول ہے۔صاحبینؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں چاہے مال مرہون قابل تقسیم ہو یا نہیں،ضامن نہیں ہو گا۔اور جس ایک کے قبضے میں ہلاک ہوا ہے وہ تو بالاجماع ضامن نہیں ہو گا۔[217]

دفعہ ۷۹:عادل کو مال مرہون کو ساتھ لیکر سفر کرنے کا اختیار نہ ہو گا اگر راستہ خوفناک ہو۔[218]

وضاحت:

اگر راستہ خوفناک ہو تو عادل کو مال مرہون کو ساتھ لیکر سفر کرنے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر راستہ بے خوف ہو لیکن یہ قید لگائی گئی ہو کہ مرہون شہر ہی میں رہے تو پھر بھی سفر میں لے جانے کا اختیار نہ ہو گا اور اگر یہ قید نہ ہو تو اس کو لیکر سفر کر سکتا ہے۔امام ابو حنیفہؒ کے قول کے مطابق اگر راستہ بے خوف ہو تو ہر صورت میں اس کو لیکر سفر کر سکتا ہے۔امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر مرہون ایسی چیز ہو جس کی بار برداری میں مشقت و خرچہ نہ ہو تو لیکر سفر

215 المحیط البرہانی،۱۸: ٦٧

216 الفتاوی الھندیة،۵:۴۴۴

217 البدائع الصنائع،٦: ۱۵۱

218 الفتاوی الھندیة،۵:۴۴۴

کر سکتا ہے۔ امام محمدؒ کے قول کے مطابق اگر ایسا سفر ہو جس میں مرہون کو ساتھ نہ لے جانے کی کوئی راہ نکل سکتی ہو تو تلف ہونے کی صورت میں ہر حال میں ضامن ہو۔[219]

تقابل:

کنٹریکٹ، ایکٹ ۱۸۷۲ میں مذکور ہے۔

Suit by bailor or bailee against wrong-doer

"If a third person wrongfully deprives the bailee of the use or possession of the goods bailed, or does them any injury, the baliee is entitled to use such remedies as the owner might have used in the like case if no bailment had been made; and either the bailor or the bailee may bring a suit against a third person for such deprivation or injury".[220]

ترجمہ: مرہون میں تعدی کرنے والے پر راہن یا مرتہن کا دعویٰ دائر کرنا: اگر ایک تیسرا شخص مرتہن کو مال مرہون کے استعمال سے یا قبضے سے تجاوز کرتے ہوئے محروم کرے، یا اس کو مجروح کر دے تو مرتہن اس نقصانات کا اسی طرح ازالہ کرے گا جیسا کہ راہن، رہن نہ رکھنے کی صورت میں یہ ازالہ کرتا۔ اس کے بعد راہن اور مرتہن دونوں کو اختیار ہے کہ اس تیسرے شخص کے خلاف ان نقصانات کا دعویٰ دائر کر دے۔

شرعی قوانین میں یہ مذکور ہے کہ اگر راستہ خوفناک ہو تو عادل کو مرہون کو ساتھ لے جانے کا اختیار نہ ہو گا اگر وہ تجاوز کر کے ساتھ لے جاتا ہے اور کچھ نقصان ہو جائے تو یہی عادل اس نقصان کی تلافی کرے گا اور وضعی قوانین میں بھی یہی مذکور ہے۔

دفعہ ۸۰: اگر عادل نے مرہون غلام کو فروخت کر کے ثمن مرتہن کو ادا کر دی پھر اس غلام میں کوئی عیب نکل آیا تو اس میں خصم یہی عادل ہو گا۔[221]

وضاحت:

اگر عادل نے مرہون غلام کو فروخت کر دیا اور ثمن مرتہن کے حوالے کر دی پھر اس غلام میں کوئی عیب پایا گیا تو اس صورت میں یہی عادل خصم ہو گا یعنی مطالبہ اسی سے ہو گا۔ پس اگر گواہوں کی گواہی کے ساتھ وہ غلام اس عادل کو واپس کیا گیا تو وہ اس کے ثمن کا ضامن ہو گا اس لئے کہ وہی ثمن کا قابض ہے پھر اس کو مرتہن سے واپس لے گا اور مال مرہون پہلے کی طرح عادل کے پاس رہن رہے گا کہ اس کو فروخت کر سکے۔[222]

---

219 نفس مصدر

220 CONTRACT ACT 1872,Sec.179

221 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۴۵

اور اگر عیب مذکور پر گواہ قائم نہ ہوئے لیکن عادل نے اقرار کر لیا اور وہ عیب ایسا تھا کہ اس کے مثل پیدا نہیں ہو سکتا تھا تو بھی یہی حکم ہے یعنی عادل ثمن کا ضامن ہو گا۔ اور اگر عیب ایسا ہو کہ اس کے مثل پیدا ہو سکتا ہو اور عادل نے عیب مذکور کا اقرار نہ کیا لیکن قسم کھانے سے انکار کیا اور انکار کی وجہ سے قاضی نے مرہون عادل کو واپس کر دیا تو ہمارے نزدیک یہ بھی مثل صورت اول کے ہیں یعنی عادل ثمن کا ضامن ہو گا اور مرتہن سے رجوع کرے گا۔ اور اگر عادل نے عیب کا اقرار کر لیا تو یہ غلام خاص اسی کے ذمے پڑے گا۔ اور اگر مشتری نے اس سے اقالہ کر لیا یا بدون قضاء قاضی کے بسبب عیب، چاہے جیسا بھی عیب ہو عادل مذکور کو واپس کر دیا تو خاص عادل ہی کے ذمے لازم ہو گا۔[223]

دفعہ ۸۱: اگر عادل نے مرہون غلام کو فروخت کر کے اس کا ثمن مرتہن کے حوالے کر دیا پھر وہ غلام استحقاق میں کوئی لے گیا تو مشتری اپنا ثمن عادل سے لے گا اور عادل کو اختیار ہے مرتہن سے لے یا راہن سے۔[224]

وضاحت:

اگر عادل نے مال مرہون فروخت کیا اور اس کا ثمن مرتہن کو دے دیا پھر وہ غلام استحقاق میں لے لیا گیا یا بسبب عیب بحکم قاضی اس کو واپس دیا گیا تو مشتری اپنا ثمن اس عادل سے واپس لے گا پھر عادل کو اختیار ہے چاہے مرتہن سے واپس لے یا راہن سے۔ اور اگر عادل نے مرہون کو فروخت کر کے اس کا ثمن مرتہن کو نہ دیا ہو تو مرتہن سے ثمن کا رجوع نہیں کر سکتا۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ بیع کا اختیار عقد رہن میں مشروط ہوا ہو۔ اور اگر عقد رہن کے بعد مشروط ہوا ہو تو مشائخ کے نزدیک عادل ایسی صورت میں راہن کا وکیل ہو گا اور عہدہ بیع سے جو امر اس کے ذمے لاحق ہو اس کو راہن سے لے گا، چاہے ثمن مرہون مرتہن کو دیا ہو یا نہیں۔ اور اگر پہلی صورت میں عادل نے مرہون کی قیمت مرتہن کو دینے کا دعوی کیا اور مرتہن نے انکار کیا تو عادل کا قول قبول ہو گا اور مرتہن کا قرضہ باطل ہو جائے گا۔[225]

دفعہ نمبر ۸۲: عادل نے اگر مرہون کی قیمت وصول کرنے سے پہلے مشتری کو ہبہ کر دی تو جائز ہے۔[226]

وضاحت :

اگر عادل مرہون کی قیمت وصول کرنے سے پہلے مشتری کو ہبہ کر دے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک جائز ہے اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جائز نہیں اس لئے کہ عادل بمنزلہ وکیل بیع کے ہیں جس طرح وہ مشتری کو ثمن سے بری کر دے تو جائز نہیں اس طرح یہ بھی جائز نہیں۔ لیکن اگر

---

222 نفس مصدر

223 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۸۹

224 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۴۵

225 فتاوی قاضیخان، ۳: ۵۵۵

226 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۴۵

عادل نے کہا کہ میں نے ثمن وصول کیا تھا اور میرے پاس تلف ہو گیا تو اس کے قول کی تصدیق ہو گی اور اگر کہا کہ میں نے ثمن مرتہن کو دیا ہے تو قسم سے اس کے قول کی تصدیق ہو گی۔ اور اگر عادل نے مشتری سے کہا کہ میں نے اس قدر تیرے ذمے سے گھٹا دیا، تو طرفینؒ کے نزدیک جائز ہے اور اس پر لازم ہے کہ جو مشتری کے لئے کم کیا ہے وہ اپنے مال میں سے تاوان بھر دے اور مرتہن کو پورا ثمن حوالہ کر دے بخلاف اس کے کہ وصول کئے ہوئے پورے ثمن یا بعض کو ہبہ کر دے تو بالاتفاق جائز نہیں۔[227]

دفعہ ۸۳: اگر مرہون کی قیمت کم ہو گئی اور عادل نے اس کو فروخت کر دیا تو کم شدہ قیمت کا اعتبار ہو گا۔[228]

وضاحت:

اگر کسی نے عادل کے ہاتھ مرہون رکھ دیا اور اس کو اختیار بھی دے دیا پھر مرہون کی قیمت رہن کے وقت کی قیمت سے کم ہو گئی اور عادل نے اس کم قیمت پر مرہون کو فروخت کر دیا تو اسی قیمت کا اعتبار ہو گا۔ اور جس قدر قیمت میں کمی آئی ہے اس قدر قیمت سے ساقط نہ ہو گا۔ اور اگر مرہون کی قیمت کم ہونے کے بعد مرہون تلف ہو گیا تو رہن کے دن کی قیمت کا اعتبار ہو گا۔ اور اگر مرہون کی قیمت کم ہونے کے بعد مرہون تلف ہو گیا اور راہن اور مرتہن وعادل کا اختلاف پیدا ہوا، راہن نے کہا کہ بیع سے پہلے تلف ہوا ہے اور مرتہن یا عادل نے کہا کہ بیع کے بعد تلف ہوا ہے۔ تو راہن کے قول کی تصدیق ہو گی اور مرتہن یا عادل نے اگر گواہ پیش کر دیئے تو قبول کئے جائیں گے۔ اگر مرہون کی قیمت کم ہونے کے بعد راہن نے اس کو قتل کر دیا تو راہن اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور جس قدر قیمت میں کمی آئی ہے اسی قدر قرضہ میں سے ساقط ہو گا۔[229]

دفعہ ۸۴: اگر مرہون کو رہن کے دن کی قیمت سے زیادہ میں فروخت کر دیا پھر کچھ ثمن تلف ہو گیا تو باقی راہن و مرتہن کے درمیان نصف نصف ہو نگے۔[230]

وضاحت:

اگر رہن کے دن مرہون کی قیمت بیس ہزار درہم ہو اور اس کو تیس ہزار درہم میں فروخت کر دیا پھر دو ہزار درہم تلف ہو گئے تو باقی راہن و مرتہن کے درمیان نصف نصف تقسیم ہو نگے اس لئے کہ یہ منافع ہے۔[231]

---

227 فتاوی قاضیخان،۳:۵۵۵

228 الفتاوی الهندیة،۵:۴۴۵

229 نفس مصدر

230 نفس مصدر

231 فتاوی تاتارخانیه،۱۸:۶۳۰

دفعہ ۸۵: عادل کو اختیار ہے کہ مرہون ایسے شخص کو دے دیں جو اس کے عیال میں سے ہیں۔[232]

وضاحت:

اگر کسی عادل کے پاس مرہون پڑا ہو تو اس کو اختیار ہے کہ وہ مرہون اپنے عیال میں سے کسی کو دے دیں جیسے اپنی بیوی، خادم، بیٹے یا اپنے نوکروں کو دے دیں جو اس کے مال میں متصرف ہیں۔[233]

دفعہ ۸۶: اگر راہن نے بعض قرضہ ادا کر دیا تو پھر بھی مرتہن کو اختیار ہے کہ پورا مال مرہون باقی قرضہ کے عوض روکے رکھے۔[234]

وضاحت:

مرتہن راہن سے اپنے قرضے کا مطالبہ کرے گا اور اس کے عوض مرہون کو اپنے پاس روکے رکھے گا۔ اگر راہن نے انکار کیا تو مرتہن حاکم کے پاس معاملہ اٹھائے گا اور حاکم راہن پر قرضہ دے دینا واجب کرے گا اگر وہ انکار کرے گا تو اس کو قید کرے گا۔ اور اگر راہن نے بعض قرضہ ادا کر دیا تو مرتہن کو اختیار ہے کہ پورا مال مرہون باقی قرضہ کے عوض روکے رکھے پھر جب راہن پورا قرضہ ادا کر چکے تو مرتہن کو حکم دیا جائے گا کہ مال مرہون راہن کے حوالہ کر دے۔[235]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ میں مذکور ہے۔

Redemption of portion of mortgaged property." Nothing in this section shall entitle a person interested in a share only of the mortgaged property to redeem his own share only, on payment of a proportionate part of the amount remaining due on the mortgage, except [only] where a mortgagee, or, if there are more mortgagees than one, all such mortgagees, has or have acquired, in whole or in part, the share of a mortgagor".[236]

---

232 الفتاوی الھندیة، ۵: ۴۴۵

233 فتاوی قاضیخان، ۳: ۵۴۵

234 الفتاوی الھندیة، ۵: ۴۴۶

235 نفس مصدر

236 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882

ترجمہ: مال مرہون کے کسی حصے کا فک رہن: (اس سیکشن کی روسے) کسی ایسے شخص کو جو مال مرہون کے کسی حصے میں حصہ دار ہو، یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ صرف اپنے حصے کا قرض ادا کر کے اپنے حصے کو چھڑا لے، جب تک مرتہن (اگر ایک ہو) یا سب مرتہن (اگر ایک سے زیادہ ہو) اپنے حصے کا قرض راہن سے وصول نہ کرے۔

دفعہ مذکورہ میں وضعی قوانین شرعی قوانین کی طرح ہیں دونوں میں جب تک پورا قرضہ ادا نہ ہو تو مرتہن کو مال مرہون کے روکے رکھنے کا استحقاق حاصل ہے۔

دفعہ ۸۷: اگر عادل نے مرہونہ باندی فروخت کر کے اس کی ثمن سے مرتہن کا قرضہ ادا کر دیا پھر وہ باندی استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری کا ثمن عادل کے ذمے ہو گا۔[237]

وضاحت:

اگر مرہونہ باندی ہو اور عادل نے فروخت کر کے قرضہ مرتہن کو ادا کر دیا ہو پھر وہ باندی استحقاق ثابت ہونے سے مشتری سے لے لی گئی تو اس میں دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر وہ باندی مرہونہ زندہ موجود ہے تو مشتری کا ثمن عادل پر ہو گا اور عادل کو اختیار ہے چاہے راہن سے اس کی قیمت لے یا مرتہن سے۔ اور مرتہن اپنا قرضہ راہن سے لے لے گا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر مرہونہ باندی تلف ہو گئی ہو تو صاحب استحقاق کو اختیار ہے چاہے راہن سے ضمان لے یا مشتری یا عادل سے تاوان لے۔ اور اسے مرتہن سے مواخذہ کرنے کا اختیار نہیں سوائے اس صورت میں کہ مرتہن نے بیع کی اجازت دے کر ثمن لیا ہو۔ پس اگر صاحب استحقاق نے راہن سے ضمان لینا اختیار کیا تو رہن تمام ہو گیا اور اگر مشتری سے تاوان لیا تو بیع باطل ہو جائے گی اور مشتری ثمن عادل سے واپس لے گا۔ اور اگر صاحب استحقاق نے عادل سے تاوان لیا تو عادل کو اختیار ہے چاہے راہن سے تاوان لے یا مرتہن سے ثمن واپس لے لیں۔[238]

دفعہ ۸۸: اگر عادل غلام مجور ہو یا نابالغ عاقل لڑکا ہو تو مولیٰ کے اجازت سے اس کے پاس مرہون رکھنا جائز ہے۔[239]

وضاحت:

عادل اگر عبد مجور ہو اور راہن و مرتہن نے مال مرہون اس کے پاس اس کے مولیٰ کے اجازت سے رکھا تو جائز ہے اور اگر بغیر اجازت مولیٰ کے رکھا تو بھی جائز ہے لیکن اس صورت میں بیع کا عہدہ اس کے ذمے نہ ہو گا اس لئے کہ اس سے مولیٰ کو ضرر پہنچے گا اور اس کی مالیت اس میں ڈوب جائے گی بلکہ عہدہ بیع اسی شخص پر ہو گا جس نے اسے بیع کا اختیار دیا ہے۔ اسی طرح اگر آزاد، عاقل، نابالغ لڑکے کو عقد رہن میں عادل بنایا گیا تو اس کا حکم بھی غلام مجور کی طرح ہے اگر اس کے باپ نے اس کی اجازت دی تو بیع کا عہدہ اسی پر ہو گا اور عہدہ بیع سے جو تاوان لازم آئے گا وہ اس شخص پر ہو گا جس نے اس کو بیع کا مختار بنایا ہے۔ اور اگر اس کے باپ نے اجازت نہ دی ہو اور مشتری سے مبیع استحقاق میں لے لی گئی تو مشتری اپنا ثمن مرتہن سے واپس لے گا

---

237 الفتاوی الهندیة،۵:۴۴۶

238 فتاویٰ تاتارخانیه،۱۸: ۲۳۱

239 الفتاوی الهندیة،۵:۴۴۶

جس نے مال پر قبضہ کیا ہے۔اور چاہے تو مشتری راہن سے اپنا ثمن لے اس لئے کہ بائع اسی کی طرف سے مامور تھا اور اس کا بیع کرنا اور ثمن وصول کرنا اسی کے واسطے ہوا تھا۔[240]

دفعہ ۸۹: اگر غلام ماذون نے رہن دیا تو اس کا مولیٰ عادل نہیں ہو سکتا اور اگر مولیٰ نے کچھ رہن کیا تو اس کا غلام ماذون عادل بن سکتا ہے۔[241]

نوٹ: دفعہ واضح ہے۔

دفعہ ۹۰: مکاتب (راہن) کے لئے اس کا مولیٰ عادل بن سکتا ہے اور اگر مولیٰ نے کچھ رہن کیا تو مکاتب عادل بن سکتا ہے۔[242]

نوٹ: دفعہ واضح ہے۔

دفعہ ۹۱: کفیل نے مال رہن کیا تو اس کا مکفول عنہ عادل نہیں بن سکتا اور اسی طرح مکفول عنہ کے رہن کرنے میں کفیل عادل نہیں بن سکتا۔[243]

نوٹ: دفعہ واضح ہے۔

دفعہ ۹۲: جن دو افراد کے درمیان شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان ہو دونوں ایک دوسرے کے واسطے اس رہن میں جو بعوض قرضہ تجارت کے ہو، عادل نہیں بن سکتے۔[244]

وضاحت:

اگر دو افراد کے درمیان شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان ہو اور دونوں میں سے کسی ایک نے تجارت کے غرض سے قرضہ لیا اور اس قرضہ کے عوض رہن دیا تو دوسرا اس رہن میں عادل نہیں ہو سکتا۔اور اگر رہن سوائے قرضہ تجارت کے دوسرے قرضہ میں ہو تو دونوں قسم کے شریکوں میں سے ہر ایک عادل ہو سکتا ہے اس لئے کہ قرضہ تجارت کے علاوہ قرضہ میں دونوں ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں پس اس کا قبضہ مثل اس کے شریک کے نہ ہو گا۔

---

240 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۸۶

241 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۴۶

242 نفس مصدر

243 نفس مصدر

244 نفس مصدر

دفعہ ۹۳: مضارب کے رہن کرنے میں رب المال اور رب المال کے رہن کرنے میں مضارب عادل نہیں بن سکتا۔[245]

نوٹ: دفعہ واضح ہے۔

دفعہ ۹۴: اگر باپ اپنے نابالغ بیٹے کے لئے کوئی چیز خریدے اور ثمن کے عوض کوئی چیز اس شرط پر رہن دی کہ وہ میرے پاس رکھی جائے تو بیع جائز ہے لیکن رہن باطل ہے۔[246]

نوٹ: دفعہ واضح ہے۔

دفعہ نمبر ۹۵: مرتہن کے قبضہ سے پہلے راہن خود عادل نہیں بن سکتا۔[247]

وضاحت:

اگر مرتہن نے ابھی مرہون پر قبضہ نہ کیا ہو تو رہن میں راہن خود عادل نہیں بن سکتا۔ اور اگر مرتہن نے مرہون پر قبضہ کر لیا پھر راہن کے قبضہ میں رکھ دیا تو راہن کی بیع جائز ہو گی۔[248]

دفعہ ۹۶: اگر درمیانی عادل، نابالغ لایعقل ہو تو مرہون کو اس کے قبضہ میں رکھنا جائز نہیں۔[249]

وضاحت:

اگر ایسا نابالغ لڑکا ہو جو عاقل نہیں تو اس کو راہن بنانا صحیح نہیں۔ اور اگر وہ لڑکا عاقل بالغ ہوا اور اس نے مرہون کو فروخت کر دیا اور راہن نے اس کو بیع کا اختیار دیا تھا تو صاحبینؒ کے نزدیک بیع جائز ہو گی اس لئے کہ راہن نے اس کو مرہون کے بیع پر مسلط کیا تھا اور امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک بالغ ہونے کے بعد بھی بیع جائز نہ ہو گی۔[250]

دفعہ ۹۷: درمیانی عادل اگر کوئی ذمی یا حربی مستامن ہو اور راہن و مرتہن دونوں مسلمان یا ذمی ہو تو جائز ہے۔[251]

وضاحت:

اگر عادل حربی مستامن ہو تو جائز ہے اس لئے کہ حربی مستامن معاملات میں بمنزلہ ذمی و مسلمان کے ہیں۔ اور وہ شرعی قبضہ معتبرہ کا حق رکھتا ہے اور جس طرح اس کے ذاتی ملک کی بیع نافذ ہوتی ہے اس طرح وہ یہ اہلیت بھی رکھتا ہے کہ اس کے مرہون کی بیع بھی نافذ ہو۔ اگر وہ حربی دارالحرب چلا گیا تو

---

245 نفس مصدر

246 نفس مصدر: ۴۴۷

247 نفس مصدر

248 البدائع الصنائع، ۶: ۱۵۴

249 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۴۷

250 نفس مصدر

251 نفس مصدر

جب تک وہ دارالحرب میں ہے تب تک اس کو مرہون کے بیع کا اختیار نہیں۔ اور اگر راہن و مرتہن دونوں میں سے کوئی دارالحرب گیا ہو اور عادل ایک ذمی یا مستامن مقیم فی دارالاسلام ہو تو اس کو مرہون کے بیع کا اختیار حاصل ہے۔[252]

باب اول: فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الرہن کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے تقابل

فصل دوم: فتاوی عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب سوم اور باب چہارم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے ساتھ تقابل

252 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۸۸

باب ۳: مرہون کے بضمان یا بغیر ضمان تلف ہو جانے کے بیان میں

دفعہ ۹۸: اگر مال مرہون عادل یا مرتہن کے قبضے میں تلف ہو گیا اور مال مرہون کی قیمت اور قرضہ دونوں برابر ہو تو قرضہ ساقط ہو جائے گا۔[253]

وضاحت:

اگر مال مرہون عادل یا مرتہن کے قبضے میں تلف ہو گیا تو دیکھا جائے گا کہ قرضہ کس قدر ہے اور قبضہ کے دن مرہون کی قیمت کیا تھی، اگر دونوں برابر تھی تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر مرہون کی قیمت زیادہ ہو تو جس قدر زیادتی ہے اس کے حق میں وہ امین قرار دیا جائے گا اور اگر مرہون کی قیمت قرضہ سے کم ہو تو بقدر قیمت کے قرضہ ساقط ہو جائے گا اور جس قدر قرضہ باقی ہو وہ مرتہن راہن سے لے لے گا۔ مثلاً اگر دس درہم کا کپڑا دس درہم قرض کے عوض رہن کیا اور مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر کپڑے کی قیمت پانچ درہم ہو تو مرتہن پانچ درہم راہن سے لے گا۔ اور اگر کپڑے کی قیمت پندرہ درہم ہو تو قرضہ ساقط ہو جائے گا اور جس قدر زیادہ تلف ہوا ہے وہ ہمارے نزدیک امانت تلف ہوا ہے۔ اور یہ حکم رہن صحیح کا ہے۔[254]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ کے سیکشن ۷۶ میں لکھا ہے:

Loss occasioned by his default. "If the mortgagee fail to perform any of the duties imposed upon him by this section, he may, when accounts are taken in pursuance of a decree made under this Chapter, be debited with the loss, if any, occasioned by such failure".[255]

---

253 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۴۸

254 الهدایه، ۴: ۴۱۴

255 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882 Sec.76,Sub clause

ترجمہ: وقوع تلف مرتہن کی ناکامی کی صورت میں: اس سیکشن کے تحت، مرتہن کو جو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں اگر وہ ان کے پورا کرنے میں ناکام رہے، تو اس کی غفلت کی وجہ سے جو نقصان ہو جائے تو اس نقصان کی تلافی مرتہن کے ذمے ہو گی۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی اگر مال مرہون مرتہن کے پاس پورا تلف ہو جائے یا کچھ حصہ، تو اصل قرضہ میں سے اس کے حساب سے ساقط ہو گا۔

دفعہ ۹۹: رہن فاسد میں مرہون مقبوض مضمون ہوتا ہے اور رہن باطل میں مضمون نہیں ہوتا۔[256]

وضاحت:

رہن فاسد وہ ہے جو فساد کے صفت کے ساتھ منعقد ہو جیسے بیع فاسد۔ انعقاد رہن کے لئے جو شرائط ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ مرہون مال ہو اور جس کے عوض رہن کیا ہو وہ مضمون ہو۔ اب جب شرائط انعقاد موجود ہو لیکن بعض شرائط جواز موجود ہو اور بعض موجود نہ ہو تو رہن بصفت فساد منعقد ہو گا۔ اور رہن باطل وہ ہے جو بالکل منعقد نہ ہو جیسے بیع باطل۔ اور رہن کی باطل ہونے کی وجہ شرائط انعقاد کا موجود نہ ہونا ہے جیسے کہ جس چیز کے عوض رہن رکھا ہے وہ سرے سے مضمون ہی نہیں ہے تو رہن باطل ہو گا۔

اب اگر رہن فاسد میں کسی نے مرہون پر قبضہ کر لیا تو تلف ہونے کہ صورت میں مرہون مضمون ہو گا۔ اور اگر رہن باطل میں مرہون پر قبضہ کیا اور تلف ہو گیا تو مضمون نہیں ہو گا۔

دفعہ ۱۰۰: اگر عین مرہون میں نقصان آیا تو اسی قدر کے حساب سے قرضہ ساقط ہو جائے گا۔[257]

وضاحت:

اگر مال مرہون کے عین میں نقصان آیا تو اس نقصان کے حساب سے قرضہ ساقط ہو جائے گا اور اگر مرہون کے قیمت میں کمی آئی تو احناف کے نزدیک قرضہ میں سے کچھ ساقط ہونے کا موجب نہیں ہے۔[258]

تقابل:

---

256 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۴۸

257 نفس مصدر

258 الذخیرہ، ابو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن المالكي الشهير بالقرافي (المتوفی: ۶۸۴ھ) ۸:۱۱۴، دار الغربی الاسلامی، بیروت، الطبعہ الاولی، ۱۹۹۴ھ۔

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ کے سیکشن ۷۶ میں لکھا ہے:

Loss occasioned by his default. "If the mortgagee fail to perform any of the duties imposed upon him by this section, he may, when accounts are taken in pursuance of a decree made under this Chapter, be debited with the loss, if any, occasioned by such failure".[259]

ترجمہ: وقوع تلف مرتہن کی ناکامی کی صورت میں: اس سیکشن کے تحت، مرتہن کو جو ذمہ داریاں سونپی گئی ہیں اگر وہ ان کے پورا کرنے میں ناکام رہے، تو اس کی غفلت کی وجہ سے جو نقصان ہو جائے تو اس نقصان کی تلافی مرتہن کے ذمے ہو گی۔

شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین بھی اس دفعہ کی تائید کرتی ہے جس طرح دفعہ ۹۸، کی تفصیل میں دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ کے سیکشن ۷۶ میں ذکر ہوا۔

دفعہ ۱۰۱: اگر راہن ایفائے قرضہ سے بری ہو گیا پھر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو اس کا تاوان مرتہن پر واجب ہے۔[260]

وضاحت:

اگر راہن ادائے قرضہ کے بغیر ہبہ وغیرہ کے ذریعے قرض سے بری ہو گیا پھر مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو قیاساً مرتہن اس کا ضامن ہو گا اور استحساناً امانت میں تلف تصور ہو گا اور ہمارے ائمہ کی یہی رائے ہے۔ اور اگر راہن ایفائے قرضہ سے بری ہو گیا پھر مرہون مرتہن کے پاس تلف ہوا تو مرتہن پر تاوان واجب ہے۔

دفعہ ۱۰۲: اگر راہن نے مرتہن کو اس کے مال کا کسی شخص پر حوالہ کر دیا پھر اس کے بعد مرہون تلف ہوا تو قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا۔[261]

وضاحت:

---

259 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882 Sec.76,Sub clause

260 الفتاوى الهندية،۵: ۴۴۸

261 نفس مصدر

اگر راہن نے مرتہن کو اس کے مال کا کسی دوسرے شخص پر حوالہ کر دیا کہ وہ اس کا قرضہ ادا کرے گا پھر اس کے بعد مرہون تلف ہو گیا تو قیاسا اور استحسانا یہ قرضہ کے عوض تلف تصور ہو گا۔ اور حوالہ دینے کے بعد اگر راہن مال مرہون کو لینا چاہے تو اس کو اختیار ہے یا نہیں۔ اس بارے میں کتاب الزیادات میں ایک جگہ مذکور ہے کہ اختیار ہے دوسری جگہ مذکور ہے کہ اختیار نہیں۔[262]

دفعہ ۱۰۳: اگر ہزار درہم کا غلام ہزار درہم قرضہ کے عوض رہن رکھا پھر مرہون کے ہلاک ہونے کے بعد دونوں نے اس بات پر اتفاق کر لیا کہ قرضہ سرے سے تھا ہی نہیں، تو مرتہن غلام کی قیمت کا ضامن ہو گا۔[263]

وضاحت:

اگر راہن اور مرتہن نے مرہون غلام کے تلف ہونے کے بعد اس بات پر اتفاق کر لیا کہ کہ راہن کے ذمے کوئی قرض نہیں تھا اور مرہون کی قیمت قرض کے برابر ہو تو مرتہن راہن کے لئے مرہون غلام کی قیمت کا ضامن ہو گا۔ اور اگر مرہون کے تلف ہونے سے پہلے دونوں نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ راہن پر کچھ نہیں تھا پھر مال مرہون تلف ہو گیا، تو اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا اب یہ مضمون تلف ہوا یا امانت میں۔ شمس الائمہ حلوانی نے ذکر کیا ہے کہ امام محمدؒ نے جامع میں یہ تصریح کی ہے کہ یہ امانت میں تلف شدہ قرار دیا جائے گا۔[264]

دفعہ ۱۰۴: اگر قرض کے عوض کوئی چیز رہن دے دی پھر پہلے چیز کے عوض دوسری چیز رہن میں دے دی اور مرتہن نے لے لیا تو جائز ہے، لیکن شئ اول ہی رہن تصور ہو گا جب تک اس کو واپس نہ کرے۔[265]

وضاحت:

اگر ایک شخص نے کسی قرض کے عوض کوئی شئ رہن رکھ دی پھر اول چیز کی جگہ دوسری چیز رہن میں دے دی اور مرتہن نے اس کو لے لیا تو جائز ہے لیکن جب تک اول چیز راہن کو واپس نہ دے اسی وقت تک وہی مرہون تصور ہو گا۔ اور جب اول چیز واپس کر دے تو دوسری چیز رہن ہو جائے گی۔ اور جب تک اول کو واپس نہ کیا ہو تو دوسرا مال مرہون اس کے پاس امانت تصور ہو گا اگر تلف ہوا۔[266]

---

262 المحیط البرہانی، ۱۸:۷۲

263 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۴۸

264 الذخیرہ، ابو العباس شهاب الدين أحمد بن إدريس بن عبد الرحمن المالكي الشهير بالقرافي (متوفی: ۶۸۴ھ)، ۸:۱۲۶،

265 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۴۸

266 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۵۴۲

دفعہ ۱۰۵: اگر کسی شخص نے دوسرے سے کوئی مال اس شرط سے رہن لیا کہ اس کو اس قدر قرضہ دے گا پھر قرضہ دینے سے پہلے مال مرہون تلف ہو گیا تو مقدار قرضہ اور مرہون کی قیمت میں جو کم ہو اس کے عوض تلف قرار دیا جائے گا۔[267]

وضاحت:

اگر کسی نے قرض کے عوض رہن رکھ لیا لیکن ابھی قرضہ پر قبضہ نہ کیا ہے اور مرہون ہلاک ہو گیا تو جتنی مقدار قرض بیان کی ہے اور جتنی مرہون کی قیمت ہو ان دونوں میں سے جو کم ہو اس کے عوض مرہون تلف شدہ قرار دیا جائے گا۔ اس لئے کہ یہ مقبوض علی سوم الرہن ہے اور مقبوض علی سوم الشراء کی طرح ہے۔ جیسے کہ کوئی کسی چیز کو خریدنے کے عوض قبضہ کر لے اور مقبوض ہلاک ہو جائے تو مقبوض مضمون ہو گا۔[268]

دفعہ ۱۰۶: اگر راہن نے مرتہن سے کہا کہ مال مرہون کسی دلال کو دے دے کہ فروخت کر دے اور تم اس کے ثمن سے اپنا قرضہ لے لو پس مرتہن نے دلال کو دے دیا اور اس کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہ ہو گا۔ (اس لئے کہ مرتہن کے کہنے پر دیا ہے)۔[269]

نوٹ: دفعہ واضح ہے۔

دفعہ ۱۰۷: اگر ایک مشترک چیز کو تین افراد نے ایک ایسے شخص کے پاس رہن رکھا جس کا ان سب پر قرضہ ہو تو صحیح ہے۔[270]

وضاحت:

اگر تین افراد نے ایک غلام کسی شخص کے پاس جس کا ان تینوں میں سے ہر ایک پر قرضہ آتا ہے، رہن کیا تو یہ رہن رکھنا جائز ہے۔ اب اگر یہی مشترک غلام مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو غلام میں سے ہر ایک کا جس قدر حصہ آتا ہے اسی قدر اس کے قرضے میں سے ساقط ہو جائے گا اب اگر غلام کی قیمت دو ہزار روپے ہو اور قرضہ تین ہزار روپے ہو تو یہ سب باہم ایک دوسرے پر رجوع کریں گے اس لئے کہ مال مرہون اپنی قیمت اور قرضے سے کم مقدار کے ساتھ مضمون ہوتا ہے اور قیمت رہن کم ہے۔[271]

---

267 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۴۹

268 فتاوی تاتارخانیہ، ۱۸،۵۴۵

269 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۴۹

270 نفس مصدر

271 الکافی، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر قرطبی (متوفی: ۴۶۳ھ) ۲:۸۱۳، مکتبہ الریاض، ریاض، سعودی عرب، طبعہ ثانیہ، ۱۴۰۰ھ۔

دفعہ ۱۰۸: بیع سلم میں راس المال اور مسلم فیہ کے عوض رہن دینا اور بیع الصرف کے ثمن کے عوض رہن دینا صحیح ہے۔[272]

وضاحت:

بیع سلم میں راس المال یا مسلم فیہ کے عوض اور بیع الصرف کے ثمن کے عوض رہن دینا صحیح ہے۔ پس اگر بیع سلم میں راس المال کے عوض رہن دیا اور مال مرہون اسی مجلس میں تلف ہوا تو مرتہن راس المال کا وصول کرنے والا قرار دیا جائے گا اور بیع سلم اپنے حال پر جائز رہے گی۔ اور اگر مجلس سے جدا ہونے کے بعد تلف ہوا تو بیع سلم باطل ہو جائے گی اور یہی حکم بیع الصرف کے رہن کا بھی ہے۔[273]

تقابل:

کنٹریکٹ ایکٹ، ۱۸۷۲ کے سیکشن ۱۷۲ میں رہن کی تعریف میں مذکور ہے:

"Pledge, Pawnor, and Pawnee defined: " The bailment of goods as security for payment of a debt or performance of a promise is called pledge". The bailor is in this case called the pawnor. The bailee is called the pawnee".[274]

ترجمہ: کسی قرض یا معاہدے کی کارکردگی کے عوض کچھ متاع کا گروی رکھنا "پلیج" (گروی رکھنا) کہلاتا ہے۔ گروی رکھنے والے کو "پانر" اور جس کے پاس گروی رکھا جاتا ہے اس کو "پانی" (گروی دار) کہتے ہیں۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی بیع سلم میں راس المال اور مسلم فیہ کے عوض رہن دینا جائز ہے۔ اس لئے کہ پلیج (Pledge) کی تعریف میں (Performance of a promise) کی قید لگائی گئی ہے جو ہر قسم کے عہد کی ایفاء کو شامل ہے اور بیع سلم بھی ایک قسم کا عہد ہے تو اس میں راس المال یا مسلم فیہ کے عوض رہن دینا جائز ہے۔

دفعہ ۱۰۹: ایک شخص نے دوسرے کو دو کپڑے دیئے اور کہا کہ ان میں سے جو کپڑا تم چاہو، اس سو درہم کے عوض جو تمہارے میرے ذمے ہیں لے لو، پس اس نے دونوں کو لے لیا اور دونوں اس کے پاس تلف ہو گئے تو امام محمدؒ کے نزدیک قرض میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔[275]

---

272 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۴۹

273 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸،۵۴۳

274 CONTRACT ACT 1872,SEC.172

275 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۵۰

وضاحت:

امام محمدؒ نے مذکورہ صورت کو قیاس کیا ہے اس صورت پر کہ جب ایک شخص پر دوسرے کے بیس درہم آئے تھے اس نے قرض خواہ کو سو درہم دیئے اور کہا کہ اس میں سے بیس درہم اپنے لے لے اور اس نے ان سب پر قبضہ کر لیا لیکن ابھی تک اپنے بیس درہم نہیں لئے تھے اور سب دراہم ضائع ہو گئے تو قرض دار کا مال گیا اور قرض اپنے حال پر باقی رہے گا۔ اور اگر دو کپڑے دیئے اور کہا کہ ان میں سے ایک کپڑا اپنے قرضہ کے عوض رہن رکھ لے پس اس نے دونوں پر قبضہ کر لیا اور دونوں کی قیمت برابر ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک ہر ایک کپڑے میں سے نصف قیمت قرضہ میں جائے گی اگر قرضہ کے برابر ہو۔[276]

دفعہ ۱۱۰: اگر کسی نے پچاس درہم قرض طلب کئے اور قرض خواہ نے قرضدار سے کہا کہ تم پہلے میرے پاس رہن رکھ لو اس نے قرض دینے سے پہلے رہن قبضہ کر لیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن پر رہن کی قیمت اور پچاس درہم دونوں میں سے کم مقدار واجب ہو گی۔[277]

وضاحت:

جب قرض طلب کرنے والے نے کسی مقدار کو بیان کر دیا اور قرض وصول کرنے سے پہلے رہن دے دیا اور مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو رہن مذکور اپنی قیمت سے اور جو مقدار قرض کی بیان کی ہے ان دونوں میں سے کم مقدار پر مضمون ہو گا۔ اور اگر اس نے کوئی مقدار بیان نہ کی ہو تو امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ نے اس میں اختلاف کیا ہے۔[278]

دفعہ ۱۱۱: اگر کسی نے دوسرے کے پاس کوئی غلام رہن رکھ لی اس شرط پر کہ یہ صحیح سالم ہے اور وہ غلام عیب دار تھا لیکن اس سے قرض کا وفا ممکن تھا تو تلف ہونے کی صورت میں تمام قرضہ کے عوض تلف تصور ہو گا۔[279]

---

276 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۵۴۴

277 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۵۱

278 المحیط البرہانی، ۱۸: ۷۴

279 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۵۲

دفعہ ۱۱۱۲: ایک آدمی پر قرضہ ہو اور مدیون کی اجازت سے اس کا کوئی کفیل بنا پھر قرضدار نے اس قرضہ کے عوض قرض خواہ کے پاس کوئی چیز رہن رکھ لی پھر کفیل نے قرض خواہ کو وہ قرض ادا کر دیا پھر وہ مرہون قرض خواہ کے پاس تلف ہو گئی تو کفیل راہن پر رجوع کرے گا اور راہن مرتہن پر رجوع کرے گا۔[280]

دفعہ ۱۱۱۳: ایک شخص نے ایک غلام خرید کر اس پر قبضہ کر لیا اور ثمن کے عوض کچھ مال رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا پھر وہ غلام آزاد پایا گیا یا اس پر استحقاق ثابت ہوا تو مرتہن مال مرہون کا ضامن ہو گا۔[281]

دفعہ ۱۱۱۴: ایک شخص نے ایک درہم کے عوض سرکہ یا بکرا خریدا اس شرط پر کہ یہ ذبح کی ہوئی ہے، اور اس کے ثمن کے عوض رہن رکھ دی پھر وہ رہن ہلاک ہوا۔ اس کے بعد ظاہر ہوا کہ سرکہ نہیں شراب ہے یا بکری مذبوحہ نہیں بلکہ مردار ہے تو مال مرہون ضمانت میں تلف شدہ قرار دیا جائے گا۔[282]

وضاحت:

مذکورہ بالا صورت میں مال مرہون ضمانت میں تلف تصور ہوتا ہے اس لئے کہ مرہون ایسے مال کے عوض رہن رکھا گیا تھا جو بظاہر قرضہ تھا۔ بخلاف اس صورت کے کہ اگر کسی مسلمان نے شراب، خنزیر، مردار یا آزاد خرید کر اس کے عوض رہن دیا اور وہ مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو مرتہن ضامن نہ ہو گا، اس لئے کہ یہ رہن فاسد نہیں بلکہ رہن باطل ہے اور یہ چیزیں مسلمان کے حق میں مال نہیں ہے۔[283]

دفعہ ۱۱۱۵: ایک شخص نے بزاز سے ایک کپڑا لیا تا کہ خریدنے کے لئے کسی اور کو دکھا دے اور اس کے پاس کچھ مال رہن رکھ دیا اور وہ مرہون تلف ہو گیا اور کپڑا ابھی قائم ہو تو بزاز ضامن نہیں ہو گا اس لئے کہ اس صورت میں مال مرہون امانت ہے۔[284]

---

280 نفس مصدر

281 نفس مصدر

282 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۵۲

283 المبسوط للسرخسي، ۲۱:۱۱۵

284 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۵۲

دفعہ ۱۱۶: ایک شخص نے شہتوت کا درخت رہن کیا جس کی قیمت پتوں کے ساتھ ہی بیس درہم ہے پھر پتوں کا وقت گزر گیا اور اس کی قیمت کم ہوگئی تو قرضہ میں سے بقدر حصہ نقصان کے ساقط ہو جائے گا۔[285]

وضاحت:

شیخ ابو بکر اسکافؒ کا قول ہے کہ مذکورہ بالا صورت میں بقدر نقصان قرضہ میں سے ساقط ہو جائے گا اس لئے کہ یہ صورت نرخ کم ہونے کی صورت کی طرح نہیں ہے اس لئے کہ وقت نکل جانے کے بعد پتوں کی کچھ قیمت نہیں رہتی اور نہ اس کا کچھ معاوضہ ہوتا ہے۔ اور فقیہ ابو اللیثؒ کا قول ہے کہ قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا لیکن ابو بکرؒ کا قول اقرب الی الصواب ہے۔ صاحب تاتارخانیہ نے بھی شیخ ابو بکرؒ کے قول کو مفتی بہ قرار دیا ہے۔[286]

دفعہ ۱۱۷: اگر ایک شخص نے غلام رہن رکھا اور وہ بھاگ گیا تو قرضہ ساقط ہو گیا پھر اگر مل گیا تو عود کر کے رہن ہو جائے گا اور اگر اس غلام کا پہلا بھاگنا یہی ہو تو جس قدر اس کی قیمت میں نقصان آگیا اسی حساب سے قرضہ ساقط ہو جائے گا۔[287]

وضاحت:

غلام کا آبق (بھاگنے والا) ہونا غلام کو عیب دار بنا دیتا ہے اس لئے کہ اگر کسی غلام میں یہ عیب مرتہن کے پاس پیدا ہوا تو قرضہ میں سے اتنا ساقط ہو جائے گا جتنا غلام کی قیمت عیب دار ہونے سے کم ہوتی ہے اور اگر غلام میں پہلے سے ہی یہ بھاگنے کی صفت موجود ہو تو پھر قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔ اور اگر قاضی نے غلام مذکور کو بعوض اس مال کے جس کے عوض رہن تھا قرار دے دیا اور بھاگنے کے بعد مل گیا تھا تو بحال خود رہن ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی زمین مرہون پر پانی چڑھ آیا تو اس کا حکم بھی آبق کی طرح ہے اس لئے کہ بسا اوقات پانی جذب ہو جاتا ہے اور زمین لائق انتفاع ہو جاتی ہے۔ پس زمین کے لائق انتفاع ہو جانے کا احتمال باقی ہے اس لئے قرضہ ساقط نہ ہوگا۔

دفعہ ۱۱۸: اگر کسی شخص نے دس درہم کا انگور کا شیرہ دس درہم قرضہ کے عوض رہن کیا پھر وہ شراب بن گیا اور شراب پھر سرکہ ہوگئی جس کی قیمت دس درہم ہو تو اسی قرضہ کے عوض رہن رہے گا۔[288]

---

285 نفس مصدر

286 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۵۳۸

287 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۵۲

288 نفس مصدر، ۴۵۳

دفعہ ۱۱۹: اگر ایک مسلمان نے دوسرے مسلمان کو شراب کے عوض کوئی چیز رہن دی اور مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو کوئی تاوان لازم نہیں آئے گا اور ایسا رہن باطل ہے۔[289]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں مال مرہون مرتہن کے پاس امانت ہو گا جس کی تلف ہونے کی صورت میں تاوان لازم نہیں آتا۔ اسی طرح اگر مرتہن مسلمان ہو اور راہن کافر ہو تو بھی یہی حکم ہے کہ رہن باطل ہے اس لئے کہ شراب مسلمان کے حق میں مال نہیں ہے۔ اور اگر راہن و مرتہن دونوں کافر ہو تو دونوں میں یہ رہن صحیح ہے۔

دفعہ ۱۲۰: ایک شخص نے دوسرے سے ہزار درہم کی ایک باندی خریدی اور بائع نے مشتری کو باندی دینے سے انکار کیا کہ جب تک ثمن وصول نہ کرے۔ اور مشتری نے مبیع کے قبضہ سے پہلے ثمن کے دینے سے انکار کیا۔ پھر بائع اور مشتری نے اس بات پر صلح کرلی کہ مشتری اس کا ثمن کسی عادل کے پاس رکھ دے۔ پھر وہ ثمن عادل کے پاس تلف ہو گیا تو مال مشتری کا گیا۔[290]

وضاحت:

مذکورہ بالا صورت میں جب ثمن مرد عادل کے پاس تلف ہو گیا تو مشتری کا مال ضائع ہوا بخلاف اس صورت کے کہ جب بائع مشتری سے کہے کہ تم اس مرد عادل کے پاس ثمن کے عوض رہن رکھ دے تب میں تجھے باندی حوالہ کرونگا۔ تو تلف ہونے کی صورت میں مال بائع کا ضائع ہو گا اس لئے کہ بائع نے اس میں رہن کا لفظ استعمال کیا ہے۔[291]

دفعہ ۱۲۱: اگر مرتہن کے پاس چوپایہ مرہون کی آنکھ جاتی رہی حالانکہ چوپایہ مذکور کی قیمت قرضہ کے برابر تھی تو چوتھائی قرضہ ساقط ہو جائے گا۔[292]

دفعہ ۱۲۲: ایک شخص نے جو کچھ اس کی باندی کے پیٹ میں ہے آزاد کر دیا پھر اس باندی کو رہن کیا تو رہن جائز ہے۔[293]

---

289 نفس مصدر

290 نفس مصدر، ۴۵۴

291 المحیط البرہانی، ۱۸:۷۱

292 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۱۰۵

293 نفس مصدر

وضاحت:

امام ابو یوسفؒ کے نزدیک مذکورہ صورت میں رہن جائز ہے اب جب باندی کا بچہ پیدا ہو جائے اور ولادت سے باندی مذکور میں نقصان آجائے تو نقصان ولادت کی وجہ سے قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہوگا۔[294]

دفعہ ۱۲۳: اگر عورت نے اپنے مہر مسمی کے عوض رہن لیا اور مرہون کی قیمت اس کے مہر کے برابر ہو پھر شوہر کو اپنے مہر سے بری کر دیا یا ہبہ کر دیا، اور مرہون اس کے پاس تلف ہو گیا تو استحساناً اس پر ضمان نہ ہو گی۔[295]

دفعہ ۱۲۴: اگر کسی عورت نے اپنے مہر المثل کے عوض رہن لیا پھر اس عورت کو دخول سے پہلے طلاق ہو گئی تو مہر المثل کے ساقط ہونے کے بعد واجب متعہ میں مطلقہ کے لئے مرہون کا روکنا جائز نہیں۔[296]

وضاحت:

اگر کسی عورت کے نکاح میں مہر کا ذکر نہ ہوا اور اس کا مہر مہر المثل قرار پایا پھر مذکورہ عورت کو مہر المثل کے عوض رہن دیا اب اس عورت کو دخول سے پہلے شوہر نے طلاق دے دی تو تمام مہر المثل ساقط ہو جائے گا اور عورت کے واسطے متعہ واجب ہو گا اور قیاساً اس عورت کو متعہ کے واسطے مرہون کو روکنا جائز نہ ہو گا۔ یہ امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے۔ اور امام ابو یوسفؒ کا بھی ایک قول عدم جواز کا ہے۔[297]

باب ۴: مرہون کے نفقہ اور جو نفقہ کے مشابہ ہے اس کے بیان میں۔

دفعہ ۱۲۵: رہن کی ذاتی اصلاح اور اس کے باقی رہنے میں جس چیز کی حاجت ہو وہ راہن کے ذمے ہے، چاہے مال مرہون میں یہ نسبت قرضہ کی زیادتی ہو یا نہ ہو اس لئے کہ عین مرہون راہن کی ملک میں باقی ہے۔ اسی طرح مرہون کے منافع بھی راہن کی ملک ہے پس اس کی اصلاح اور اس کا باقی رکھنا بھی راہن کے ذمے ہے۔[298]

وضاحت:

---

294 فتاویٰ قاضیخان، ۷: ۵۴۷

295 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۵۴

296 نفس مصدر

297 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۹۵

298 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۵۴

راہن کی ذاتی اصلاح اور اس کی بقا کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے جو خرچہ ہے مثلاً مرہون کا نفقہ، لباس، ولد مرہون کی دائی کی اجرت، باغ کا سینچنا، باغ کے پھل کی توڑوائی وغیرہ راہن کے ذمے ہے۔ اور جو خرچہ مرہون یا اس کے کسی جز کی حفاظت میں پڑے کہ اس کو صحیح سالم راہن کو واپس کر دے جیسے اس کے زخم کا علاج تو وہ مرتہن کے ذمے ہے جیسے نگہبان کی اجرت۔ اور مرہون کا کفن راہن کے ذمے ہے خواہ مرہون مرتہن کے قبضہ میں ہو یا عادل کے قبضہ میں۔[299]

تقابل:

کنٹریکٹ ایکٹ ۱۸۷۲، کے سیکشن ۱۷۵ میں مذکورہ دفعہ سے متعلق مذکور ہے:

Pawnee's right as to extraordinary expenses incurred: "The pawnee is entitled to receive from the pawnor extraordinary expenses incurred by him for the preservation of the goods pledged".[300]

ترجمہ: مرتہن کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مال مرہون کی حفاظت پر کئے گئے اخراجات کو راہن سے وصول کرے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی مال مرہون کی حفاظت کے لئے جس چیز کی ضرورت ہو وہ راہن کے ذمے ہے اور اگر مرتہن خرچ کرے تو راہن سے واپس وصول کرے گا۔

دفعہ ۱۲۶: اور جو خرچہ راہن پر واجب ہے اور وہ مرتہن نے ادا کر دیا تو متطوع ہو گا اگر راہن کے اجازت کے بغیر کیا ہو، اسی طرح جو خرچہ مرتہن پر واجب ہے راہن نے بلا اجازت ادا کر دیا تو متطوع تصور ہو گا۔[301]

وضاحت:

اگر راہن یا مرتہن نے ایک دوسرے کے ذمے واجب خرچہ ایک دوسرے کے حکم یا اجازت کے بغیر خود ہی خرچ کر دیا تو مطالبہ نہیں کر سکتا احسان کرنے والا تصور ہو گا، لیکن اگر راہن پر واجب خرچہ مرتہن نے راہن یا قاضی کے حکم سے خود اٹھایا تو راہن سے واپس لے سکتا ہے۔ اسی طرح جو خرچہ مرتہن پر واجب ہے راہن نے مرتہن یا قاضی کے حکم سے خود اٹھایا تو مرتہن سے واپس لے سکتا ہے۔[302]

دفعہ ۱۲۷: اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے قاضی کے حکم سے مرہون کو نفقہ دیا تو راہن سے واپس لے گا اگر غائب ہو اور اگر حاضر ہو تو واپس نہیں لے گا۔[303]

---

299 المحیط البرہانی، ۱۸: ۸۱

300 CONTRACT ACT 1872,Sec-175

301 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۵۴

302 المحیط البرہانی، ۱۸:۸۱

وضاحت:

امام یوسفؒ فرماتے ہیں کہ دونوں صورتوں میں چاہے راہن غائب ہو یا حاضر، اگر مرتہن نے بحکم قاضی مرہون کو نفقہ دیا تو واپس لے گا۔ اور فتویٰ اس بات پر ہے کہ اگر راہن حاضر ہو اور اس نے نفقہ دینے سے انکار کیا پھر قاضی نے مرتہن کو نفقہ دینے کا حکم دیا اور مرتہن نے نفقہ دیا تو راہن سے واپس لے گا۔[304]

دفعہ ۱۲۸: جب راہن قرضہ ادا کردے تو مرتہن کو یہ اختیار نہیں کہ نفقہ وصول کرنے کے واسطے مال مرہون کو روکے رکھے اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا تو نفقہ اپنے حال پر باقی رہے گا راہن سے واپس لیا جائے گا۔[305]

دفعہ ۱۲۹: نفقہ دینے میں مرتہن کے قول کی تصدیق نہیں ہو گی جب تک گواہ پیش نہ کرے اور اگر مرتہن کے پاس گواہ نہ ہو تو راہن سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی۔[306]

وضاحت:

اگر مرتہن نے دعویٰ کیا کہ اس نے مرہون کو نفقہ دیا ہے تو اس سے کہا جائے گا کہ گواہ پیش کرو اگر اس کے پاس گواہ نہ ہو تو پھر راہن سے قسم لی جائے گی اس لئے کہ وہ منکر ہے اور یہی قاعدہ ہے "البينة على المدعى واليمين على من انكر"[307]۔ لیکن راہن سے اس طور پر قسم لیا جائے گا کہ وہ کہے گا "واللہ مجھے اس بات کا علم نہیں کہ مرتہن نے مرہون کو نفقہ دیا ہے"۔ اس لئے کہ نفقہ دینا غیر کا فعل ہے اور غیر کے فعل پر جب قسم لی جاتی ہے تو وہ اس کے علم پر لی جاتی ہے۔[308]

دفعہ ۱۳۰: مرہون کے دوائی اور طبیب کا خرچہ مرتہن کے ذمے ہے۔[309]

---

303 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۵۴

304 الهدايه، ۴:۴۱۵

305 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۵۴

306 نفس مصدر، ۴۵۵

307 صحيح البخاری، كتاب الشهادات، باب اليمين على المدعى عليه فى الاموال والحدود، حديث رقم: ۲۶۶۸

308 المحيط البرہانی، ۱۸:۸۱،۸۲

309 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۵۵

وضاحت:

مذکورہ مسئلہ وضاحت طلب ہے۔ کتاب الرہن میں ایک مقام پر مطلق مذکور ہے کہ دوا اور طبیب کا خرچہ مرتہن کے ذمے ہے اور دوسری جگہ مذکور ہے کہ جراحات اور قروح کی دوائی اور امراض و معالجہ کا خرچہ اور مرہون کے جرم کا فدیہ مرہون کی قیمت کے حساب سے ہے۔ جو حصہ قرضہ میں مضمون ہے اس کا خرچہ مرتہن کے ذمے ہے اور جس قدر زیادہ ہے وہ راہن کے ذمے ہے یہی قول امام قدوری کا ہے۔[310]

بعض مشائخؒ نے کہا ہے کہ دوا اور طبیب کا خرچہ مرتہن کے ذمے اس وقت واجب ہوگا جب زخم یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو اور اگر راہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو یہ خرچہ راہن کے ذمے ہوگا۔ فقیہ ابو جعفر ہندوانیؒ سے روایت ہے کہ جو جراحت یا مرض مرتہن کے پاس پیدا ہوا ہو تو اس کی دوائی اور طبیب کی اجرت وغیرہ تو مرتہن کے ذمے ہوگی اور جو راہن کے پاس پیدا ہوا ہو اور مرتہن کے پاس زیادہ نہ ہوا ہو اور اس کی زیادہ مداوات کی ضرورت نہ ہو تو یہ خرچہ راہن کے ذمے ہوگا۔ لیکن اگر مرتہن کے پاس زیادہ ہو گئی ہو اور زیادہ مداوات کی ضرورت ہوئی تو مرتہن کے ذمے ہے لیکن اس پر جبر نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے کہا جائے گا کہ اگر تم چاہتے ہو کہ تیرا مال ڈوب نہ جائے تو اس کی دوا کر دو۔[311]

تقابل:

کنٹریکٹ ایکٹ ۱۸۷۲ء کے سیکشن ۱۷۵ میں مذکورہ دفعہ سے متعلق مذکور ہے:

Pawnee's right as to extraordinary expenses incurred: "The pawnee is entitled to receive from the pawnor extraordinary expenses incurred by him for the preservation of the goods pledged".[312]

ترجمہ: مرتہن کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ مال مرہون کی حفاظت پر کئے گئے اخراجات کو راہن سے وصول کرے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں مماثلت پایا جاتا ہے لیکن معمولی فرق یہ ہے کہ وضعی قوانین میں تفصیل نہیں ہے بس اتنا لکھا ہے کہ مال مرہون پر ضرورت سے زیادہ خرچ راہن کے ذمے ہے۔ اور شرعی قوانین میں یہ تفصیل ہے کہ اگر معمولی علاج معالجے کی ضرورت ہوئی تو وہ مرتہن کے ذمے ہے لیکن اگر زیادہ علاج کی یا ایسی بیماری کی علاج کی ضرورت ہوئی جو راہن کے پاس بھی موجود تھی تو اس کا خرچہ راہن کے ذمے ہے۔

دفعہ ۱۳۱ : مرہون کی حفاظت مرتہن کے ذمے ہے یہاں تک کے اگر راہن نے مرتہن کے لئے مرہون کے حفاظت کے عوض کچھ اجرت رکھ دی تو صحیح نہیں اور مرتہن اس کا مستحق نہ ہوگا۔[313]

---

310 مختصر القدوری،۹۳

311 المحیط البرہانی،۱۸:۸۱

312 CONTRACT ACT 1872,Sec-175

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ ۱۸۸۲، کے سیکشن ۷۶ میں مذکور ہے:

76. Liabilities of mortgagee in possession. When, during the continuance of the mortgage, the mortgagee takes possession of the mortgaged property :-

(e) "He must not commit any act which is destructive or permanently injurious to the property".[314]

ترجمہ: مرتہن کے فرائض: مال مرہون پر قبضہ کر لینے کے بعد مرتہن کی ذمہ داریوں میں سے ایک یہ ہے کہ وہ ایسا فعل نہیں کرے گا جس سے مرہون کو کلی یا جزوی طور پر نقصان پہنچے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی مرہون کی حفاظت مرتہن کے ذمے ہے اس کے لئے اس کو الگ اجرت نہیں ملے گی۔

دفعہ ۱۳۲: اگر مال مرہون ایسا جانور ہے جس کے چرانے کی حاجت ہے تو چرواہے کی اجرت راہن کے ذمے ہے۔[315]

وضاحت:

مرہون کے راعی کی اجرت راہن کے ذمے ہے اور مرہون جانور جس جگہ باندھا جاتا ہے اور رات گزارتا ہے اس کا کرایہ مرتہن کے ذمے ہے۔[316]

دفعہ ۱۳۳: آبق (بھاگے ہوئے غلام) کو واپس لانے والے کی مزدوری بقدر قرضہ کے مرتہن کے ذمے ہو گی اور قرضہ کے حساب سے زائد قیمت کی قدر کی مزدوری راہن کے ذمے ہے۔[317]

دفعہ ۱۳۴: اگر راہن نے مال مرہون کے نماء کو نفقہ کے عوض مرتہن کو دینا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہیں۔[318]

---

313 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۵۵

314 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882,SEC.76,SUB SEC.(E)

315 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۵۵

316 المحیط البرہانی، ۱۸: ۸۰

317 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۵۵

318 البدائع الصنائع، ۶: ۱۳۹

باب اول: فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الرہن کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے تقابل

فصل سوم: فتاوی عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب پنجم اور باب ششم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے ساتھ تقابل

باب۵: اس حق کے بیان میں جو مرتہن کے مرہون میں واجب ہوتا ہے۔

دفعہ ۱۳۵: اگر راہن مر گیا اور اس پر بہت سے قرضے ہو تو اس مرہون کا زیادہ حقدار مرتہن ہے۔[319]

وضاحت:

اگر کوئی راہن فوت ہو گیا اور اس پر کئی قرضے ہو تو اس کے مال مرہون کا زیادہ مستحق مرتہن ہو گا یعنی اس مال مرہون سے پہلے مرتہن اپنا قرضہ وصول کرے گا پھر باقی میں تمام قرض خواہ شریک ہونگے اور مرتہن کو یہ اختیار حاصل ہے کہ جس قرضہ کے عوض اس نے مال مرہون رہن کیا ہے اس کے واسطے مرہون کو روک رکھے۔ اور مرتہن کو یہ اختیار نہیں کہ اپنے کسی دوسرے قرضہ میں، جو راہن پر رہن کرنے سے پہلے یا بعد کا ہو، مال مرہون کو روکے رکھے۔ اور جب تک راہن نے پورا قرضہ ادا نہ کیا ہو تو مرتہن کو اختیار ہے کہ باقی تمام قرضہ وصول کرنے تک مال مرہون کو روکے۔[320]

دفعہ ۱۳۶: اگر ایک شخص نے دوسرے کے پاس کوئی مال ہزار درہم قرضہ دینے کے عوض بطور رہن فاسد کے رہن کیا اور دونوں نے قبضہ کر لیا پھر فساد کی وجہ سے رہن توڑ دیا تو راہن کو مال مرہون واپس لینے کا اختیار اس وقت تک نہیں جب تک مرتہن کو اس کا قرضہ واپس نہ کر دے۔[321]

وضاحت:

رہن فاسد میں بھی مرتہن کو مال مرہون کے روک رکھنے کا اختیار حاصل ہے جب تک اپنا قرضہ وصول نہ کرے اس لئے کہ مرتہن نے جو کچھ دیا ہے وہ اس مرہون کے مقابلے میں دیا ہے جس پر اس نے قبضہ کیا ہے پس راہن کو مرتہن کا قبضہ توڑ دینے کا اختیار اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک اس کا ادا

---

319 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۵۶

320 فتاوی تاتارخانیه، ۱۸:۵۴۸

321 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۵۶

کیا ہو امال واپس نہ کر دے۔ اور اگر اس صورت میں راہن مر گیا اور اس پر بہت سے قرضے ہو تو مرتہن کا استحقاق بنسبت دوسرے قرض خواہوں کے اس مال مرہون میں مقدم ہو گا۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ قرضہ پہلے کا نہ ہو بلکہ رہن پر قرضہ دینا ٹھہرا ہو۔ اور اگر یہ قرضہ پہلے سے تھا پھر قرضدار نے قرض خواہ کو کچھ مال اس قرضہ کے عوض رہن فاسد دیا تو راہن کے مرنے کی صورت میں اس مال مرہون میں سب قرض خواہ برابر ہو نگے۔[322]

دفعہ ۱۳۷: اگر راہن نے مدبر غلام یا ام ولد یا ایسی کوئی چیز جو رہن نہیں ہو سکتی، رہن رکھ لی تو راہن کو قرضہ کے ادا کرنے سے پہلے اس کے واپس لینے کا اختیار ہو گا چاہے بعوض قرضہ سابقہ کے ہو یا بعوض قرضہ لاحقہ کے۔[323]

دفعہ ۱۳۸: اگر کسی قرضہ کے عوض کئی اعیان (مال عین) رہن کئے پھر راہن نے تھوڑا قرضہ ادا کر کے چاہا کہ کچھ مال عین واپس لے تو اگر ہر ایک مال عین کا حصہ بیان نہ کیا ہو تو اس کو یہ اختیار حاصل نہیں۔[324]

وضاحت:

اگر راہن نے قرضہ کے عوض کئی مال عین رہن رکھ دیئے لیکن ہر مال عین کا حصہ الگ بیان نہ کیا ہو تو تھوڑا قرضہ ادا کر کے کوئی مال عین واپس نہیں کر سکتا اور اگر ہر ایک کا حصہ بیان کیا ہو تو زیادات میں مذکور ہے کہ اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔ اور اصل کی کتاب الرہن میں مذکور ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں ہو گا۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ جو حکم اصل میں مذکور ہے وہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے اور جو زیادات میں مذکور ہے وہ امام محمدؒ کا قول ہے۔[325]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲، کے سیکشن ۶۱ میں مذکور ہے:

61. Right to redeem separately or simultaneously. "A mortgagor, who has executed two or more mortgages in favour of the same mortgagee shall, in the absence of a contract to the contrary, when the principal money of any two or more of the mortgages has become due, be

---

322 المحیط البرہانی، ۱۸:۸۳

323 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۵۶

324 نفس مصدر

325 المحیط البرہانی، ۱۸:۸۳

entitled to redeem any one such mortgage separately, or any two or more of such mortgages together".[326]

ترجمہ: علیحدہ یا ایک ساتھ فک رہن کا استحقاق: اگر ایک راہن نے ایک مرتہن کے پاس کسی قرض کے عوض دو یا اس سے زیادہ چیزیں رہن رکھ لی ہو، تو غیر تعدی کی صورت میں، جب کسی ایک شئ مرہون یا اس سے زیادہ اشیاء کے حصے کا قرض ادا ہو، تو راہن کو اختیار ہے کہ ان اشیاء مرہونہ کو ایک ایک کر کے یا دو یا اس سے زیادہ اشیاء کو ایک ساتھ چھڑا دے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں مماثلت پایا جاتا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ وضعی قوانین میں زیادہ وضاحت کے ساتھ مذکور نہیں، اس لئے کہ مذکورہ وضعی قانون میں ذکر ہے کہ اگر کسی ایک شئ مرہون کے حصے کا قرض ادا ہو تو اس کو چھڑانے کا اختیار راہن کو حاصل ہے لیکن یہاں اس شرط کا ذکر نہیں کیا ہے کہ یہ اس صورت میں جائز ہے کہ رہن رکھتے وقت یہ وضاحت کی ہو کہ یہ چیز قرضہ میں سے اتنے مال کے عوض رہن ہے اور یہ دوسرا اتنے مال کے عوض۔ اور اگر ہر ایک مال عین کا حصہ بیان نہ کیا ہو تو جب تک پورا قرضہ ادا نہ ہو ایک چیز کو نہیں چھڑا سکتا۔

دفعہ ۱۳۹: اگر راہن و مرتہن نے باہم عقد رہن کو فسخ کیا پھر مرتہن نے مرہون کو روکنا چاہا تو اس کو اختیار ہے اور رہن باطل نہ ہوگا جب تک بطریق فسخ کے مرہون کو واپس نہ کر دے۔[327]

باب ۶: راہن کی طرف سے مرہون میں زیادتی کرنے کے بیان میں

دفعہ ۱۴۰: عقد رہن کے قائم ہونے کی حالت میں مرہون میں زیادتی کرنا (استحسانا) صحیح ہے۔[328]

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے ہزار درہم قرضہ کے مقابلے میں ایک غلام رہن لیا پھر راہن نے اس کو ایک کپڑا بڑھا دیا کہ یہ کپڑا بھی غلام کے ساتھ ہی بعوض اس قرضہ کے رہن رہے تو استحسانا یہ زیادتی صحیح ہے اور یہ زیادتی اصل عقد کے ساتھ لاحق ہو جائے گی اور یوں قرار دیا جائے گا کہ عقد رہن اصل اور زیادتی دونوں پر وارد ہوا ہے۔ اور یہ علماء احناف کے نزدیک ہے۔[329]

---

326 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882 Sec.61

327 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۵۶

328 نفس مصدر

329 المحيط البرهانی، ۱۸: ۸۵

دفعہ ۱۴۱: ایک شخص نے ہزار درہم کا غلام ہزار درہم قرض کے عوض رہن کیا پھر سو درہم کا دوسرا غلام رہن میں بڑھا دیا پھر ایک غلام مر گیا تو نصف قرضہ ساقط ہو جائے گا اور مذکورہ غلام کا نصف امانت میں تلف تصور ہو گا۔[330]

دفعہ ۱۴۲: قرضہ میں زیادتی کرنا امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہیں۔[331]

وضاحت:

اگر ایک شخص نے دوسرے کو قرضہ کے عوض ایک غلام رہن دیا پھر راہن پر مرتہن کا قرض لینے یا کچھ خریدنے یا کسی اور سبب سے کچھ قرضہ جدید پیدا ہو گیا۔ پھر راہن نے مذکورہ غلام کو قدیم اور جدید دونوں قرضوں کے عوض رہن رکھنا چاہا تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک قرضہ جدید میں رہن نہیں ہو سکتا حتیٰ کہ اگر غلام مذکور ہلاک ہوا تو بعوض قرضہ قدیم کے تلف ہو گا۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک جدید اور قدیم دونوں قرضوں کے عوض رہن ہو جائے گا اور اگر ہلاک ہوا تو دونوں کے عوض ہلاک ہو گا۔

دفعہ ۱۴۳: اگر مرہون میں زیادتی کی گئی تو مرہون اسی قدر قرضہ کے عوض رہن ہو گا جو زیادہ کئے ہوئے مال کے زیادہ کر دینے کے وقت قائم ہو نہ اس قرضہ کے عوض جو ساقط ہوا ہو یا مرتہن نے اس کو بھر دیا ہو۔[332]

وضاحت:

اس لئے کہ رہن ایفاء ہے اور جو قرضہ ساقط ہوا ہو یا ادا کیا گیا ہو اس کا ایفاء متصور نہیں ہے، اصل اور زیادتی دونوں پر ان کے مقدار قیمت کے حساب سے قرضہ تقسیم کیا جائے گا، لیکن اصل مرہون کی وہ قیمت معتبر ہو گی جو عقد رہن کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت تھی اور زیادتی کی وہ قیمت معتبر ہو گی جو زیادتی شرط کرنے کی وجہ سے قبضہ کرنے کے وقت ہے۔

دفعہ ۱۴۴: رہن کی نماء (بڑھوتری) دو قسم پر ہے۔ ایک قسم نماء ہے جو رہن میں داخل نہیں ہوتا اور وہ ایسا نمو ہے جو اصل عین سے پیدا نہ ہو اور نہ اجزائے عین میں سے کسی جز کا بدل ہو جیسے کمائی، ہبہ یا صدقہ کیا ہوا مال وغیرہ۔ اور ایک قسم نماء وہ ہے جو رہن میں

---

330 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۵۷

331 نفس مصدر

332 نفس مصدر

داخل ہو اور وہ ایسا نمو ہے جو عین مرہون سے پیدا ہو جیسے بچہ، پھل، صوف وغیرہ، یا اجزائے عین میں سے کسی جز کا بدل ہو جیسے ارش یا عقر وغیرہ۔[333]

وضاحت:

رہن میں نماء دو قسم پر ہے۔ ایک قسم وہ نماء ہے جو رہن میں داخل نہیں ہوتا جیسے وہ نماء جو اصل عین سے پیدا نہ ہو اور نہ اجزائے عین میں سے کسی جز کا بدل ہو جیسے کمائی، ہبہ یا صدقہ کیا ہوا مال وغیرہ۔ اور دوسری قسم نماء وہ ہے جو رہن میں داخل ہے جیسے وہ نماء جو عین مرہون سے پیدا ہو جیسے بچہ، پھل یا صوف وغیرہ، یا اجزائے عین میں سے کسی جز کا بدل ہو جیسے ارش وعقر وغیرہ۔ اس قسم کے نمو کے رہن میں داخل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ بھی عین کی طرح محبوس ہوتے ہیں لیکن مضمون نہیں ہوتے اور نہ اس کے جانب حکم ضمان ساری ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر فک رہن سے پہلے ایسا نمو تلف ہو جائے تو اس کے مقابلے میں قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا اور جب اس قسم کا نمو رہن میں اصل کے ساتھ مذکورہ طور پر داخل ہو جائے تو جو کچھ قرضہ اصل مرہون کے مقابلے میں ہے وہ اصل اور نمو دونوں پر ان کے قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہو گا اس لئے کہ قرضہ کے مقابل کے بغیر رہن نہیں ہوتا پس قرضہ کا دونوں پر تقسیم کر دینا واجب ہوا لیکن اس شرط پر کہ فک رہن تک یہ نمو باقی رہے۔ اور اگر فک رہن سے پہلے نمو تلف ہو جائے تو اس کے مقابلہ میں قرضہ میں سے کچھ ساقط نہیں ہو گا اور ایسا قرار دیا جائے گا گویا کہ نمو کا وجود تھا ہی نہیں اور پورا قرضہ اصل مرہون کے مقابل تھا۔[334]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ کے سیکشن ۷۰ میں لکھا ہے:

70. Accession to mortgaged property. "If after the date of a mortgage, any accession is made to the mortgaged property, the mortgagee, in the absence of a contract to the contrary, shall, for the purposes of the security, be entitled to such accession".[335]

ترجمہ: مال مرہون میں نماء / بڑھوتری: اگر رہن رکھنے کے بعد مال مرہون کے عین میں کوئی اضافہ ہو جائے تو مرتہن معاہدے کی خلاف ورزی کئے بغیر اس زیادتی کے بھی رہن میں محبوس رکھنے کا اختیار رکھتا ہے۔

---

333 نفس مصدر

334 المحیط البرہانی، ۱۸:۸۵

335 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882,Sec.70

دفعہ مذکورہ کی تفصیل جیسے شرعی قوانین میں عین مال مرہون میں نماء کی صورت میں بیان کی گئی ہیں اسی طرح وضعی قوانین میں بھی جب عین مال مرہون میں کچھ اضافہ ہو جائے جیسے کوئی زمین دریا کے کنارے ہو اور پانی کا رخ بدلنے سے اس کے رقبے میں اضافہ ہو جائے یا مرہون باندی ہو اور اس کا کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو مرتہن اس اضافے کا بھی رہن میں روکے رکھنے کا مختار ہے۔

دفعہ ۱۴۵: قرضہ اصل مرہون کی قیمت پر روز قبضہ کے اعتبار سے اور زیادتی کی قیمت پر روز فک رہن کے اعتبار سے تقسیم ہو گا۔[336]

وضاحت:

جب اصل مرہون کی قیمت ایک ہزار درہم ہو اور بچہ کی قیمت ہزار درہم ہو تو قرضہ بظاہر ان دونوں پر نصف نصف تقسیم ہو گا۔اب اگر بچہ مر گیا تو مفت میں جائے گا اور اس کی ماں پورے قرضہ کے عوض رہن رہے گیا اور اگر ماں مر گئی اور بچہ رہا پس اگر راہن نے فک رہن کر لیا تو نصف قرضہ کے عوض فک رہن کرے گا۔اور اگر ماں کے مرنے کے بعد بچہ مر گیا تو مفت مر گیا اور ایسا ہو گیا گویا کہ اس کا وجود ہی نہ تھا پس پورا قرضہ اس کی ماں کے مرنے سے ساقط ہوا۔

اور اگر دونوں میں سے کوئی نہیں مرا لیکن نرخ بدل جانے کی وجہ سے ماں کی قیمت میں نقصان آگیا یا زیادتی ہو گئی اور بچہ وہی ایک ہزار درہم قیمت کا رہا تو قرضہ دونوں پر نصف نصف رہے گا پہلی حالت سے متغیر نہیں ہو گا۔اور اگر بچے کی قیمت بسبب عیب کے یا نرخ گھٹ جانے کی وجہ سے کم ہو گئی اور پانچ سو درہم رہ گئی تو قرضہ اصل اور زیادتی پر تین تہائی ہو گا دو تہائی ماں کے مقابلے میں اور ایک تہائی بچہ کے مقابلے میں ہو گا۔[337]

دفعہ ۱۴۶: اگر مرہون ایک باندی ہو اور وہ کانی (ایک آنکھ ضائع) ہو گئی یہاں تک کہ نصف قرضہ ساقط ہو گیا پھر اس کے بعد اس کا ایک بچہ پیدا ہوا تو قرضہ ساقط واپس لوٹے گا اور کانی ہونے کے بعد بچہ پیدا ہونا ایسا قرار دیا جائے گا گویا کہ کانا ہونے سے پہلے بچہ جنا ہے۔اور بچہ اصل عقد سے ملتحق ہوتا ہے اور عقد کے وقت موجود تصور ہو گا۔[338]

دفعہ ۱۴۷: اگر راہن نے مرتہن کو ہزار درہم قرضہ میں پانچ سو درہم ادا کر دیئے پھر ان کو باندی مرہونہ کے ساتھ مرہون رکھنے کے واسطے ایک غلام دو ہزار قیمت کا بڑھا دیا تو یہ زیادتی صحیح ہے اور باقی قرضہ کے ساتھ ملحق ہو گی۔[339]

---

336 الفتاوی الھندیۃ،۵: ۴۵۸

337 المحیط البرھانی،۱۸: ۸۶

338 نفس مصدر

339 الفتاوی الھندیۃ،۵: ۴۵۹

وضاحت:

مذکورہ بالا مسئلے میں قرضہ باندی کی نصف قیمت یعنی پانچ سو درہم اور زیادہ کئے گئے غلام کی قیمت پر تین تہائی تقسیم ہو گا۔ پس دو تہائی غلام کے مقابلے میں اور ایک تہائی باندی کے مقابلے میں رکھا جائے گا۔ یعنی اگر غلام مر گیا تو پانچ سو درہم کے دو تہائی تین سو تینتیس عشاریہ تین درہم کے عوض تلف ہو گا اور اگر باندی تلف ہو گئی تو ایک سو چیاسٹھ عشاریہ چھ درہم کے عوض تلف تصور ہو گی۔[340]

دفعہ ۱۴۸: اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے یا راہن نے مرتہن کی اجازت سے یا راہن و مرتہن کی اجازت سے کسی اجنبی نے مرہونہ درخت کے پھل کھا لئے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا۔[341]

وضاحت:

مذکورہ بالا مسئلہ میں اگر راہن و مرتہن نے ایک دوسرے کی اجازت سے یا کسی اجنبی نے ان دونوں کی اجازت سے پھل کھا لئے تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا لیکن پھل کے حصے کا قرضہ اصل (درخت) کی جانب عود نہیں کرے گا۔ بخلاف ہلاک ہو جانے کی صورت کے کہ اس صورت میں ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا یہ پھل سرے سے پیدا ہی نہیں تھا۔ اور مذکورہ صورت تو استہلاک (خود تلف کر دینے) کی ہے۔ لیکن چونکہ اجازت کے ساتھ ہے تو اس لئے موجب ضمان نہیں۔ لہٰذا اگر اس کے بعد درخت تلف ہو جائے تو اپنے حصہ قرضہ کے عوض تلف تصور ہونگے، یعنی جس قدر قرضہ درختوں کے مقابلے میں پڑے اس کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر پہلے اصل ہلاک ہوا اور نمو ابھی قائم تھی کہ اس کو اجازت سے کسی نے کھا لیا تو جس قدر اس نمو کے مقابلے میں قرضہ پڑا تھا وہ ساقط نہیں ہو گا اور مرتہن اس کو راہن سے لے لے گا بخلاف ہلاک ہونے کی صورت کے۔ اور اگر اس نمو کو راہن یا مرتہن یا اجنبی نے بلا اجازت کھا لیا تو کھانے والا اس کی قیمت تاوان دے گا جو اس پھل کے مقام پر قائم ہو گی۔[342]

دفعہ ۱۴۹: اگر مرہونہ باندی کے ایک ساتھ دو، تین یا زیادہ بچے پیدا ہوئے تو تمام قرضہ باندی کے قبضہ کے روز کی قیمت اور بچوں کی فک رہن کے روز کی قیمت کے اعتبار سے تقسیم ہو گا اور اگر باندی کی بیٹی کا بچہ پیدا ہوا تو یہ دونوں حکماً دو بچوں کے مانند ہیں۔[343]

---

340 البدائع الصنائع، ۶: ۱۳۹

341 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۵۹

342 المحیط البرہانی، ۱۸: ۸۶

343 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۵۹

خلاصہ باب

اس باب میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب اول تا باب ششم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ یہ باب کل تین فصول اور ۱۴۹ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الرہن کے باب اول اور باب دوم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ باب اول میں رہن کی تعریف، ارکان، شرائط، وقوع وعدم وقوع، جواز وعدم جواز اور وصی اور اب کے رہن رکھنے کا بیان کیا گیا ہے اور باب دوم میں مال مرہون کسی عادل شخص کے پاس رکھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں کتاب الرہن کے باب سوم اور باب چہارم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ باب سوم میں مرہون کے، ضمان یا بغیر ضمان کے تلف ہو جانے کا بیان کیا گیا ہے اور باب چہارم میں مرہون کے نفقہ اور مرہون سے مشابہ اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں کتاب الرہن کے باب پنجم اور باب ششم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ باب پنجم میں اس حق کا بیان ہے جو مرتہن کا مرہون میں واجب ہوتا ہے اور باب ششم میں راہن کی طرف سے مرہون میں زیادتی کا بیان کیا گیا ہے۔

تحقیقی مقالے کے باب اول میں کل ۲۰ دفعات میں شرعی قوانین اور وضعی قوانین دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ء میں موجود "مور ٹگیج لاء" (Mortgage Law) کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ جس میں ۱۷ مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان مطابقت پایا جاتا ہے جب کہ تین مقامات پر شرعی اور مروجہ وضعی قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے۔ دفعہ نمبر ۱ میں رہن کی تعریف میں شرعی اور وضعی قوانین میں چند وجوہ سے فرق کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ شرعی قوانین میں رہن کا لفظ تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے گروی رکھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں لفظ رہن کا اطلاق صرف غیر منقولہ جائیداد جیسے گھر یا زمین وغیرہ پر ہوتا ہے۔

۲۔ شرعی قوانین میں منقولہ اشیاء کے گروی رکھنے کے لئے بھی رہن کا لفظ استعمال ہوتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں متاع کی گروی رکھنے کے لئے "پلیج"(PLEDGE) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ شرعی قوانین میں مال مرہون صرف دین حقیقی یا دین حکمی کے عوض میں رکھا جاتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں مالی فرائض سے متعلق معاہدات کی پابندی کے لئے بھی رہن رکھا جاسکتا ہے۔

اسی طرح دفعہ ۱۳ میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں تضاد کو بیان کیا گیا ہے، شرعی قوانین میں مال مرہون کے منافع سے بلا عوض فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو اجارہ فاسدہ کہا ہے جیسا کہ کوئی راہن مرتہن کو ایک گھر رہن میں دے تا کہ قرض کی ادائیگی تک اس میں سکونت رکھے۔ جب کہ وضعی قوانین میں رہن کے چھ اقسام بیان ہوئے ہیں جن میں سے ایک قسم یوسفرکٹری مورٹگیج ہے، جس کی تعریف میں مذکور ہے کہ مرہون سے جو حاصلات یعنی کرایہ اور منافع وغیرہ حاصل ہو اس سے مرتہن بلا عوض فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اسی طرح دفعہ ۲۰ کی تفصیل میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں عدم مطابقت کو واضح کیا گیا ہے، شرعی قوانین میں کسی چیز کے صرف منافع کو رہن رکھنا جائز نہیں جب کہ وضعی قوانین میں اگر کوئی شخص کسی چیز کے صرف منافع کا مالک ہو تو وہ صرف ان منافع کے حد تک اس چیز کو رہن رکھ سکتا ہے۔

باب دوم: فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الرہن کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے ساتھ تقابل

فصل اول: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب ہفتم تا باب ہشتم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے ساتھ تقابل

باب ۷: مال قرضہ وصول کرنے کے وقت مرہون کے سپرد کرنے کے بیان میں

دفعہ ۱۵۰: ایک شخص نے قرض کے عوض باندی رہن رکھ دی جب مرتہن نے قرض کا مطالبہ کیا تو راہن نے مرہونہ باندی کو حاضر کرنے کی شرط رکھ دی۔ پس اگر راہن اور مرتہن دونوں اپنے شہر میں ہو تو مرتہن کو باندی حاضر کرنے کا حکم دیا جائے گا۔[344]

وضاحت:

امام محمدؒ نے زیادات میں یہ بات ذکر کی ہے کہ اگر راہن اور مرتہن دونوں اپنے شہر میں ہوں تو راہن کے مطالبے پر مرتہن سے کہا جائے گا کہ پہلے باندی مرہونہ کو حاضر کر دے پھر اپنا قرضہ لے لے۔ اور اگر راہن اور مرتہن کی ملاقات اپنے شہر کے علاوہ کسی اور شہر میں ہوئی اور راہن نے مرہون کی حوالہ کرنے سے پہلے قرض کی ادائیگی سے انکار کیا تو اس پر جبر کیا جائے گا اور مرتہن کو مال مرہون کے حاضر کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ خواہ مال مرہون ایسی چیز ہو جس کی بار برداری اور خرچہ پڑتا ہو یا نہیں۔ بعض مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ یہ حکم صرف اس صورت میں ہے جب مال مرہون کے بار برداری کا خرچہ پڑتا ہو۔ یہ حکم قیاسی ہے۔ اور استحساناً یہ حکم ہے کہ مرتہن پر جبر کیا جائے گا۔ اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ قیاساً اور استحساناً دونوں طرح یہ حکم ہے۔ یہی صحیح ہے۔[345]

اگر مرتہن نے راہن سے کہا کہ مرہونہ باندی میرے گھر میں ہے تو مجھ کو میرا قرضہ دے دے اور میرے ساتھ چل کر میرے گھر سے وہ باندی لے لے تو اس کو یہ اختیار نہ ہوگا بلکہ اس کو حکم دیا جائے گا کہ باندی مذکور کو حاضر کر دو پھر راہن کو حکم دیا جائے گا کہ پہلے اس کا قرضہ ادا کر دے۔[346]

دفعہ ۱۵۱: قسط وار قرضہ کی پہلی قسط کی ادائیگی کے وقت اگر راہن نے مرہون کو حاضر کرنے کے بغیر قسط کی ادائیگی سے انکار کیا تو مرتہن پر مال مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے جبر نہیں کیا جائے گا۔[347]

---

344 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۶۰

345 المحیط البرہانی، ۷: ۸۱

346 نفس مصدر

وضاحت:

اگر ایک شخص کے دوسرے پر ہزار درہم قسط وار ادا کرنے کی شرط پر قرض ہو اور قرضدار نے مقدار قرضہ کے برابر مال قرض خواہ کے پاس رہن رکھ دیا ہو پھر ایک قسط کی ادائیگی کا وقت آیا لیکن راہن نے اس وقت تک اس کے ادا کرنے سے انکار کیا کہ جب تک مرتہن مال مرہون کو حاضر نہ کردے۔ تو اس صورت میں مرتہن پر جبر نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ اس کے حاضر کرنے میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور اگر راہن نے کہا کہ مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہے اور مجھ پر اس کے قرضہ میں سے کچھ بھی واجب نہیں ہے اور قاضی سے درخواست کی کہ مرتہن مرہون کو حاضر کردے کہ اس کا حال معلوم ہو جائے، تو قیاسا قاضی مرتہن کو یہ حکم نہ دے اور استحسانا حکم یہ ہے کہ اگر دونوں اسی شہر میں ہیں جہاں رہن واقع ہوا ہے تو قاضی اس کو حکم دے کہ حاضر کرے اور اگر قاضی مناسب سمجھے تو باوجود اسی شہر میں ہونے کے مرتہن کو مال مرہون حاضر کرنے کا حکم نہ دے بلکہ مرتہن سے اس بات پر قطعی قسم لے کہ مال مرہون ضائع نہیں ہوا ہے اور نہ ہلاک ہوا ہے۔ اور راہن کو حکم دے گا کہ مقدار مقررہ کی قسط مرتہن کو ادا کردے۔[348]

دفعہ ۱۵۲: اگر عادل نے مرہون اجازت کے ساتھ کسی کے پاس ودیعت رکھا اور مرتہن نے آکر اپنا قرضہ طلب کیا تو اس کو مال مرہون حاضر کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی۔[349]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں مرتہن پر مال مرہون کے حاضر کرنے کے واسطے جبر نہیں کیا جائے گا اس لئے کہ راہن قبضہ مرتہن پر راضی نہیں تھا تب ہی تو عادل کے پاس رکھا ہے اور اس صورت میں اگر مرتہن کو مال مرہون کے حاضر کرنے کی تکلیف دی جائے گی تو اس کے ذمے ایسی چیز کا حاضر کرنا لازم آئے گا جو اس کے قبضہ میں نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کی اگر یہی مال مرہون مرتہن نے عادل سے لے لیا تو غاصب ضامن قرار دیا جائے گا۔

اور اگر عادل نے مال مرہون ایسے شخص کے پاس ودیعت رکھا جو اس کے عیال میں ہے اور خود کہیں غائب ہو گیا اور مودع نے کہا کہ میرے پاس فلاں شخص نے یہ مال ودیعت رکھا ہے مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کس کا مال ہے، یا عادل مذکور مال مرہون لیکر کہیں غائب ہو گیا اور معلوم نہ ہو کہ کہاں گیا ہے تو مرتہن کو مال مرہون کے حاضر کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی اور راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائے گا اس لئے کہ مرتہن مال مرہون کے سپرد کرنے سے عاجز ہے اور اگر مودع نے انکار کیا اور کہا کہ یہ میرا مال ہے تو مرتہن مال قرض وصول نہیں کر سکتا اس لئے کہ مودع کے انکار سے

---

347 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۶۱

348 المحيط البرہانی، ۱۸: ۸۷

349 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۶۱

مال مرہون تلف شدہ قرار دیا جائے گا پس استیفاء قرضہ ثابت ہو گا پس جب تک مرتہن اس امر کو ثابت نہ کرے کہ یہ مال مرہون ہے تب تک اپنا مال قرض وصول نہیں کر سکتا۔[350]

دفعہ ۱۵۳: اگر راہن نے دعویٰ کیا کہ مال مرہون تلف ہو گیا ہے تو مرتہن سے اس کے علم پر قسم لی جائے گی اگر اس نے قسم کھایا تو مرتہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر کیا جائے گا اور اگر قسم سے انکار کیا تو جبر نہیں کیا جائے گا۔[351]

دفعہ ۱۵۴: اگر غلام رہن ہو اور اس کو کسی شخص نے خطاء سے قتل کر ڈالا اور قاتل کی برادری پر اس کی قیمت تین سال میں لوٹانا واجب ہوئی، پھر اگر مرتہن نے اپنا قرضہ طلب کیا تو راہن پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نہیں کیا جائے گا۔[352]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں جب تک راہن کو پوری قیمت نہ مل جائے اس پر ادائے قرضہ کے واسطے جبر نہیں کیا جائے گا چاہے اگرچہ ایک تہائی یا دو تہائی قیمت کی مقدار لوٹا دی ہو، پس اگر غلام کی قیمت جنس قرضہ میں سے ٹھہرائی گئی ہو تو جو کچھ قیمت میں ملتا جائے اس کو مرتہن اپنے قرضہ میں وصول کرتا جائے گا، اور اگر اس کی قیمت میں قاضی نے اونٹ یا بکریاں وغیرہ دینے کا حکم دیا ہو تو یہ جانور بعوض قرضہ کے رہن ہونگے۔[353]

دفعہ ۱۵۵: اگر راہن نے عادل کو بیع مرہون پر قادر کر دیا اور عادل نے اس کو نقد یا ادھار فروخت کر دیا تو جائز ہے، پھر اگر مرتہن نے قرضہ کا مطالبہ کیا تو مرتہن کو مال مرہون یا اس کے بدل یعنی ثمن کے حاضر کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی۔[354]

وضاحت:

---

350 المحیط البرہانی، ۱۸: ۸۸

351 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۶۱

352 نفس مصدر

353 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۵۵۸

354 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۶۱

مذکورہ صورت میں چونکہ مرتہن مال مرہون یا اس کے ثمن کے حاضر کرنے پر قادر نہیں ہے اس لئے اسے حاضر کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی۔اسی طرح اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے مال مرہون کو فروخت کر دیا لیکن ابھی تک ثمن پر قبضہ نہ کیا ہو تو بھی اس کو ثمن حاضر کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا البتہ راہن پر قرضہ ادا کرنے کے لئے جبر کیا جائے گا۔[355]

اسی طرح اگر مرتہن یا عادل نے راہن کی اجازت سے مال مرہون فروخت کر دیا اور مشتری کے لئے ثمن کی تاخیر دے دی یا ثمن کسی میعاد تک ادھار ٹھہرا دیا تو مرتہن کو اپنے مطالبہ قرض کا اختیار ہے اس لئے کہ سب کچھ راہن کی اجازت سے ہوا ہے۔اور اگر ثمن مذکور مشتری پر ڈوب جائے تو مرتہن نے جو کچھ قرضہ میں سے لیا ہے راہن کو واپس کر دے گا۔[356]

باب۸: مال مرہون میں راہن یا مرتہن کے تصرف کے بیان میں

دفعہ ۱۵۶: قرضہ ساقط ہونے سے پہلے مال مرہون میں راہن کا ایسا تصرف جو متحمل فسخ ہوتا ہے مرتہن کے رضامندی کے بغیر منعقد نہیں ہوگا، اور اگر ایسا تصرف ہو جو فسخ کا متحمل نہیں ہوتا تو وہ نافذ ہو جاتا ہے اور رہن باطل تصور ہوتا ہے۔[357]

وضاحت:

مذکورہ قاعدے سے مال مرہون میں راہن کے تصرف کا حکم بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ اگر راہن نے ایسا تصرف کیا جو فسخ ہو سکتا ہو جیسے بیع، کتابت، اجارہ، ہبہ، صدقہ وغیرہ تو ایسا تصرف مرتہن کے اجازت کے بغیر منعقد نہیں ہوگا اور مرتہن کا حق حبس یعنی مرہون کو روک رکھنے کا حق باطل نہ ہوگا پھر اگر راہن نے قرضہ ادا کر دیا تو مرتہن کے روکنے کا استحقاق باطل ہو جائے گا اور سب تصرفات نافذ ہو جائیں گے۔

اور اگر راہن نے ایسا تصرف کیا جو فسخ کا متحمل نہیں ہے تو وہ تصرف نافذ ہو جاتا ہے اور رہن باطل ہو جائے گا جیسا کہ غلام کو آزاد کر دیا یا اس کو مدبر بنایا یا مرہون باندی کا بچہ پیدا ہوا اور وہ ام ولد بن گئی۔اب اگر مرہون غلام ہو اور اس کو راہن نے آزاد کر دیا اور مرہون ہونے سے نکل گیا تو دیکھا جائے گا اگر راہن خوش حال ہو تو غلام پر کمائی وسعایت لازم نہ ہوگی اور ضمان بحالہ راہن پر رہے گا۔اور اگر راہن تنگدست ہو تو مرتہن کو اختیار ہوگا کہ غلام کی رہن کی وقت کی قیمت اور غلام کے آزاد ہونے کے وقت کی قیمت اور مقدار قرضہ ان تینوں میں سے جو کم ہو اس کے کمانے کے واسطے غلام مذکور سے سعایت کرائے، پھر جب راہن تونگر ہو جائے تو غلام مذکور نے جو کچھ قرضہ سعایت کر کے ادا کیا ہے اس سے واپس لے گا۔

---

355 نفس مصدر

356 فتاویٰ تاتارخانیہ،۱۸:۵۳۵

357 الفتاوی الھندیۃ،۵:۴۶۲

اور اگر راہن نے غلام کو مدبر کر دیا تو مدبر کرنا نافذ ہو جائے گا اور رہن باطل ہو جائے گا۔ پھر دیکھا جائے گا اگر راہن خوش حال ہو اور قرضہ فی الحال ادا کرنا ہو تو مرتہن اپنا پورا قرضہ راہن سے لے لے گا اور اگر قرضہ میعادی ہو تو مدبر مذکور کی قیمت راہن سے لے کر اپنے پاس رہن رکھ دے۔ اور اگر راہن تنگدست ہو تو مرتہن مدبر مذکور سے اپنے پورے قرضہ کے واسطے سعایت کرائے گا۔

مرہون غلام کے آزاد کرنے اور مدبر کرنے کی صورت میں دو باتوں کا فرق ہے۔

پہلا فرق یہ کہ آزاد کرنے کی صورت میں جب راہن تنگدست ہو تو غلام پر اس کے وقت رہن کی قیمت اور آزاد کرنے کے وقت کی قیمت اور مقدار قرضہ تینوں میں سے کم مقدار کے واسطے سعایت کرنی واجب ہوتی ہے۔ اور مدبر کرنے کی صورت میں اس پر پورے قرضے کے واسطے چاہے جس قدر ہو سعایت کرنی واجب ہے۔

دوسرا فرق یہ ہے کہ آزاد کرنے کی صورت میں جو کچھ غلام نے کما کر ادا کر دیا ہے وہ راہن سے خوشحال ہونے کے وقت واپس لے گا اور مدبر کرنے کی صورت میں واپس نہیں لے سکتا اس لئے کہ مدبر ہو جانے سے اس کی کمائی مولیٰ کی ملک رہنے سے خارج نہیں ہوئی پس اس کو مولیٰ سے واپس نہیں لے سکتا۔

اور اگر مرہون کوئی باندی ہو جو مرتہن کے پاس حاملہ ہو گئی اور راہن نے دعویٰ کیا کہ حمل میرا ہے تو اس کا دعویٰ صحیح ہے اور بچہ کا نسب اس سے ثابت ہو جائے گا اور بچہ رہن میں داخل ہونے سے پہلے آزاد ہو گا اس پر کچھ سعایت لازم نہ ہو گی اور باندی راہن کی ام ولد بن کر رہن سے خارج ہو جائے گی اور ام ولد کا حکم سب صورتوں میں وہی ہو گا جو غلام مدبر کے واسطے ذکر کر دیئے گئے ہیں۔[358]

دفعہ ۱۵۷: مرتہن کو یہ اختیار نہیں کہ راہن کی اجازت کے بغیر مال مرہون کسی دوسرے کے پاس رہن رکھے اور رہن رکھا تو راہن اول کو اختیار ہے کہ اس عقد کو باطل کر دے۔[359]

وضاحت:

مذکورہ صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ راہن کی اجازت سے مرتہن مال مرہون کو کسی دوسرے کے پاس رہن رکھ سکتا ہے پس دوسرا رہن صحیح ہو گا اور پہلا رہن باطل ہو جائے گا اور اگر راہن کے اجازت کے بغیر رہن رکھ دیا تو راہن کو یہ اختیار ہے کہ مال مرہون مرتہن کے پاس اعادہ کرا دے اور اگر

358 المبسوط للسرخسی، ۲۱:۱۳۵

359 الفتاوی الهندية، ۵:۴۶۴

مرتہن اول کے پاس لوٹانے سے پہلے مال مرہون مرتہن ثانی کے پاس تلف ہو گیا تو راہن اول کو اختیار ہے چاہے مرتہن اول سے تاوان لے یا مرتہن ثانی سے ضمان لے۔[360]

دفعہ ۱۵۸: مال مرہون اگر چوپایہ یا سواری ہو تو مرتہن کا اس پر قبضہ کرنے کے بعد راہن سے اجارہ پر لینا صحیح نہیں۔[361]

وضاحت:

ایک شخص نے ایک چوپایہ جانور رہن کر لیا اور اس پر قبضہ کرنے کے بعد راہن سے کرایہ پر لیا تو اجارہ صحیح نہیں ہے۔ اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت سے کسی اور کو کرایہ پر دیا تو وہ رہن ہونے سے خارج ہو جائے گا اور اس کی اجرت راہن کو ملے گی۔ اور اگر مرتہن نے راہن کی اجازت کے بغیر اجرت پر دیا ہو تو اس کی اجرت مرتہن کو ملے گی لیکن وہ اس کو صدقہ کرے گا۔[362]

دفعہ ۱۵۹: عین مال مرہون مرتہن کے پاس امانت ہوتا ہے بمنزلہ ودیعت کے۔[363]

وضاحت:

مال مرہون کے عین کا حکم مرتہن کے پاس ودیعت کا ہے جس طرح مودع مال ودیعت کے ساتھ ایسا فعل کرے جس سے اس پر کسی قسم کا تاوان لازم نہیں آتا تو مرتہن بھی اگر مال مرہون کے ساتھ ایسا فعل کرے تو اس پر تاوان لازم نہیں آئے گا۔ اور جس طرح مودع مال ودیعت کے ساتھ ایسا فعل کرے جس سے وہ ضامن ہو تو اسی طرح اگر مرتہن بھی اس طرح کا فعل کرے گا تو ضامن ہو گا، لیکن فرق صرف یہ ہے کہ ودیعت اگر تلف ہو جائے تو مودع پر کچھ تاوان نہیں آئے گا اور مال مرہون کے تلف ہونے سے قرضہ ساقط ہو جائے گا۔[364]

دفعہ ۱۶۰: اجارہ یا رہن کا قبضہ ثابت ہونے سے رہن اول کا عقد باطل ہو جاتا ہے اور قبضہ ودیعت سے عقد رہن باطل نہیں ہوتا۔ حتیٰ کہ اگر مال مرہون کو راہن نے کسی کو ودیعت پر دیا تو مرتہن کو اختیار ہو گا کہ اپنے قبضے میں واپس لے لے۔[365]

---

360 نفس مصدر

361 نفس مصدر: ۴۶۴

362 فتاویٰ قاضیخان، ۳:۵۴۲

363 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۶۴

364 البدائع الصنائع، ۶:۱۴۹

365 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۶۶

دفعہ ۱۶۱: اگر مصحف رہن رکھا اور مرتہن کو اس سے تلاوت کی اجازت دی اب اگر تلاوت کرنے کی حالت میں تلف ہوا تو قرضہ ساقط نہ ہو گا اور اگر تلاوت سے فارغ ہونے کے بعد تلف ہوا تو قرضہ کے عوض تلف شدہ قرار دیا جائے گا۔[366]

دفعہ ۱۶۲: اگر کھجور یا انگور کے مرہون باغ میں پھل آئے اور مرتہن نے ضائع ہو جانے کی خوف سے ان پھلوں کو بغیر حکم قاضی کے فروخت کر دیا تو بیع جائز نہ ہو گی اور مرتہن ضامن ہو گا۔[367]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں چونکہ راہن کی اجازت نہیں ہے اور نہ ہی قاضی نے حکم دیا ہے تو بیع نافذ نہ ہو گی۔ اور اگر مرتہن نے قاضی کے حکم سے فروخت کر دیا ہو یا قاضی نے خود فروخت کیا ہو تو بیع نافذ ہو جائے گی اور مرتہن پر ضمان واجب نہ ہو گی۔ اور اگر مرتہن نے قاضی کے اجازت کے بغیر پختہ ہو جانے کے بعد پھل توڑ لئے تو بھی استحساناً ضامن نہ ہو گا اس لئے کہ یہ فعل حفاظت مرہون کے قبیل سے ہے اور مرتہن کو یہ استحقاق حاصل ہے۔[368]

شمس الائمہ حلوائیؒ نے فرمایا کہ یہ حکم اس وقت ہے جب اس نے پھلوں کو اس طرح توڑا ہو جس طرح توڑے جاتے ہیں اور کچھ نقصان نہ آیا ہو۔ اور اگر اس کے فعل سے اس میں نقصان آگیا تو نقصان کے بقدر قرضہ میں سے ساقط ہو جائے گا۔[369]

دفعہ ۱۶۳: ایک شخص نے ایک باندی رہن کی جس نے مرتہن کے بچے کو دودھ پلایا تو قرضہ میں سے کچھ ساقط نہ ہو گا اس لئے کہ آدمی کا دودھ غیر متقوم ہے۔[370]

---

366 نفس مصدر

367 نفس مصدر، ۴۶۸

368 المحیط البرہانی، ۱۸:۹۲

369 نفس مصدر

370 الفتاوی الھندیۃ، ۴۶۹:۵

باب دوم: فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الرہن کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون

THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے ساتھ تقابل

فصل دوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب نہم تا باب دہم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون

THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے ساتھ تقابل

باب۹: رہن میں راہن اور مرتہن کے اختلاف کرنے اور اس میں گواہی دینے کے بیان میں۔

دفعہ ۱۶۴: اگر راہن اور مرتہن نے جس قدر قرضہ کے عوض مرہون رہن ہے اس میں اختلاف کیا تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا۔[371]

وضاحت:

اگر قرضہ ہزار درہم ہو اور راہن نے مرتہن کے پاس ایک باندی رہن رکھ دی لیکن دونوں نے اس میں اختلاف کیا کہ مرہون کتنے مقدار قرضہ کے عوض رہن رکھا گیا ہے۔ پس راہن نے کہا کہ یہ باندی پانچ سو درہم قرضہ کے عوض رہن ہے اور مرتہن نے کہا کہ پورے ہزار درہم کے قرضہ کے عوض رہن ہے تو قسم سے راہن کا قول قبول ہوگا۔ اور اگر راہن نے کہا کہ میں نے پورے قرضہ کے عوض رہن رکھا ہے اور مرتہن نے کہا کہ میں نے پانچ سو درہم کے عوض رہن لیا ہے تو بھی امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک راہن کا قول معتبر ہوگا۔

اور اگر مال مرہون کے تلف ہو جانے کے بعد دونوں نے اختلاف کیا تو قول مرتہن کا قبول ہوگا۔ اور اگر دونوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ باندی ہزار درہم کے عوض رہن تھی لیکن باندی کی قیمت میں اختلاف کیا تو قول مرتہن کا قبول ہوگا۔ اور اگر راہن اور مرتہن دونوں نے گواہ پیش کر دیئے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اس لئے کہ اس کے گواہوں سے ضمان کی زیادتی ثابت ہوتی ہے۔[372]

دفعہ ۱۶۵: اگر راہن اور مرہون نے اس بات میں اختلاف کیا کہ مال مرہون کس کے پاس تلف ہوا ہے، راہن نے کہا کہ مرتہن کے پاس تلف ہوا ہے اور مرتہن نے کہا کہ راہن نے اپنے قبضے میں لیا ہے پھر اس کے پاس تلف ہوا ہے تو راہن کا قول قبول ہوگا۔[373]

وضاحت:

---

371 الفتاوی الهندیة،۵:۴۶۹

372 البدائع الصنائع،۶:۱۷۴

373 الفتاوی الهندیة،۵:۴۷۰

اگر مال مرہون تلف ہو گیا ہو اور راہن اور مرتہن کا اس میں اختلاف ہو ایک دوسرے کو کہے کہ تمہارے پاس تلف ہوا ہے۔ تو راہن کا قول قابل قبول ہو گا اس لئے کہ دونوں کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہوئی کہ وہ مال ضمان میں داخل ہو چکا ہے مگر مرتہن ضمان سے بری ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور راہن اس سے انکار کرتا ہے تو منکر کا قول قبول ہو گا۔ اور اگر دونوں نے گواہ قائم کر دیئے تو گواہ بھی راہن کے قبول ہونگے اس لئے کہ اس کے گواہوں سے قرضے کا استیفاء یعنی بھر پانا ثابت ہوتا ہے اور مرتہن کے گواہوں سے اس کی نفی ہوتی ہے۔ پس جو گواہ مثبت ہے وہ اولیٰ ہے۔[374]

دفعہ ۱۶۶: اگر کسی عادل کو میعاد آنے پر مرہون کے فروخت کرنے کا مختار کیا گیا لیکن جب مرتہن نے مرہون کو حاضر کر دیا تو عادل نے کہا یہ وہی مرہون نہیں ہے۔ تو عادل سے اس کے انکار پر قسم لی جائے گی۔[375]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں جب عادل نے انکار کیا کہ یہ وہی مرہون نہیں ہے جس کے بیع کا مجھے مختار کیا گیا تھا یا کہا کہ میں نہیں جانتا ہوں کہ یہ وہی ہے۔ تو اس کے علم پر اس سے قسم لی جائے گی۔ اگر اس نے قسم کھائی تو اسے بیع کے واسطے مجبور نہیں کیا جائے گا۔ اور اگر قسم سے انکار کیا تو بیع پر مجبور کیا جائے گا اس لئے کہ عادل کی بیع سے غیر کا حق متعلق ہو گیا ہے اور وہ مرتہن کا حق ہے اور بیع کا عہدہ عادل کے ذمے ہو گا۔ لیکن اگر عادل مذکور بعد بیع کے کچھ ضامن ہوا تو راہن سے واپس لے سکتا ہے۔[376]

باب ۱۰: چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن کے بیان میں

دفعہ ۱۶۷: دراہم، دنانیر اور مکیلی اور موزونی چیزوں کا رہن رکھنا جائز ہے۔ پس اگر اپنے جنس کے عوض ہو اور تلف ہو جائے تو بعوض اپنے مثل وزن قرضہ کے تلف شدہ قرار دی جائے گی۔[377]

وضاحت:

---

374 البدائع الصنائع،۶:۱۷۴

375 الفتاوى الهندية،۵:۴۷۰

376 المحيط البرهاني،۱۸:۶۹

377 الفتاوى الهندية،۵:۴۷۳

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر دراہم اور دنانیر اپنے جنس کے عوض رہن ہو اور تلف ہو جائے تو بعوض اپنے مثل وزن قرضہ کے تلف شدہ قرار دی جائے گی اگرچہ باعتبار جودت یعنی کرا کو ٹھاہونے کے مختلف ہو۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک اس کے خلاف جنس سے اس کی قیمت کا ضامن ہو گا اور وہ قیمت تلف شدہ مال کے بجائے مرہون ہو گی۔ اختلاف کی اصل بنیاد یہ ہے کہ امام صاحبؒ کے نزدیک حالت تلف لا محالہ حالت استیفاء ہے اور استیفاء وزن ہی سے ہو گا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک حالت تلف تب ہی حالت استیفاء ہے کہ جب مفضی الی الضرر نہ ہے۔ اور جب مفضی الی الضرر ہو تو پھر حالت استیفاء نہیں ہے اس لئے اس کی خلاف جنس سے اس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔

دفعہ ۱۶۸: اگر فلوس رہن رکھ دیئے اور اس کا بھاو بڑھ گیا تو کچھ اعتبار نہیں۔[378]

وضاحت:

اگر کسی نے فلوس رہن رکھ دیئے اور وہ کاسد ہو گئے تو قرضہ کے عوض گئے اور اگر بھاو گھٹ گیا تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اگر ٹوٹ گئے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک بقدر قرضہ اس کی قیمت کا ضامن ہو گا۔ اور اگر فلوس کا بھاو بڑھ گیا تو اس کا بھی کچھ اعتبار نہیں۔[379]

دفعہ ۱۶۹: سیف محلی کو بعوض سو درہم کے رہن رکھنا جائز ہے اگر تلوار کی قیمت پچاس درہم اور حلیہ کی قیمت پچاس درہم ہو۔[380]

وضاحت:

اگر ایک سیف محلی جس کی حلیہ کی قیمت پچاس درہم اور تلوار کی قیمت پچاس درہم ہو، سو درہم قرضہ کے عوض رہن رکھ دی تو جائز ہے۔ اب اگر تلوار تلف ہو گئی تو جس قدر کے عوض رہن تھی اس کے عوض تلف شدہ ہو گی کیونکہ اس کے مالیت میں وفائے قرضہ ہے، اور اگر اس کا حلیہ ٹوٹ گیا تو قرضہ میں سے بحساب نقصان حلیہ کے ساقط ہو جائے گا۔[381]

---

378 الفتاویٰ الهندية، ۵: ۴۷۶

379 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۵۹۴

380 الفتاویٰ الهندية، ۵: ۴۷۶

381 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۱۲۳

باب دوم: فتاویٰ عالمگیری کی کتاب الرہن کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے ساتھ تقابل

فصل سوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب یازدہم تادوازدہم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE TRANSFR OF PROPERTY ACT 1882 کے ساتھ تقابل

باب ۱۱: متفرقات کے بیان میں

دفعہ ۱۷۰: اگر مرہون غلام پر کسی نے گواہوں سے اپنا استحقاق ثابت کیا اور وہ مرہون غلام مرتہن کے پاس مر گیا ہو تو مدعی کو اختیار ہے راہن یا مرتہن جس سے چاہے ضمان لے۔[382]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے کی صورت یہ ہے کہ زید نے ایک غلام عمرو کے پاس رہن رکھا اور وہ اس کے پاس مر گیا پھر خالد نے اس غلام پر گواہوں سے اپنا استحقاق ثابت کیا تو خالد کو اختیار ہو گا کہ زید اور عمرو میں سے جس سے چاہے ضمان لے۔ پس اگر اس نے راہن سے تاوان لیا تو وہ عقد رہن سے پہلے ادائے ضمان کی وجہ سے اس کا مالک قرار دیا جائے گا گویا کہ اس نے اپنی ذاتی ملک کو رہن کیا تھا اور مرہون تلف ہونے سے مرتہن اپنے قرضے کا وصول کرنے والا ہو گیا اب راہن سے اپنا قرضہ واپس نہیں لے سکتا۔ اور اگر مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن اس قدر مال تاوان راہن سے واپس لے گا اور اپنا قرضہ بھی واپس لے گا۔

دفعہ ۱۷۱: اگر عقد رہن میں راہن و مرتہن نے یہ شرط لگائی کہ راہن ہی عادل ہو جو میعاد آنے پر مرہون کو فروخت کرے تو رہن صحیح نہیں ہو گا۔[383]

وضاحت:

اس مسئلے کی دو صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ عقد رہن میں راہن اور مرتہن یہ شرط لگائے کہ راہن ہی عادل ہو اور رہن کا مال اسی کے پاس رہے پس اس صورت میں رہن صحیح نہیں ہو گا چاہے مرتہن نے اس پر قبضہ کیا ہو یا نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ عقد رہن کے تمام ہونے کے بعد ایسی شرط قرار دی پس اگر مرتہن نے رہن پر قبضہ نہ کیا ہو تو رہن صحیح نہیں ہو گا اور اگر قبضہ کر لیا ہو تو رہن صحیح ہو گا۔

---

382 الفتاوى الهندية، ۵:۴۷۷

383 نفس مصدر

پس جس صورت میں مرتہن نے قبضہ کر لیا ہو اور راہن نے فروخت کر دیا تو اگر مرتہن کے قبضے میں ہونے کی حالت میں فروخت کر دیا تو ثمن مرتہن کا ہو گا۔ اور اگر مرتہن سے لیکر فروخت کر دیا تو ثمن راہن کا ہو گا اور مرتہن راہن کے اور قرض خواہوں کے بنسبت اس کا زیادہ مستحق نہ ہو گا۔[384]

تقابل:

دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ کے سیکشن ۵۸ میں رہن کے چھ اقسام ذکر کئے گئے ہیں جن میں سے ایک قسم (Simple Mortgage) ہے جس میں مال مرہون راہن ہی کے قبضہ میں رہتا ہے۔ چنانچہ مذکور ہے:

Simple Mortgage. "Where, without delivering possession of the mortgaged property, the mortgagor binds himself personally to gay the mortgage money, and agrees expressly or impliedly, that, in the event of his failing to pay according to his contract, the mortgagee shall have a right to cause the mortgaged property to be sold and the proceeds of sale to be applied, so far as may be necessary, in payment of the mortgage-money, the transaction is called a simple mortgage and the mortgagee a simple mortgagee".[385]

ترجمہ: **سمپل مورگیج:** وہ رہن ہے جس میں مال مرہون کا قبضہ مرتہن کو دیئے بغیر، راہن اپنے آپ کو قرضہ کی ادائیگی کا پابند بناتا ہے اور زبانی یا تحریری طور پر اس بات پر رضامند ہو جاتا ہے کہ اگر وہ عہد کے مطابق قرضہ کی ادائیگی میں ناکام رہا تو مرتہن کو قرضہ کی وصولی کے لئے مال مرہون کے فروخت کرنے کا اختیار حاصل ہو گا۔ اس قسم کے معاملے کو "سمپل مورگیج" کہتے ہیں اور اس معاملے میں مرتہن کو "سمپل مورگیجی" کہتے ہیں۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور مروجہ قوانین میں کھلا تضاد پایا جاتا ہے اس لئے کہ شرعی قوانین میں راہن کو یہ اختیار نہیں کہ عقد رہن میں خود ہی مردعادل بنے اور مرہون کا قبضہ اپنے پاس رکھے تاکہ وقت آنے پر اس کو فروخت کرے۔ جب کہ وضعی قوانین میں سمپل مورگیج سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ راہن کو یہ اختیار ہے کہ مال مرہون اپنے قبضے میں رکھے اور قرضہ کی ادائیگی کے وقت آنے پر اس کو فروخت کرے۔

دفعہ ۱۷۲: اگر مرہون غلام کو کسی نے عمداً قتل کر دیا اور قاتل آزاد ہو تو اگر راہن اور مرتہن دونوں نے قصاص لینے پر اتفاق کیا تو راہن کو اختیار ہو گا کہ قاتل سے قصاص لے۔[386]

وضاحت:

---

384 نفس مصدر

385 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882,SEC.58,SUB SEC (b)

386 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۷۷

اگر مرہون پر کسی نے جنایت کی تو اس کی مختلف صورتیں ہیں۔

یہ جنایت یا تو نفس کے تلف کی صورت میں ہو گی یا نفس سے کم ہو گی اور جنایت یا عمداً ہو گی یا شبہ عمد اور یا خطاء ہو گی۔ اور جنایت کرنے والا یا آزاد ہو گا یا غلام۔

پس اگر جنایت نفس کی تلف کی صورت میں ہو یعنی قتل کر ڈالا اور عمداً ہو اور جنایت کرنے والا بھی آزاد ہو تو اگر راہن اور مرتہن دونوں قصاص لینے پر متفق ہو تو راہن کو اختیار ہو گا کہ قاتل سے قصاص لے یہ قول امام ابو حنیفہؒ کا ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک راہن کو قصاص لینے کا اختیار نہ ہو گا۔ اور جب قاتل سے قصاص لیا جائے تو قرضہ ساقط ہو جائے گا۔

اور اگر دونوں قصاص لینے پر متفق نہ ہو تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا اور قاتل پر لازم ہو گا کہ مقتول کی قیمت تین سال میں اپنے مال سے ادا کرے اور یہ قیمت رہن رہے گی۔

اگر جنایت شبہ عمد یا خطا سے ہو تو بالاتفاق اس میں قصاص نہیں ہے اور قاتل کی برادری پر تین سال میں مرہون کی دیت واجب ہو گی اور مرتہن اس کو لیکر رہن رکھے گا اور اگر جنایت قتل نفس سے کم ہو پس اگر جنایت کرنے والا آزاد ہو تو اس کا ارش اس کے مال میں سے واجب ہو گا چاہے جنایت عمداً ہو یا خطاء۔ اور یہی ارش غلام کے ساتھ ہی رہے گا۔ اور اگر جنایت کرنے والا غلام ہو تو اس کے مولیٰ کو کہا جائے گا کہ یا تو اس غلام کو ارش میں دے دے یا اس جنایت کا فدیہ دے پس اس نے جو بھی اختیار کیا وہ مرہون غلام کے ساتھ ہی رہن رہے گا۔[387]

دفعہ ۱۷۴۳: اگر مرہون نے کسی پر جنایت کی اور جنایت عمداً ہو تو مرہون سے قصاص لیا جائے گا چاہے مقتول اجنبی ہو یا راہن ہو یا مرتہن۔[388]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے کی صورت یہ ہے کہ اگر مرہون نے کسی پر جنایت کی تو ضرور ہی اس کا جرم یا تو کسی انسان پر ہو گا یا غیر انسان پر۔ اگر انسان پر ہو تو یا تو عمداً ہو گا یا خطاء یا جو خطاء کے معنی میں ہو۔ پس اگر جرم عمداً ہو تو مرہون سے قصاص لیا جائے گا جیسا کہ مرہون نہ ہونے کی صورت میں اس سے قصاص لیا جاتا ہے چاہے اس نے کسی اجنبی کو قتل کیا ہو یا راہن یا مرتہن کو۔ اور جب وہ قصاص میں قتل کر دیا جائے گا تو قرضہ ساقط ہو جائے گا۔

---

387 المبسوط للسرخسی، ۱۸۵:۲۱

388 الفتاوی الهندية، ۴۷۹:۵

اور اگر اس نے خطاء سے جرم کیا ہو یا شبہ عمد ہو تو اس میں قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ مرہون کا دینا یا فدیہ دینا واجب ہو گی۔ اگر فدیہ دیا تو غلام حسب سابق رہن رہے گا۔

اگر مرہون کی جنایت خطا یا شبہ عمد میں راہن یا مرتہن کے اوپر ہو تو راہن کی جان پر اس کی جنایت موجب مال ہے اور اس کی مال پر جنایت ہدر ہے۔

اور مرہون کی جنایت مرتہن پر امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ہدر ہے اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک یہ جنایت معتبر ہے اس کے عوض غلام مذکور دے دیا جائے گا یا اس کا فدیہ دیا جائے گا اگر مرتہن راضی ہو اور اگر مال مرتہن پر جرم کیا تو یہ جنایت ہدر رہے۔[389]

دفعہ ۱۷۴: اگر ایک مرہون غلام نے دوسرے مرہون غلام پر نفس کی جنایت کی تو اس جنایت سے تلف ہونا آفت سماوی سے تلف ہونے کی طرح ہے۔[390]

وضاحت:

اگر مرہون نے دوسرے مرہون پر جنایت کی تو اس کی دو قسمیں ہیں۔ اگر رہن کی جان پر جنایت کی تو اس جنایت سے تلف ہونا آفت سماوی سے تلف ہونے کے مترادف ہے، اور اگر نفس سے کم کی جنایت ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں ایک انسان کا اپنے جنس پر جنایت کرنا، دوسرا چوپائے کا دوسرے چوپائے پر جنایت کرنا۔

اگر ایک غلام کی جنایت دوسرے غلام پر ہو اور دونوں ایک ہی صفقہ میں رہن ہو تو اگر فارغ غلام نے مشغول پر جنایت کی تو یہ جنایت معتبر ہو گی، باقی ہدر ہے۔ اور جو قرضہ مشغول پر پڑا تھا وہ فارغ کے ذمے پڑ جائے گا اور مشغول کی جگہ فارغ مجرم رہن ہو جائے گا۔

دفعہ ۱۷۵: اگر ایک شخص کا دو افراد پر قرضہ ہے لیکن برابر نہیں بلکہ مختلف ہے اور ان دونوں نے اپنا ایک مساوی مشترک غلام رہن رکھ دیا تو جائز ہے۔[391]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں غلام میں سے ہر ایک کا حصہ بعوض اس کے شریک کے قرضہ اور اس کے قرضہ کے رہن ہو گا پھر اگر وہ مر جائے تو باہم کمی و بیشی ایک دوسرے سے واپس لے گا۔[392]

---

389 فتاویٰ قاضیخان، ۳:۵۵۹

390 الفتاوی الهندية، ۵:۴۸۴

391 نفس مصدر، ۴۸۵

دفعہ ۱۷۶: اگر شریک مفاوض نے اپنے دوسرے شریک کے اجازت کے بغیر رہن کیا یا رہن لیا تو دوسرے کے حق میں جائز ہے۔[393]

وضاحت:

شریک مفاوض اگر اپنے شریک کے اجازت کے بغیر رہن دے یا لے تو جائز ہے اور اگر کچھ جرم کر کے رہن دیا تو رہن رکھنا تو صحیح ہے مگر اپنے شریک کے حصے کا ضامن ہو گا اور اس کے شریک کو اختیار نہیں کہ اس کا رہن توڑ دے۔ اور اگر مفاوض نے کوئی مال کسی کو عاریت پر دے دیا اور مستعیر نے اسے رہن رکھ دیا تو امام صاحبؒ کے نزدیک اس کے شریک پر بھی جائز ہو گا اور صاحبینؒ کے نزدیک جائز نہ ہو گا، اور اگر مفاوض نے کوئی مال عین رہن لے کر اپنے شریک کے پاس رکھا اور وہ ضائع ہو گیا تو جس قدر قرضہ کے عوض پڑا تھا اسی کے عوض گیا۔[394]

دفعہ ۱۷۷: اگر دو شریک عنان میں سے ایک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہے کچھ رہن دیا تو جائز نہیں۔[395]

وضاحت:

اگر شرکت عنان میں سے ایک شریک نے ایسے قرضہ کے عوض جو دونوں پر آتا ہے کچھ رہن دیا یا ایسے قرضہ کے عوض جو ان دونوں نے کسی کو دیا ہے اور ایک شریک نے کچھ مال قرضدار سے رہن لیا تو اس کے شریک کے حق میں یہ جائز نہیں اور رہن کا ضامن وہی شخص ہو گا جو رہن دے یا لے۔ پس اگر مرتہن کے پاس مرہون تلف ہوا تو خاص مرتہن کا حصہ گیا اس کا شریک اپنا حصہ قرضدار سے واپس لے گا۔[396]

دفعہ ۱۷۸: اگر دو افراد نے اس شرط پر شرکت کی کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنی رائے سے عمل کرے تو جس شریک نے رہن لیا یا دیا تو دوسرے شریک پر جائز ہو گا۔[397]

دفعہ ۱۷۹: اگر مضارب نے مضاربت میں رب المال کی اجازت سے قرضہ لیکر اس کے عوض رہن دیا تو جائز ہے۔[398]

---

392 فتاویٰ تاتارخانیہ،۱۸:۵۱۴
393 الفتاوی الهندية،۵:۴۸۵
394 المبسوط للسرخسی،۲۱:۱۵۶
395 الفتاوی الهندية،۵:۴۸۵
396 المبسوط للسرخسی،۲۱:۱۵۶
397 الفتاوی الهندية،۵:۴۸۵

تقابل:

مذکورہ دفعہ سے متعلق مروجہ قانون کنٹریکٹ ایکٹ ۱۸۷۲ کے سیکشن ۱۷۷ میں لکھا ہے:

Pledge by mercantile agent : "Where a mercantile agent is, with the consent of the owner, in possession of goods or the documents of title to goods, any pledge made by him, when acting in the ordinary course of business of a mercantile agent, shall be as valid as if he were expressly authorized by the owner of the goods to make the same; provided that the pawnee acts in good faith and has not at the time of the pledge notice that the pawnor has not authority to pledge".[399]

ترجمہ: مضارب کی طرف سے رہن: اگر مضارب نے رب المال کی اجازت سے مضاربت میں لئے گئے قرضے کے عوض اگر کوئی چیز رہن رکھ دی تو اس کو ایسا ہی اختیار ہوگا گویا کہ رب المال نے اس کو خود اجازت دی تھی، بشرطیکہ رب المال نے اس کو عقد کے وقت یہ نہ کہا ہے کہ مضارب کو رہن رکھنے کا اختیار نہ ہوگا۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی مضارب کو مضاربت میں لئے گئے قرضے کے عوض رب المال کی اجازت سے رہن رکھنا جائز ہے۔ اور اگر رب المال نے عقد کے وقت اس کو قرضہ لینے سے یا قرضہ کے عوض رہن رکھنے سے منع کیا ہو تو پھر وہ ان شرائط کا پابند ہوگا۔

دفعہ ۱۸۰: اگر ایک شخص نے کسی سے کوئی چیز رہن رکھنے کی غرض سے عاریت پر لے لیا تو جس قدر، جس جنس اور جس شخص کے پاس رہن رکھنے کا ذکر کیا ہے، مستعیر اسی کا پابند ہوگا۔[400]

وضاحت:

ایک شخص نے دوسرے کو اپنا کچھ مال دیا تاکہ وہ رہن رکھے تو ظاہر ہے یا تو مستعیر نے کوئی تفصیل بیان کی ہوگی کہ فلاں کے پاس، فلاں جگہ، اتنے مال کے عوض رہن رکھنا ہے۔ یا کوئی تفصیل بیان نہ کی ہوگی۔ اگر تفصیل بیان نہ کی ہو تو مستعیر کو اختیار ہے کہ جس قدر اور نوع کے عوض رہن رکھے۔ اور اگر تفصیل بیان نہ کی ہو اور اس کے خلاف مستعیر نے کسی اور شخص کو رہن دیا تو یا جتنے مقدار مال کے عوض رہن رکھنے کا کہا تھا اس سے کم یا زیادہ کے عوض رہن رکھا تو مستعیر ضامن ہوگا۔ اس لئے کہ اس میں معیر کے لئے ضرر ہے اور ضرر اس طور پر ہے کہ کبھی معیر کو اس بات کی ضرورت پڑتی ہے

---

398 نفس مصدر

399 CONTRACT ACT,1872,SEC.177

400 الفتاوی الهندیة،۵:۴۸۶

کہ اس کی مملوکہ چیز اس کے پاس پہنچے تو وہ خود فک رہن کرالیتا ہے اور مقدار بیان کردہ سے خلاف کرنے میں معیر پر فک رہن کرانے میں دشواری پڑتی ہے۔[401]

دفعہ ۱۸۱: اگر کسی نے دوسرے کا مال غصب کر کے کسی کے پاس قرضہ میں رہن کیا پھر وہ مرتہن کے پاس تلف ہوا تو مالک کو اختیار ہے چاہے غاصب سے ضمان لے یا مرتہن سے تاوان لے۔[402]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں اگر مالک نے غاصب سے تاوان لیا تو رہن پورا ہو جائے گا اس لئے کہ ادائے ضمان سے غاصب وقت غصب سے ہی اس چیز کا مالک ہو گیا پس اپنے مال کا رہن کرنے والا ہوا۔ اور اگر مالک نے مرتہن سے تاوان لیا تو مرتہن کو اختیار ہو گا کہ جس قدر اس نے تاوان دیا ہے وہ راہن سے واپس لے اور رہن باطل ہو جائے گا اس لئے کہ مرتہن سے ضمان کا سبب یہی قبضہ ہے اور عقد رہن اس سے پہلے واقع ہوا تھا، پس عقد کے بعد مالک ہونے سے رہن نافذ نہ ہو گا۔[403]

دفعہ ۱۸۲: مرتد کا رہن رکھنا اور رہن لینا باقی تصرفات کی طرح موقوف رہے گا۔[404]

دفعہ ۱۸۳: اگر کوئی شخص کسی سرائے میں رات گزارنے گیا اور سرائے والے نے کہا کہ میں تمہیں یہاں ٹھہرنے نہیں دونگا یہاں تک کہ تم مجھے کچھ مال دے دو پس اس نے کچھ مال دیا اور وہ سرائے والے کے پاس تلف ہو گیا تو اگر بیت (کمرے) کے واسطے رہن لیا ہو تو اسی کے عوض تلف ہو گا اور اگر اس سبب سے لیا ہو کہ وہ شخص چور تھا تو سرائے والا ضامن ہو گا۔[405]

دفعہ ۱۸۴: اگر غصب کئے ہوئے غلام مرہون نے راستے میں ایک کنواں کھودا اور اس میں کوئی آدمی گر کر مر گیا تو غلام اس کے عوض دیا جائے گا۔[406]

---

401 المحیط البرہانی،۱۸:۱۱۶

402 الفتاوی الھندیة،۵:۴۸۸

403 فتاوی قاضیخان،۳:۵۵۳

404 الفتاوی الھندیة، ۵:۴۸۸

405 نفس مصدر:۴۸۹

406 نفس مصدر

دفعہ ۱۸۵: ایک شخص نے دوسرے کی اجازت سے اس کی طرف سے قرضہ کی کفالت کی، پھر مکفول عنہ نے کفیل کو ادا کرنے سے پہلے اس کو قرضہ کے عوض کچھ مال عین رہن دیا تو جائز ہے۔[407]

دفعہ ۱۸۶: اگر دو افراد کا ایک شخص پر قرضہ ہو اور اس سے قرضہ کے عوض ایک زمین رہن میں قبضہ کرلی پھر ایک مرتہن نے کہا کہ ہمارا کچھ مال راہن پر نہیں ہے اور یہ زمین ہمارے قبضہ میں تلجئیہ ہے تو رہن باطل ہو جائے گا۔[408]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں جب قرضے کا دعویٰ کرنے والے ایک شخص نے کہا کہ ہمارا راہن پر کچھ بھی مال نہیں یہ قبضہ زمین تلجئیہ ہے تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک رہن باطل ہو جائے گا۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ رہن باطل نہ ہو گا اپنے حال پر باقی رہے گا مگر اقرار کرنے والے کے حصے سے بری ہو جائے گا۔[409]

باب ۱۲: رہن میں دعویٰ اور خصومات واقع ہونے اور اس کے متصلات کے بیان میں

دفعہ ۱۸۷: اگر ایک ہی مال پر دو افراد میں سے ہر ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے یہ مال فلاں شخص سے قرضہ کے عوض رہن لیا ہے پس اگر راہن کی زندگی میں ایسا دعویٰ واقع ہوا ہو تو مال مرہون کا فیصلہ اسی کے حق میں ہو گا جس کے قبضہ میں ہے۔[410]

وضاحت:

مذکورہ مسئلہ وضاحت طلب ہے اس لئے کہ اس میں کئی صورتیں ہیں۔

اگر ایک ہی مال مرہون کا دو افراد نے ایک ہی شخص پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے یہ مال اس شخص سے ہزار درہم قرضہ کے عوض رہن لیا ہے اور اس سے لیکر قبضہ کیا ہے، تو اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔

---

407 الفتاویٰ الهندية، ۵:۴۹۰

408 نفس مصدر

409 البدائع الصنائع، ۶: ۱۷۴

410 الفتاویٰ الهندية، ۵:۴۹۰

ایک صورت تو یہ ہے کہ راہن کی زندگی میں ایسا دعویٰ واقع ہوا ہو پس اس کی تین صورتیں ہیں۔ اول یہ کہ مال مرہون دونوں مدعیوں میں سے کسی ایک کے قبضے میں ہوں اور دونوں نے تاریخ نہ لکھی ہو یا لکھی ہو لیکن دونوں کی تاریخ برابر ہو تو مرہون کی ڈگری قابض کے نام ہو گی۔ اور اگر دونوں نے تاریخ لکھی ہو لیکن ایک مدعی کی تاریخ سابق ہو تو مرہون کی ڈگری سابق والے کے نام ہو گی چاہے وہ قابض ہو یا غیر قابض، جس طرح دعویٰ خرید کی صورت میں ہوتا ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مال مرہون دونوں کے قبضے میں ہوں اور تیسری صورت یہ ہے کہ مرہون راہن کے قبضے میں ہوں تو ان دونوں صورتوں میں سابق التاریخ کے نام مرہون کی ڈگری ہو گی۔ اور اگر تاریخ نہ لکھی ہو یا ایک ہی تاریخ لکھی ہو تو قیاسا مرہون دونوں مدعیوں میں سے کسی کے نام بھی نہ ہو گا اور استحسانا ہر ایک کے نام نصف مرہون کی ڈگری ہو گی۔

دوسری صورت یہ ہے کہ راہن کے مرنے کے بعد ایسا دعویٰ واقع ہوا ہو تو اس کی بھی وہی تین صورتیں ہیں سب صورتوں میں اگر تاریخ لکھی ہو تو سابق التاریخ کے نام ڈگری ہو گی۔ اس میں قیاسی حکم کو امام ابویوسفؒ اور استحسانی حکم کو امام ابو حنیفہؒ نے لیا ہے۔[411]

دفعہ ۱۸۸: اگر دو افراد نے ایک چیز کا دو افراد سے رہن لینے کا دعویٰ کیا اور دونوں نے اپنے گواہ قائم کئے تو مال مرہون جس کے قبضے میں ہے اسی کے لئے مال مرہون کا فیصلہ ہو گا۔[412]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے میں بھی کئی صورتیں ہیں جو قابل وضاحت ہے۔

اگر دو افراد نے ایک چیز کا دو افراد سے رہن لینے کا دعویٰ کیا ایک نے کہا کہ میں نے یہ چیز فلاں سے قرضہ کے عوض رہن لیا ہے اور دوسرے نے کہا کہ میں نے فلاں سے رہن لیا ہے اور دونوں نے اپنے اپنے گواہ بھی قائم کر دیئے اور مال مرہون ایک مدعی کے قبضے میں ہوں تو اس مسئلے کی چار صورتیں ہیں۔

پہلی صورت یہ ہے کہ دونوں مدعیوں کے دونوں راہن غائب ہوں تو اس صورت میں قابض کے نام مرہون کی ڈگری ہو گی۔ اگر چہ دونوں نے تاریخ لکھی ہو اور ایک کی تاریخ سابق بھی ہو۔

---

411 المحیط البرہانی، ۱۸: ۱۱۰

412 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۹۱

دوسری صورت یہ ہے کہ اگر دونوں راہن حاضر ہوں تو مال مرہون کا فیصلہ غیر قابض کے حق میں ہو گا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ اگر ایک راہن غائب ہو اور ایک حاضر ہو تو غیر قابض کے نام جب تک دوسرا حاضر نہ ہو، فیصلہ نہیں ہو گا۔

چوتھی صورت یہ ہے کہ جب غائب راہن حاضر ہو جائے تو غیر قابض کے نام مرہون کی ڈگری ہو گی۔[413]

دفعہ ۱۸۹: اگر کسی شخص کے پاس ایک غلام ہو جس پر ایک آدمی نے دعویٰ کیا کہ یہ میرا غلام ہے میں نے اس کو فلاں غائب آدمی کے پاس قرضہ کے عوض رہن رکھا تھا اور گواہ پیش کر دیئے اور مدعاعلیہ انکار کرتا ہے تو مدعی کے حق میں فیصلہ ہو گا۔[414]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں غلام کا فیصلہ مدعی کے حق میں ہو گا اس لئے کہ قابض شخص اس کا خصم یعنی مدعاعلیہ مقرر ہو گا اس لئے کہ غلام کے حق میں ہر ایک مدعی اپنی ملک کا دعویٰ کرتا ہے۔ پھر جب مدعی کے حق میں فیصلہ ہو جائے تو مرہون اس سے لیکر ایک عادل آدمی کے پاس رکھ دیا جائے گا۔

اور اگر راہن غائب ہو اور مرتہن نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ غلام میرے پاس رہن ہے اور اس پر گواہ بھی قائم کر دیئے تو شمس الائمہ سرخسیؒ فرماتے ہیں کہ اس صورت میں قاضی مدعی کے حق میں غلام کا فیصلہ نہیں کرے گا اس لئے کہ اس میں غائب (راہن) پر قرضہ لازم آتا ہے حالانکہ اس کی طرف سے اس مقدمے میں کوئی خصم نہیں ہے۔[415]

دفعہ ۱۹۰: مال مرہون پر اگر کسی نے دعویٰ کیا تو اس پر گواہی کی سماعت ہوتی ہے اگرچہ راہن غائب ہو۔[416]

وضاحت:

اگر ایک شخص کے ذمے مال مرہون ہو اور راہن غائب ہو اور کسی اجنبی شخص نے اس مرہون غلام کے رقبہ کا دعویٰ کیا اور مرتہن نے قاضی کے سامنے رہن ہونے پر گواہ پیش کر دیئے تو قاضی اس کے گواہوں پر سماعت کرے گا اور مرتہن کے پاس رہن ہونے کی ڈگری کر دے گا۔ ایسا ہی امام محمدؒ نے الجامع اور الاصل میں بعض مقامات پر ذکر کیا ہے اور بعض مقامات پر راہن کا حاضر ہونا شرط کیا ہے لیکن وہ سہو کتابت ہے۔[417]

---

413 نفس مصدر

414 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۹۱

415 فتاوی تاتارخانیہ، ۱۸: ۵۹۱

416 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۹۱

417 المبسوط للسرخسی، ۲۱: ۱۲۶

دفعہ ۱۹۱: اگر کسی قرض خواہ نے دعویٰ کیا کہ مدیون نے مجھے اپنا ایک غلام قرضہ کے عوض رہن دیا تھا اور میں نے اس پر قبضہ کیا تھا اور مدیون انکار کرتا ہے تو قرض خواہ کے گواہوں پر رہن کی ڈگری کی جائے گی۔[418]

وضاحت:

اگر ایک شخص کا دوسرے پر ہزار درہم قرضہ ہوں اور وہ اس کا اقرار بھی کرتا ہو لیکن قرض خواہ نے دعویٰ کیا کہ قرض دار نے اسے ایک غلام قرضہ کے عوض رہن دیا تھا جس پر اس نے قبضہ کیا تھا۔ لیکن قرض دار اس بات کا انکار کرتا ہے تو قرض خواہ کے گواہ پیش کرنے پر رہن کا فیصلہ کیا جائے گا۔ اور اگر قرض دار نے قرض خواہ کے پاس رہن رکھنے کا دعویٰ کیا اور قرض خواہ انکار کرے، تو اگر مرتہن کے پاس رہن قائم ہو تو کتاب الرہن کے روایت کے مطابق قرض خواہ کے گواہوں پر قاضی رہن کی ڈگری نہیں کرے گا اور کتاب الرجوع عن الشہادات کے روایت کے مطابق قاضی قرض خواہ کے لئے مرہون کی ڈگری کرے گا۔

اور اگر مال مرہون مرتہن کے پاس تلف ہو گیا ہو تو دونوں صورتوں میں قاضی مدعیان کے گواہوں کے مطابق رہن کی ڈگری کرے گا اس لئے کہ بعد ہلاک رہن کے مرتہن کا انکار فسخ رہن پر محمول نہیں ہو سکتا پس اصل سے انکار عقد پر محمول کیا جائے گا۔[419]

دفعہ ۱۹۲: اگر ایک شخص نے گواہ پیش کر دیئے کہ میں نے یہ کپڑا قابض کے پاس ودیعت رکھا ہے اور قابض نے گواہ پیش کر دیئے کہ میں نے یہ کپڑا اس سے رہن لیا ہے تو مرتہن کے گواہ قبول ہوں گے۔[420]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں جب ایک شخص ودیعت کا دعویٰ کرتا ہے اور دوسرا رہن کا اور دونوں گواہ پیش کرے تو مرتہن کے گواہ قبول ہونگے اور ایسا قرار دیا جائے گا کہ گویا پہلے اس نے ودیعت رکھا پھر رہن کیا ہے اس لئے کہ رہن کو ودیعت کی طرف لوٹایا جا سکتا ہے اور ودیعت رہن کی طرف نہیں لوٹایا جا سکتا مگر اگر مرتہن راضی ہو۔

---

418 الفتاوى الهندية، ۵:۴۹۲

419 المحيط البرهاني، ۱۸:۱۰۹

420 الفتاوى الهندية، ۵:۴۹۲

اور اگر راہن نے گواہ پیش کر دیئے کہ میں نے قابض کے ہاتھ فروخت کیا ہے اور قابض نے گواہ پیش کر دیئے کہ یہ میرے پاس رہن ہے تو صاحب ذخیرہ نے لکھا ہے کہ میں اس کو بیع قرار دوں گا اور رہن کو باطل کرونگا اور یوں قرار دیا جائے گا کہ گویا پہلے اس نے رہن کیا ہے پھر بیع کیا ہے اس لئے کہ رہن کو بیع کی طرف لوٹایا جاسکتا ہے۔[421]

دفعہ ۱۹۳: اگر ودیعت رکھی ہوئی چیز کو رہن میں تبدیل کر دیا لیکن مرتہن کے قبضے سے پہلے تلف ہو گیا تو امانت میں تلف تصور ہو گا۔[422]

وضاحت:

اگر ایک کپڑا کسی کو ودیعت دیا اور پھر وہی کپڑا اسی شخص کے پاس رہن رکھا لیکن مرتہن کے قبضہ سے پہلے وہی کپڑا تلف ہو گیا تو وہ امانت میں تلف تصور ہو گا اس لئے کہ مستودع کا قبضہ مثل مودع کے قبضہ کے ہیں جب تک مرتہن نے جدید قبضہ رہن کا نہ کیا ہو تب تک اس پر قبضہ رہن ثابت نہ ہو گا۔ اور عدم قبضہ کے باب میں بدون گواہوں کے اس کا قول قبول ہو گا اس لئے کہ وہ رہن کا قبضہ کرنے سے منکر ہے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کر دیئے تو راہن کے گواہ قبول ہونگے اس لئے کہ اس سے استیفاء قرضہ ثابت ہوتا ہے۔[423]

دفعہ ۱۹۴: اگر راہن دو شخص ہو اور مرتہن نے دونوں پر رہن کا دعویٰ کیا اور ایک پر گواہ پیش کر دیئے تو دوسرے پر انکار سے قسم لیا جائے گا۔[424]

وضاحت:

صورت مذکورہ میں اگر مرتہن نے دو افراد پر یہ دعویٰ کیا کہ ان دونوں نے میرے پاس یہ فلاں چیز رکھی ہے اور میں نے اس پر قبضہ کیا ہے اور یہ چیز ان دونوں کی ملک ہے۔ اور وہ دونوں اس سے انکار کرتے ہو اور مرتہن نے ایک پر گواہ پیش کر دیئے تو مدعی رہن دوسرے سے جس پر گواہ پیش نہیں کئے ہیں، قسم لے گا، اگر وہ قسم سے انکار کرے تو دونوں پر دو مختلف سبب سے رہن ثابت ہو جائے گا یعنی ایک پر بسبب گواہ کے اور ایک پر بسبب انکار قسم کے۔ اور اگر دوسرے نے قسم کھائی تو اس کے حق میں رہن ثابت نہ ہو گا اور دوسرے کے حق میں بھی رہن کا ثبوت نہیں ہو سکے گا اس لئے کہ اگر اس کے حق میں رہن کی ڈگری کرے تو مشاع کے رہن کی ڈگری ہو جائے گی جو کہ جائز نہیں۔[425]

---

421 الفتاوی الھندیۃ، ۵:۴۹۲

422 نفس مصدر

423 المبسوط للسرخسی، ۲۱:۱۱۴

424 الفتاوی الھندیۃ، ۵:۴۹۳

425 المحیط البرہانی، ۱۸:۱۱۰

خلاصہ باب

اس باب میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب ہفتم تا دوازدہم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ یہ باب تین فصول اور ۴۵ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الرہن کے باب ہفتم اور باب ہشتم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ ساتویں باب میں قرضہ کے مال کے وصول کرنے کے وقت مال مرہون کے سپرد کرنے کا بیان ہے اور آٹھویں باب میں مال مرہون میں راہن یا مرتہن کے تصرف کا بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں کتاب الرہن کے باب نہم اور باب دہم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ نواں باب مال مرہون میں راہن اور مرتہن کے اختلاف کرنے اور اس میں گواہی دینے کے بیان میں ہے اور دسویں باب میں چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن رکھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں کتاب الرہن کے گیارہویں اور بارہویں باب کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ گیارہویں باب میں متفرق مسائل بیان کئے گئے ہیں جب کہ بارہویں باب میں رہن سے متعلق دعاوی اور خصومات اور اس کے متصلات کا بیان کیا گیا ہے۔

اس باب میں دو مقامات پر رہن سے متعلق شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے، جس میں ایک مقام پر شرعی اور وضعی قوانین میں مطابقت پایا جاتا ہے جب کہ دفعہ ۱۷۱ کے تحت شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان تضاد کو بیان کیا گیا ہے۔ شرعی قوانین میں راہن ہی عقد رہن میں عادل نہیں بن سکتا کہ مرہون کو اپنے پاس رکھنے کا شرط رکھے جب کہ وضعی قوانین میں رہن کے اقسام میں سے ایک قسم "سمپل مورٹگیج" (Simple Mortgage) ہے جس میں مال مرہون راہن ہی کے پاس رہتا ہے اور وقت آنے پر وہ خود ہی اس کو فروخت کرتا ہے۔

باب سوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب اول تا باب ثالث کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

فصل اول: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب اول کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

باب ۱ : صید کی تفسیر، رکن اور حکم کے بیان میں

دفعہ ۱۹۵: وہ حیوان متوحش (وحشی) جو آدمی کے قبضہ سے ممتنع ہو خواہ وہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم (جس کا گوشت کھایا جاتا ہو یا نہیں)، صید (شکار) کہلاتا ہے۔[426]

وضاحت:

صید، صادیصید سے مصدر بمعنی" اخذالصید" شکار پکڑنے کے ہیں، اور اصطلاح شریعت میں" الصید ھوالحیوان المتوحش الممتنع الآدمی ماکول کان او غیر ماکو ل" ۔[427] ہر وہ حیوان ہے جو متوحش ہو اور آدمی کے قبضے سے ممتنع ہو یعنی آسانی سے اس کے قبضہ میں نہ آسکتا ہو چاہے ماکول اللحم ہو یا نہیں۔

شکار کی حلت کے بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے" أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ "[428] ترجمہ: تمھارے لئے حلال کیا گیا دریا کا شکار اور اس کا کھانا، تمھارے فائدے کے لئے اور مسافروں کے لئے، اور تم پر خشکی کا شکار حرام کیا گیا جب تک تم حالت احرام میں ہو، اور اللہ سے ڈرو جس کی طرف تم جمع کئے جاؤ گے۔

صاحب ردالمحتار نے صید کی ایک اور جامع تعریف کی ہے اور تعریف میں موجود تمام قیودات کی وضاحت کی ہے۔ لکھا ہے"الصید ھو کل ممتنع متوحش طبعالا یمکن اتخاذہ الا بالحیلۃ" [429] متوحش کی قید لگا کر حمام (گھریلوں کبوتر) وغیرہ کو خارج کر دیا کیونکہ وہ وحشی نہیں، اس لئے کہ متوحش سے مراد یہ ہے جو عام طور پر دن رات لوگوں کے ساتھ مانوس نہ ہو، طبعا کی قید لگا کر ان کو خارج کر دیا جو گھریلوں جانوروں اور پرندوں میں وحشی بنے اس لئے کہ وہ شکار سے حلال نہیں ہوتے بلکہ وہ ذبح ضروری (زکاۃ ضروریہ) سے حلال ہوتے ہیں۔ اور اس میں وہ متوحش داخل ہے جو مانوس ہوتے ہیں جیسے ہرن وغیرہ۔ اس لئے کہ اس کا پکڑنا کسی حیلہ کے بغیر نہیں ہوتا۔

---

426 الفتاوی الھندیۃ،۵:۴۱۷

427 فتاویٰ قاضیخان ،۳: ۲۴۵

428 سورۃ المائدہ۔ آیت:۹۶

429 ردالمحتارعلی الدرالمختار ،۱۰:۵۳

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ، کے پی کے، ۲۰۱۵، میں لکھا ہے:

HUNTING OF WILDLIFE , Restrictions on hunting: No person shall (b) “hunt any protected animal”.[430]

ترجمہ: شکار کی ممانعت: کوئی شخص کسی محفوظ جانور کا شکار نہیں کر سکتا۔

دفعہ مذکورہ میں مختلف قیودات ہیں جن میں سے ایک " ممتنع الآدمی "یعنی انسان کے قبضے سے باہر ہونا ہے، جس کی تائید وائلڈ لائف ایکٹ کے مذکورہ سیکشن سے ہوتی ہے کہ جو جانور کسی انسان کے قبضے میں ہو اور محفوظ ہو اس کا شکار ممنوع ہے۔

صید کے رکن کے بیان میں

دفعہ ۱۹۶: اپنے محل میں شرط کے ساتھ اہل شخص سے فعل اصطیاد صادر ہونا صید کا رکن ہے۔[431]

وضاحت:

صید کا رکن یہ ہے کہ صید کا فعل ایک ایسے شخص سے صادر ہو جو شکار کا اہل ہو یعنی وہ مطلوبہ شرائط پر پورا اترتا ہو دوسرا یہ کہ صید محل میں واقع ہو غیر محل میں صید واقع نہیں ہو سکتا۔ جیسے محرم کا شکار یا حرم میں کسی کا شکار کرنا، غیر محل میں شکار کھیلنا ہے۔

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ، کے پی کے، ۲۰۱۵، میں لکھا ہے:

Restrictions on hunting: No person shall
(O) hunt before sunrise, except in case of waterfowl;

---

430 WILD LIFE ACT KPK 2015,CHAPTER III,SEC.1(B)

431 الفتاوی الهندیة،۵:۴۱۷

(P) hunt after sunset, except in case of live catching of cranes and quails.[432]

ترجمہ: شکار کی ممانعت: سورج طلوع ہونے اور سورج غروب ہونے کے بعد کسی شخص کے لئے شکار کھیلنا ممنوع ہے ماسوائے سارس اور کوئل کے زندہ پکڑنے کی صورت میں۔

شرعی قوانین میں شکار کھیلنے کے لئے کسی وقت کی قید نہیں ہے کسی بھی وقت شکار کیا جاسکتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں طلوع آفتاب سے پہلے اور غروب آفتاب کے بعد شکار ممنوع ہے سوائے کوئل اور سارس کے زندہ پکڑنے کے۔

صید کا حکم:

دفعہ ۱۹۷: صید کا حکم یہ ہے کہ اگر حقیقتہً یا تقدیراً شکار کو گرفتار کر لیا تو شکار میں صائد (شکاری) کی ملک ثابت ہو جائے گی۔[433]

وضاحت:

صید کا حکم یہ ہے کہ اگر حقیقتہً یا تقدیراً شکاری نے شکار کو گرفتار کر لیا تو شکار میں صائد (شکاری) کی ملک ثابت ہو جائے گی۔ حقیقتہً پکڑنا تو ظاہر ہے کہ صید صائد کے ہاتھ میں آجائے اور تقدیراً پکڑنے سے مراد یہ ہے کہ صید جز امتناع سے خارج ہو جائے یعنی قبضہ سے ممتنع نہ رہے بلکہ اب کسی بھی وقت صائد اس کو قبضہ میں لے سکتا ہے جیسا کہ شکار کا زخمی ہونا وغیرہ۔

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ، کے پی کے، ۲۰۱۵، میں لکھا ہے:

<u>Animals found dead or hunted unlawfully</u>. "Any wild animal which is found dead or dying or which has been killed, caught or acquired otherwise than in accordance with the provisions of this Act and any meat of animal, or article, product or trophy thereof, shall be the property of Government. The person in possession of such property shall be bound to hand over the possession of such property to the officer authorized under this Act ".[434]

---

432 WILD LIFE ACT KPK 2015,CHAPTER III,SEC.1(P)

433 الفتاوی الهندية،۵:۴۱۸

434 WILD LIFE ACT KPK 2015,CHAPTER 4,SEC.4

ترجمہ: مردہ پائے گئے جانور یا غیر قانونی طور پر شکار کئے گئے جانور: کوئی بھی جنگلی جانور جو مردہ یا پڑا ہوا ملا یا مارا ہوا پایا گیا اور اس ایکٹ کے اختیارات کے علاوہ میں پکڑا گیا یا ہاتھ آیا (یعنی پرمٹ کے بغیر)، تو وہ جانور اور اس کا گوشت اور اس کے لوازمات سب حکومت کی ملکیت ہو گی، یہ مقبوضہ جانور یا شکار جس کے قبضے میں ہو وہ مجاز افسر کو حوالے کرنے کا پابند ہو گا۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں تھوڑا اختلاف پایا جاتا ہے اور وہ اس طور پر کہ شرعی قوانین میں اگر کوئی شکار کو حقیقتاً یا تقدیراً پکڑ لے تو اس کی ملک ثابت ہو گی جب کہ وضعی قوانین میں اگر کوئی کسی شکاری جانور یا پرند کو پکڑ لے تو جب تک اس کے پاس حکومت کی طرف سے شکار کا لائسنس نہ ہو تو وہ حکومت کی ملکیت ہو گی۔

دفعہ ۱۹۸: شکار کھانے کی حلت پندرہ شرائط سے ثابت ہوتی ہے، پانچ شرائط شکاری میں، پانچ شکاری جانور میں، پانچ صید (شکار) میں (جس کا شکار کیا جاتا ہو)۔[435]

وضاحت:

شکار کے کھانے کی حلت جن شرائط سے ثابت ہوتی ہے وہ کل پندرہ ہیں۔ جن میں سے پانچ شکار کرنے والے میں ہیں۔ ۱۔ شکاری زکاۃ (ذبح) کی اہلیت رکھتا ہو، ۲۔ شکاری میں ارسال (شکاری جانور کا بھیجنا) پایا جائے۔ ۳۔ شکاری کے ساتھ ارسال میں ایسا شخص شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں۔ ۴۔ شکاری نے عمداً تسمیہ نہ چھوڑا ہو۔ ۵۔ مرسل (جس نے جانور چھوڑا ہو) ارسال اور شکار پکڑنے کے درمیان میں کسی اور کام میں مشغول نہ ہو جائے۔[436]

وہ پانچ شرائط جو شکاری کتے یا دوسرے شکاری جانور وغیرہ میں ہیں۔ ۱۔ معلم ہو، ۲۔ ارسال کے طریقے پر چھوڑا گیا ہے ۳۔ شکاری جانور کے ساتھ شکار پکڑنے میں ایسا جانور شریک نہ ہو جس کا شکار حلال نہیں۔ ۴۔ جرح کے ساتھ شکار کو قتل کرے۔ ۵۔ شکاری جانور خود شکار میں سے کچھ نہ کھائے۔

وہ پانچ شرائط جو شکار میں ہیں۔ ۱۔ شکار حشرات الارض میں سے نہ ہو، ۲۔ مچھلی کے علاوہ پانی والے جانوروں میں سے نہ ہو۔ ۳ شکار اپنے آپ کو پروں یا ہاتھ پاوں کے ذریعے بچائے۔ ۴۔ اپنے دانتوں اور پنجوں سے نہ کھاتا ہو۔ ۵۔ ذبح تک پہنچنے سے پہلے شکاری جانور کے گرفت سے مر جائے۔[437]

---

435 الفتاوی الھندیۃ، ۵:۴۱۸

436 الہدایہ، ۴:۴۰۱

437 نفس مصدر

باب سوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب اول تا باب ثالث کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

فصل دوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب دوم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

باب ۲: ان صورتوں کے بیان میں جن سے شکار ملک میں آجاتی ہے اور جن سے ملک میں نہیں آتی۔

دفعہ ۱۹۹: شکار پکڑنے سے ملک میں آجاتی ہے اور یہ پکڑنا دو قسم پر ہے حقیقی اور حکمی۔[438]

وضاحت:

صید گرفتار ہونے سے ملک میں آجاتی ہے اور صید کا پکڑنا دو طرح کا ہوتا ہے ایک حقیقی دوسرا حکمی۔ حقیقی تو ظاہر ہے اور حکمی ایسی چیز کے استعمال سے شکار کو پکڑنا جو شکار ہی کے لئے موضوع ہے، خواہ اس سے شکار پکڑنے کا قصد کیا ہو یا نہیں۔ حتی کہ اگر کسی نے جال پھیلایا اور اس میں شکار پھنس گیا تو جال والا اس کا مالک ہو گا چاہے اس نے جال پھیلانے سے شکار کا قصد کیا ہو یا نہیں، اس لئے کہ جال شکار ہی کے لئے پھیلایا جاتا ہے۔[439]

اگر کسی نے جال کو خشک کرنے کی نیت سے پھیلایا اور اس میں شکار پھنس گیا تو اس کا مالک نہیں ہو گا اس لئے کہ وہ جال سے اس کا پکڑنے والا نہیں ہو گا۔ اور حکما پکڑنا ایسی چیز کے استعمال سے بھی ہوتا ہے جو شکار کے لئے موضوع نہیں لیکن شکار کی غرض سے استعمال میں لایا جائے جیسا کہ کسی نے شکار کے لئے خیمہ گاڑا اور شکار پھنس گیا تو مالک ہو گا اور اگر شکار کے لئے نہیں گاڑا تو مالک نہیں ہو گا۔[440]

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ، کے پی کے، ۲۰۱۵ میں مذکور ہے:

Restrictions on hunting. No person shall (e) “use or have in possession any net, snare, hook, bhagwa, or like devices for the purpose of hunting a Game Animal”.[441]

ترجمہ: شکار کی ممانعت: کوئی شخص کھیل جانور کی شکار کے لئے کسی بھی قسم کے جال، پھندے، کنڈے، بگواہ اور اس طرح کے دوسرے آلات کا استعمال نہیں کرے گا۔

---

438 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۱۸

439 نفس مصدر: ۴۱۸

440 ردالمحتار علی الدرالمختار، ۱۰: ۵۵

441 THE WILDLIFE ACT KPK,2015,CHAPTER III,SEC.e

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں اگر کسی نے جال پھیلایا اور اس میں شکار پھنس گیا تو جال والا اس کا مالک ہو گا، جب کہ وضعی قوانین میں جال، پھندے یا کنڈے وغیرہ کے ذریعے شکار کو پکڑنا ممنوع ہے اگر کسی نے خلاف ورزی کی تو ایکٹ کے مطابق کارروائی ہو گی۔

دفعہ ۲۰۰: جال میں پھنسنے کے بعد شکار چھوٹ کر اڑ گیا تو جس نے پکڑا اسی کا ہو گا۔[442]

وضاحت:

ایک شخص نے شکار کی نیت سے ایک جال لگایا اور اس میں شکار پھنس گیا پھر ایک شخص نے شکار کو چھوٹ کر اڑ جانے سے پہلے پکڑ لیا تو شکار جال والے ہی کا ہو گا۔ اس لئے کہ سبب ملک کا انعقاد شخص اول کے واسطے ہوا ہے اس لئے کہ جال اس لئے لگایا گیا ہے اور سبب ابھی تک منتقض نہیں ہوا تھا۔ اب اگر دوسرے شخص نے شکار کو جال سے چھوٹ کر اڑ جانے کے بعد پکڑ لیا تو وہ دوسرے کا ہو جائے گا اس لئے کہ اڑ جانے سے شخص اول کا سبب گرفتاری منتقض ہوا تھا۔[443]

ایک صورت یہ ہے کہ جال والا اپنے شکار کو جال میں پھنسنے کے بعد پکڑ لے پھر وہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگے اور اس کو کوئی دوسرا شخص پکڑ لے تو وہ اول کی ملک ہے اس لئے کہ وہ پکڑنے سے اس کا مالک ہو گیا ہے اور اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر بھاگنا بمنزلہ غلام کے اباق کے یا اونٹ کی سرکشی کر کے بھاگ جانے کے ہیں جس سے ملک زائل نہیں ہوتی۔[444]

دفعہ ۲۰۱: اگر کسی نے مچھلیاں پکڑنے کے لئے زمین بنادی پھر اس میں پانی خشک ہو گیا اور مچھلیاں باقی رہ گئی تو اگر کسی اور نے پکڑ لئے تو وہ ضامن ہو گا۔[445]

وضاحت:

اگر ایک شخص نے ایک جگہ ایسی بنادی جس سے پانی اس کے زمین میں آتا ہے تا کہ وہ مچھلیوں کا شکار کرے پھر اس راستے سے اس کی زمین میں پانی بہت سی مچھلیوں کے ساتھ آ گیا پھر وہ پانی خشک ہو ایا اتنا کم ہوا کہ بغیر شکار کے مچھلیاں پکڑی جا سکتی تھی، تو صاحب زمین کے علاوہ کسی اور کے لئے ان

---

442 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۱۸

443 نفس مصدر

444 المبسوط للسرخسی، ۱۱:۲۴۰

445 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۱۸

مچھلیوں کا پکڑنا جائز نہیں، اگر کسی اور نے پکڑ لئے تو وہ ضامن ہو گا۔ اور اگر پانی بہت باقی ہے کہ جس میں مچھلیوں کا پکڑنا بغیر شکار کے ممکن نہیں تو جس نے شکار کر کے پکڑی تو اسی کی ہوں گی۔ مالک زمین کو یہ اختیار ہے کہ لوگوں کو اپنی زمین میں آنے سے روکے لیکن اگر کسی نے شکار کر لیا تو مچھلیاں مالک زمین کو پہنچانا اس پر لازم نہیں۔[446]

دفعہ ۲۰۲: اگر کسی نے پانی میں جال ڈالا اور دوسرے نے شص ڈالی اور مچھلی جال میں آکر شص میں اٹھک گئی تو جال والے کی ہو گی اگر ابھی تک جال کے تنگ چھیدوں کے درمیان ہو۔[447]

نوٹ: دفعہ واضح ہے۔

دفعہ ۲۰۳ : اگر کسی نے اپنی زمین میں شکار کے لئے گڑھا کھودا اور اس میں شکار پھنس گیا تو مالک زمین کا ہو گا۔[448]

وضاحت:

جو چیز شکار کے لئے موضوع نہ ہو یعنی عام طور پر جس سے شکار نہ کیا جاتا ہو اور اس میں شکار پھنس جائے تو اگر شکار کی قصد سے لگایا ہو تو لگانے والے کا ہو گا۔ جیسا کہ کسی زمین میں گڑھا کھودا لیکن شکار کی نیت سے نہیں اور اس میں شکار گر گیا تو جس نے پکڑا اسی کا ہو گا۔ اور اگر گڑھا شکار ہی کے لئے کھودا تھا اور شکار پھنس گیا تو گڑھا کھودنے والے ہی کا ہو گا۔[449]

دفعہ ۲۰۴ : کسی کے زمین میں شکاری پرندے نے انڈے دیئے یا ہرن نے گھر بنایا اور کسی نے آکر اس کو لیا تو اسی کی ہو گی۔[450]

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص کی زمین میں کسی پرندے نے انڈے دیئے یا کسی ہرن نے آکر وہاں اپنا گھر بنایا۔ اب اگر مالک زمین کے علاوہ کسی نے آکر انڈوں کو اٹھایا یا ہرن کو پکڑ لیا تو جس نے لیا اسی کا ہو گا، لیکن یہ اس صورت میں ہے کہ مالک زمین شکار سے اتنا دور ہو کہ اگر ہاتھ پھیلائے تو اس

---

446 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۴۵۳

447 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۱۸

448 نفس مصدر

449 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۴۵۴

450 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۱۸

کو پکڑ نہ سکے اور اگر اس قدر قریب ہو کہ اگر ہاتھ پھیلائے اس کو پکڑ لے تو یہ مالک زمین کی ملک ہے۔اسی طرح اگر گڑھے کو شکار کی نیت سے نہیں کھودا ہے اور کسی دوسرے شخص نے اس میں سے شکار پکڑ لیا تو اگر گڑھا کھودنے والا اس قدر قریب ہو کہ اگر ہاتھ پھیلائے تو اس کو پکڑ لے، تو شکار اسی کا ہو گا۔[451]

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ، کے پی کے، ۲۰۱۵ میں مذکور ہے:

1. <u>Wild animals to be the property of Government</u>- "All wild animals, free ranging or captive, tamed or untamed, found within the territorial jurisdiction of the Province shall be deemed to be the property of Government".[452]

ترجمہ: **جنگلی جانور حکومت کی ملکیت ہو گی:** تمام جنگلی جانور چاہے آزاد ہو یا بندھے ہوئے، پالتو بنائے گئے ہو یا غیر پالتو ہو، جو صوبے کے حدود میں پایا جائے تو حکومت کی ملکیت تصور ہو گی۔

شرعی قوانین میں اگر کسی شکاری جانور نے کسی کی زمین میں گھر بنایا تو جس نے اس کو پکڑ لیا اسی کا ہو گا جب کہ مروجہ قوانین میں شکار کھیلنے کے پرمٹ کے بغیر اس طرح کے تمام جانور حکومت کی ملکیت ہے۔

دفعہ ۲۰۵ : جب شکار کسی کے گھر میں داخل ہو جائے اور وہ دروازہ بند کر دے اور وہ اس طور پر ہو جائے کہ بغیر شکار کے اس کو پکڑ سکتا ہے تو اگر دروازہ شکار کی نیت سے بند کیا تھا تو وہی شخص مالک ہو گا اور اگر دروازہ دوسرے غرض سے بند کرے تو پکڑنے والا مالک ہو گا۔[453]

وضاحت:

اگر کسی کے گھر میں شکار داخل ہوا اور صاحب دار نے اس کے پکڑنے کے واسطے دروازہ بند کیا اور وہ شکار اس طور پر ہوا کہ بغیر کسی شکار کے اس کو پکڑ سکتا ہے تو صاحب دار کا ہو گا اور اگر دروازہ شکار کے علاوہ کسی اور نیت سے بند کیا ہو تو جس نے پکڑ لیا وہی اس کا مالک ہو گا۔

---

451 نفس مصدر

452 THE WILDLIFE ACT KPK 2015,CHAPTER 4,SEC.1

453 الفتاوی الهندية،۵: ۴۱۸

ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ قولہ "یقدر علی اخذہ من غیر صید" کا یہ معنی نہیں کہ اس کے پکڑنے میں کوئی ہاتھ پاوں ہلانے کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس کے پکڑنے کے لئے کسی جال وغیرہ کے لگانے کی ضرورت نہیں ہوگی بلکہ معمولی تدبیر سے بھی وہ ہاتھ آسکتا ہو۔[454]

دفعہ ۲۰۶: ایک شخص نے جال لگایا اور شکار اس میں پھنسا اور تڑپ کر جال کو کاٹ کر بھاگ گیا اور دوسرے شخص نے پکڑ لیا تو اسی کا ہوگا۔[455]

وضاحت:

ایک آدمی نے شکار کے واسطے جال لگایا اور اس میں کوئی پرندہ پھنسا لیکن وہ تڑپ کر جال سے چھوٹ کر بھاگ گیا اور کسی اور نے پکڑا تو پکڑنے والے کا ہوگا اور اگر جال لگانے والا جال کے اتنا قریب پہنچ چکا تھا کہ اگر چاہتا تو پکڑ لیتا لیکن اس شکار کو کسی اور نے پکڑ لیا تو جال لگانے والے کا ہوگا۔یہی حکم شکاری کتے اور باز کے شکار کا بھی ہے۔[456]

دفعہ ۲۰۷: کسی نے شہر یا اطراف شہر میں پالتو ہرن یا باز کو پکڑ لیا تو اس کا حکم مثل لقطہ کے ہوگا۔[457]

وضاحت:

اگر کسی شخص نے شہر یا اطراف شہر میں ایک باز پکڑا جس کے پاوں میں چمڑے کے تسمے تھے، یا جلاجل پڑے تھے، یا ہرن پکڑا جس کے گردن میں پٹہ وغیرہ پڑا تھا، اور یہ پہچان پڑتا تھا کہ پالتو ہرن یا باز ہے تو اس کے پکڑنے والے پر واجب ہے کہ لقطہ کی طرح اس کے مالک کی شناخت کے واسطے پکارے تاکہ اس کے مالک کو واپس کردے۔

دفعہ ۲۰۸: جس نے کبوتروں کے برج بنائے جس میں کبوتروں نے گھونسلے بنائے اور انڈے دیئے تو اس کے بچے برج بنانے والے کے لئے حلال نہیں۔[458]

---

454 فتاویٰ تاتارخانیہ،۱۸:۴۵۵

455 الفتاوی الھندیۃ،۵: ۴۱۸

456 المبسوط للسرخسی،۱۱:۲۴۴

457 الفتاوی الھندیۃ،۵: ۴۱۸

458 نفس مصدر

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص نے کبوتروں کے برج بنائے اور پالتو کبوتروں نے آکر اس میں گھونسلے بنائے اور انڈے دیئے۔ اب اگر ان انڈوں میں سے بچے پیدا ہوئے تو صاحب برج کے لئے ان بچوں کا پکڑنا حلال نہیں۔ اس لئے کہ بچہ ماں باپ کے مالک ہونے پر حلال ہوتے ہیں۔ پس اس کا حکم مثل لقطہ کے ہیں۔ لیکن اگر وہ شخص فقیر ہو تو اس کو حلال ہے کہ اپنی حاجت میں اس کو کھائے اور اگر فقیر نہیں غنی ہو اور کھانا چاہتا ہو تو اس کی صورت یہ ہے کہ کسی فقیر کو صدقہ دے دے پھر اس سے قیمت پر خریدے اور کھائے۔ صاحب مبسوط نے لکھا ہے کہ شمس الائمہ ایسا ہی کیا کرتے تھے اس لئے کہ ان کو کبوتروں کے گوشت سے بہت رغبت تھی۔[459]

دفعہ ۲۰۹: اگر شکار تیر لگنے سے گر گیا اور غش ہو کر کچھ دیر پڑا رہنے کے بعد پھر اڑ گیا پھر کسی اور نے تیر مار کر گرایا اور پکڑ لیا تو اسی کا ہو گا۔[460]

وضاحت:

ابن سماعہؒ نے امام محمدؒ سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے ایک شکار کو تیر مارا اور وہ گر گیا، کچھ دیر بے ہوش رہنے کے بعد ہوش میں آئے اور چل دیا یا پرندہ تھا اور اڑ گیا لیکن اس پر زخم کا کوئی نشان نہیں تھا۔ پھر دوسرے شخص نے اس کو تیر مار کر گرایا اور پکڑ لیا تو دوسرے کا ہو گا۔ لیکن اگر شخص اول نے اس کو غشی کے حالت میں پکڑ لیا اور دوسرے نے بھی اسی حالت میں پکڑ لیا تو اور وہ ابھی تک نہ بھاگا تھا نہ اڑا تھا، تو شخص اول کا ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی نے شکار کو تیر مار کر گرایا اور اس کو ایسا زخم آیا کہ اس سے اٹھ نہیں سکتا تھا پھر جتنا دیر اللہ نے چاہا وہ پڑا رہا۔ پھر دوسرے شخص نے اسے تیر مارا اور پکڑ لیا تو بھی پہلے شخص کا ہو گا۔[461]

دفعہ ۲۱۰: ایک شخص نے شکار کو تیر مارا اور اس پر ایک کاری زخم آیا کہ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا تھا پھر دوسرا تیر مارا اور وہ مر گیا تو اس کا کھانا حلال نہیں۔[462]

---

459 المبسوط للسرخسی، ۱۱: ۲۵۱

460 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۱۹

461 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۲۴۹

462 نفس مصدر

وضاحت:

اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شکار تیر لگنے سے اتنا زخمی ہو جائے کہ وہ اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کر سکے پھر شکاری اس کو دوسرا تیر مارے جس سے وہ مر جائے تو اس کا شکار کھانا حلال نہیں۔اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلے تیر کے ساتھ یہ شکار حیز امتناع سے نکل گیا اب یہ ممتنع الآدمی نہیں رہا اب اس پر تیر برسانا ایسا ہے گویا کہ پالتو جانور یا پرندے پر۔دوسری وجہ یہ ہے کہ پہلا تیر لگنے کے بعد اس کا ذبح اختیاری ضروری تھا اور وہ دوسرے تیر سے مر گیا۔اور یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ معلوم ہو کہ دوسرے تیر سے مرا ہے یا سرے سے معلوم ہی نہ ہو کہ کس تیر سے مرا ہے۔اور اگر پہلے تیر سے مرا ہو تو حلال ہے۔اور حلال ہونے کے حق میں رمی کے وقت کا اعتبار نہیں۔[463]

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ، کے پی کے، ۲۰۱۵، میں لکھا ہے:

Restrictions on hunting: No person shall (b) "hunt any protected animal".[464]

ترجمہ: شکار کی ممانعت: کوئی شخص کسی محفوظ جانور کا شکار نہیں کر سکتا۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں مطابقت پایا جاتا ہے جس کی تائید وائلڈ لائف ایکٹ کے مذکورہ سیکشن سے ہوتی ہے کہ جو جانور کسی انسان کے قبضے میں ہو یا قبضے میں نہ ہو لیکن آسانی سے انسان کے ہاتھ میں آسکتا ہو یا محفوظ ہو اس کا شکار ممنوع ہے۔

دفعہ ۲۱۱: کسی شخص نے تیر مارا لیکن اس کو حیز امتناع سے خارج نہیں کیا پھر دوسرے نے تیر مارا اور قتل کر دیا تو دوسرے کا ہو گا۔[465]

وضاحت:

کسی نے شکار کو تیر مارا لیکن وہ ابھی تک تیر انداز کے قبضے سے باہر تھا، بھاگ سکتا تھا یعنی ممتنع تھا، پھر دوسرے نے تیر مارا اور قتل کر دیا تو دوسرا اس کا مالک ہو گا اور اس شکار کا گوشت حلال ہو گا۔اور اگر شخص اول نے ایسا کاری زخم لگایا کہ سست کر دیا اور دوسرے نے تیر مار کر قتل کر دیا تو وہ شخص اول کا

---

463 نفس مصدر

464 WILDLIFE ACT KPK 2015,CHAPTER III,SEC.1(B)

465 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۱۹

ہو گا اور اس کا گوشت حلال نہیں ہو گا اور یہ حکم اس وقت ہے کہ پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اس سے شکار نجات پا سکتا ہو تا کہ اس کی موت دوسرے تیر کی طرف مضاف ہو۔اور اگر پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ کہ اس سے نجات نہ پا سکتا ہو مثلا اس میں اس قدر حیات رہ گئی ہو جیسے مذبوح میں رہ جاتی ہے یا اس کا سر الگ ہو گیا ہو تو حلال ہو گا۔

اور اگر پہلا تیر ایسا لگا ہو کہ اس سے شکار زندہ تو نہیں رہ سکتا لیکن اس میں حیات بنسبت مذبوح کی زیادہ رہ گئی ہو مثلا وہ کم و بیش ایک روز زندہ رہ سکتا ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک دوسرے تیر مارنے سے حرام نہیں ہو گا اس لئے کہ اس قدر حیات کا کوئی اعتبار نہیں۔اور امام محمدؒ کے نزدیک دونوں صورتوں میں حلال نہیں ہو گا اور اس صورت میں جس میں شکار اول شخص کے تیر سے نجات پا سکتا تھا،دوسرا شخص پہلے شخص کے لئے اس شکار کے اس قدر قیمت کا ضامن ہو گا جتنی اس مجروح شکار کی ہو۔اگر یہ معلوم ہو کہ دونوں زخموں سے مر گیا ہے یا کچھ معلوم نہ ہو تو دوسرا شخص آدھے قیمت کا ضامن ہو گا اس لئے کہ اس نے دوسرے کے مملوک حیوان کو مجروح کر کے ناقص کر دیا ہے پس وہ غیر کے مملوک کے نصف کا تلف کرنے والا ہوا۔

اور اگر شکار دوسرے کے تیر سے مر گیا ہو تو وہ شکار کے آدھے گوشت حلال کئے ہوئے کا ضامن ہو گا اس لئے کہ شکار مذکور اول تیر لگنے کے بعد ایسی حالت میں تھا کہ ذبح اختیاری سے حلال ہو سکتا تھا لیکن دوسرے نے تیر مار کر اس کا آدھا گوشت خراب کر دیا،پس وہ اس کا ضامن ہو گا۔[466]

دفعہ ۲۱۲ :اگر دو افراد نے ایک شکار کو تیر مارا اور ایک شخص کا تیر دوسرے سے پہلے شکار کو لگا اور اس کو ایسا کاری زخم لگا یا کہ وہ صید نہ رہا پھر دوسرے کا تیر پہنچ کر لگا تو شکار اس شخص کا ہے جس نے اول تیر پھینکا ہے۔[467]

وضاحت:

اصل یہ ہے کہ شکار میں ملک ثابت ہونے کے حق میں تیر لگنے کی حالت کا اعتبار ہے تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار نہیں اور حلال ہونے کی حق میں تیر پھینکنے کی حالت کا اعتبار ہے۔اب اگر دو افراد میں سے ایک کا تیر شکار کو پہلے پہنچے اور اس کو صید ہونے سے نکال دے اور دوسرے کا تیر بعد میں پہنچے تو شکار اول کا ہے اور اگر دونوں نے ایک ساتھ تیر پھینکے ہوں اور دونوں تیر ایک ساتھ لگے ہوں تو وہ شکار دونوں کا ہیں۔[468]

دفعہ ۲۱۳: اگر کوئی ہرن کسی شخص کے دار یا باغ کی چاردیواری میں داخل ہوا پس اگر وہ بغیر شکار کے پکڑا جا سکتا ہے تو مالک دار کا ہو گا۔[469]

---

466 فتاویٰ تاتارخانیہ،۱۸:۴۶۷

467 الفتاوی الهندیة،۵: ۴۲۰

468 فتاویٰ تاتارخانیہ،۱۸:۴۶۷

وضاحت:

منتقی میں حاکم شہید نے ذکر کیا ہے کہ امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر شکار کسی کے دار یا باغ کی چار دیواری میں داخل ہو کہ اس کو بغیر شکار کے پکڑا جا سکتا تھا تو مالک دار کا ہو گا اور یہی حکم مچھلیوں کے خطیرہ میں مچھلیوں کے داخل ہونے کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ لیکن یہی حکم امام محمدؒ کے الاصل میں ذکر کردہ حکم کے خلاف ہے وہاں مذکور ہے کہ اگر کسی نے شکاری کتا شکار پر چھوڑا اور اس نے شکار کا پیچھا کر کے اس کو کسی کے دار میں داخل کر دیا تو وہ شکار کتے والے کا ہو گا۔ اسی طرح اگر کسی شکار کے پیچھے تیز دوڑا یہاں تک کہ اس کو بھگا کر کسی کے گھر میں داخل کر دیا تو شکار اسی شخص کا ہے جو اس کے پیچھے دوڑ کر آرہا ہے اس لئے کہ جب اس نے شکار کو بھگا کر مضطر کر دیا تو گویا کہ اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا۔[470]

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ، کے پی کے، ۲۰۱۵ میں مذکور ہے:

2. **Wild animals to be the property of Government-** "All wild animals free ranging or captive, tamed or untamed, found within the territorial jurisdiction of the Province shall be deemed to be the property of Government".[471]

ترجمہ: جنگلی جانور حکومت کی ملکیت ہو گی: تمام جنگلی جانور چاہے آزاد ہو یا بندھے ہوئے، پالتو بنائے گئے ہو یا غیر پالتو ہو، جو صوبے کے حدود میں پایا جائے تو حکومت کی ملکیت تصور ہو گی۔

شرعی قوانین میں اگر کوئی شکاری جانور کسی کے گھر یا باغ میں داخل ہوا پس اگر وہ بغیر شکار کے پکڑا جا سکتا تھا تو گھر یا باغ کے مالک کی ملکیت ہو گی۔ جب کہ مروجہ قوانین میں شکار کھیلنے کے پرمٹ کے بغیر اس طرح کے تمام جانور حکومت کی ملکیت ہے۔

دفعہ ۲۱۴: اگر ایک شخص نے دوسرے کے گھر سے ایک پرند شکار کیا اور مالک دار اور اس شخص نے اختلاف کیا، مالک دار نے کہا کہ میں نے تجھ سے پہلے اس کا شکار کیا ہے اور شکاری نے انکار کیا تو اگر شکاری نے ہوا میں سے پکڑا ہو تو شکار اسی کا ہو گا۔[472]

دفعہ ۲۱۵ : اگر کسی نے جاری نہر میں مچھلیاں پکڑیں جو بغیر شکار کے نہیں پکڑی جا سکتی تھی تو پکڑنے والے کی ہوں گی۔[473]

---

469 الفتاوى الهندية،۵: ۴۲۰

470 المبسوط للسرخسی،۱۱:۲۰۱

471 THE WILDLIFE ACT KPK 2015,CHAPTER 4,SEC.1

472 الفتاوى الهندية،۵: ۴۲۰

دفعہ ۲۱۶ : شہد کی مکھیوں نے ایک شخص کی زمین میں چھتے لگائے اور اس میں سے شہد نکلا تو سب مالک زمین کا ہو گا۔[474]

وضاحت:

مذکورہ قاعدہ منتقی میں داود بن رشیدؒ کی روایت سے امام محمدؒ سے مروی ہے کہ اگر کسی کی زمین میں شہد کی مکھیوں نے شہد کے چھتے بنائے اور اس میں سے شہد نکلا تو صرف مالک زمین کا ہے کسی کو اس کے لینے کا اختیار نہیں۔اور فرمایا کہ یہ مشابہ نہیں اس کے کہ اگر کسی کے زمین میں شکاری جانور رہنے لگے یا شکاری پرندے نے انڈے دیئے بلکہ یہ شکاری جانور یا اس کے انڈے شہد کی مکھیوں کے مشابہ ہیں۔اگر کسی نے شہد کی مکھیاں پکڑ لیں تو اسی کے ہونگے،اور شہد تو نہ کبھی صید تھا نہ صید ہو گا۔[475]

دفعہ ۲۱۷ : دو افراد میں سے ایک کی کبوتری ہو اور دوسرے کا کبوتر، تو جو بچے پیدا ہو وہ کبوتری والے کے ہوں گے۔[476]

---

473 نفس مصدر

474 نفس مصدر

475 فتاویٰ تاتارخانیہ،۱۸: ۴۶۹

476 الفتاوى الهندية،۵: ۴۲۰

باب سوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب اول تا باب ثالث کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

فصل سوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب ثالث کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

باب ۳: شرائط اصطیاد کے بیان میں

یہ وہ شرائط ہیں جو شکار کھیلنے والے میں موجود ہونا لازمی ہے۔

دفعہ ۲۱۸ : شکار کرنے والا اہل زکاۃ میں سے ہو۔[477]

وضاحت:

شکار کرنے والے میں ایک شرط یہ ہونی چاہیئے کہ وہ اہل زکاۃ میں سے ہو یعنی ذبح اور تسمیہ جانتا ہو، پس جو نابالغ اور مجنون ہو جو تسمیہ نہ جانتا ہو اس کا شکار نہ کھایا جائے۔ اور شکاری ملت توحید پر ہو خواہ دعویٰ اور اعتقاد دونوں سے جیسے مسلمان یا صرف دعویٰ سے جیسے کتابی۔[478]

دفعہ ۲۱۹: شکار کھیلنے والا حالت احرام میں نہ ہو اور نہ حرم کا شکار کھیلا ہو اگرچہ حالت احرام میں نہ ہو۔[479]

دفعہ ۲۲۰ : تیر سے شکار کرنے میں تیر چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہے اور شکاری جانور سے شکار کرنے میں ان کے ارسال کے وقت۔[480]

وضاحت:

اگر کوئی شخص تیر سے شکار کر رہا ہو تو اس کے لئے شرط یہ ہے کہ تیر پھینکتے وقت تسمیہ پڑھے اور اگر شکاری جانور یا پرند کتے یا باز وغیرہ سے شکار کر رہا ہو تو ان کے چھوڑنے کے وقت تسمیہ شرط ہے۔

ہمارے ائمہ کے نزدیک ان کے ارسال میں یہ شرط نہیں کہ کسی شکار معین پر چھوڑے حتیٰ کہ اگر تسمیہ سے ایک شکار پر کتے یا باز کو چھوڑ دیا اور اس نے یہ شکار یا دوسرا شکار یا کئی شکار پکڑ لئے تو اسی تسمیہ سے سب شکار حلال ہونگے جب تک وہ جانور اس ارسال پر باقی ہو یعنی کسی اور کام میں مشغول نہ ہوا

---

477 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۲۱

478 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۴۷

479 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۲۱

480 نفس مصدر

ہو اور نہ ٹھہرا ہو اور نہ واپس ہوا ہو۔ اور اگر تیر پھینکنے یا کتا چھوڑنے کے وقت عمداً تسمیہ چھوڑ دیا تو اس کا کھانا حلال نہ ہو گا اور اگر بھولے سے چھوڑ دیا تو کھانا حلال ہو گا۔[481]

دفعہ ۲۲۱: مجوسی، بت پرست اور مرتد کا شکار حلال نہیں اس لئے کہ یہ لوگ ذبح اختیاری کی اہلیت نہیں رکھتے تو ذبح اضطراری کی اہلیت بھی نہیں رکھتے۔[482]

دفعہ ۲۲۲: شکاری باز یا کتے میں ارسال یعنی بااختیار شکار پر چھوڑنا شرط ہے۔[483]

وضاحت:

جس جانور یا پرندے سے شکار کیا جاتا ہے تو اس کے لئے ارسال شرط ہے کہ مالک نے ہی اس کو چھوڑا ہو وہ خود نہ گیا ہو اب اگر کلب معلم مالک سے چھوٹ بھاگا اور اس نے کسی شکار کو پکڑ کر قتل کیا تو وہ شکار نہ کھایا جائے گا اور اگر چھوٹ بھاگنے کے بعد مالک نے سخت آواز دی اور تسمیہ پڑھا لیکن اس کے زجر سے منزجر نہ ہوا یعنی شکار پر حرص و طلب زیادہ نہ کی اور شکار پکڑا، پھر بھی نہیں کھایا جائے گا اور اگر منزجر ہوا تو استحساناً کھایا جائے گا۔[484]

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ، کے پی کے، ۲۰۱۵ میں مذکور ہے:

2. **Prohibition to employ hawks and dogs.---** "No person shall use hawk for hawking or dog for coursing, pointing and retrieving the Game Animals, except under a permit issued under this Act".[485]

ترجمہ: باز اور شکار کی مدد سے شکار کی ممانعت: کوئی بھی شخص باز یا کتے کو شکاری جانوروں کے شکار کے لئے یا نشانہ باندھنے یا اس کے پکڑنے کے لئے استعمال نہیں کر سکتا سوائے اس پرمٹ کے جو اس ایکٹ کے تحت دیا گیا ہو۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں یہاں تک تو مماثلت پایا جاتا ہے کہ شکاری باز یا شکاری کتے کے ذریعے شکار کھیلنا جائز ہے، لیکن وضعی قوانین میں اس کے لئے حکومت کی اجازت لائسنس کی شکل میں ضروری ہے۔

---

481 فتاویٰ قاضیخان، ۳:۲۵۲

482 الفتاویٰ الهندية، ۵: ۴۲۱

483 نفس مصدر

484 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۴۷۳

485 THE WILDLIFE ACT KPK 2015,CHAPTER III SEC.2

دفعہ ۲۲۳: شرائط اصطیاد میں سے ایک یہ بھی ہے کہ شکار کے واسطے جانور چھوڑے یا تیر مارنے میں کوئی ایسا شخص اس کے ساتھ شریک نہ ہوا ہو جس کا ذبیحہ حلال نہیں، جیسے مجوسی، بت پرست یا عمداً تسمیہ ترک کرنے والا۔[486]

دفعہ ۲۲۴: ایک شرط یہ ہے کہ تیر پھینکنے اور شکاری جانور کے ارسال کے بعد کسی اور کام میں مشغول نہ ہو بلکہ شکار کے پیچھے ہو۔[487]

وضاحت:

شکاری کے لئے شرط یہ ہے کہ شکار پر تیر پھینکنے یا شکاری جانور چھوڑنے کے بعد کسی اور کام میں مشغول نہ ہو اور شکار کے پیچھے پڑے۔ اب اگر شکاری کتا چھوڑنے والے کی نظر سے اس طرح غائب ہوا کہ اس کو نظر نہیں آتا پھر اس کو کچھ دیر کے بعد پایا کہ اس نے شکار کو قتل کیا تھا، تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

یا تو شکاری نے اس کا پیچھا کرنا نہ چھوڑا ہو گا یہاں تک کہ اس نے شکار کو اس طرح پایا اور کتا اس کے پاس موجود تھا تو اس صورت میں قیاساً یہ شکار نہیں کھایا جائے گا لیکن استحساناً کھایا جائے گا۔ اور مشائخ نے فرمایا ہے کہ اگر کتا اس کے پاس موجود نہیں تھا تو قیاساً اور استحساناً دونوں طرح یہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔

اور اگر شکاری کسی اور کام میں مشغول ہو گیا لیکن جب رات قریب آئی تو اس کی جستجو کی پس شکار کو مردہ پایا اور کتا اس کے پاس موجود تھا تو شمس الائمہ سرخسی اور حلوانی نے تصریح کر دی ہے کہ وہ نہ کھایا جائے گا، اور شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اس کو مکروہ تنزیہی کہا ہے۔[488] اور اگر کتے کے جراحت کے علاوہ اس میں دوسری جراحت بھی ہو تو وہ شکار کسی صورت میں بھی نہیں کھایا جائے گا۔

اور تیر کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی شکار کو تیر لگا پھر شکار شکاری کی نظر سے پوشیدہ ہو گیا اور اس کو مردہ پایا تو اگر تیر کے علاوہ دوسری جراحت ہو تو نہیں کھایا جائے گا اور اگر تیر کے علاوہ دوسری جراحت نہ ہو تو اگر دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا ہو تو کھایا جائے گا اور اگر دوسرے کام میں مشغول ہوا ہو تو قیاساً اور استحساناً نہیں کھایا جائے گا۔[489]

---

486 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۲۱

487 نفس مصدر

488 فتاوی قاضیخان، ۳:۲۵۳

489 نفس مصدر

خلاصہ باب

اس باب میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب اول تا باب ثالث کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ یہ باب کل تین فصول اور ۳۰ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الصید کے باب اول کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ اس باب میں صید کی تفسیر، رکن اور حکم کا بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں کتاب الصید کے باب دوم کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ اس باب میں ان صورتوں کا بیان ہے جن سے شکار ملک میں آجاتی ہے اور جن سے ملک میں نہیں آتی۔

اس باب میں کل آٹھ دفعات میں شرعی قوانین اور وائلڈ لائف ایکٹ میں موجود وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے، جن میں پانچ مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان مطابقت پایا جاتا ہے جب کہ تین دفعات میں شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان معمولی تضاد پایا جاتا ہے۔

جن مواضع میں شرعی اور وضعی قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے ان میں سے دفعہ ۱۹۶ میں شکار کے اوقات کے بارے میں شرعی اور وضعی قوانین کا تقابل کیا گیا ہے۔ شرعی قوانین میں شکار کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے جب کہ وضعی قوانین میں غروب آفتاب کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے شکار کی اجازت نہیں۔

اسی طرح دفعہ ۱۹۷ کی تفصیل میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں عدم مطابقت پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں اگر کوئی شکاری جانور کو پکڑلے تو وہ اس کی ملک ہوگی جب کہ وضعی قوانین میں اگر کوئی کسی شکاری جانور یا پرند کو پکڑلے تو جب تک اس کے پاس حکومت کی طرف سے لائسنس نہ ہو تو وہ حکومت کی ملکیت ہوگی۔

اسی طرح دفعہ ۱۹۹ کی تفصیل میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں فرق پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین کے مطابق اگر کسی نے جال پھیلایا اور اس میں شکار پھنس گیا تو جال والا اس کا مالک ہوگا، جب کہ وضعی قوانین میں جال، پھندے یا کنڈے وغیرہ کے ذریعے شکار کو پکڑنا ممنوع ہے، اگر کسی نے خلاف ورزی کی تو وائلڈ لائف ایکٹ کے پی ۲۰۱۵ کے مطابق اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔

اسی طرح دفعہ ۲۰۴ میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں عدم مطابقت پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں اگر کسی کے زمین میں شکاری پرندے نے انڈے دیئے یا ہرن نے گھر بنایا اور کسی نے آکر اس کو لیا تو اسی کی ملک ہوگی جب کہ وضعی قوانین میں شکار کھیلنے کے پرمٹ کے بغیر اس طرح کے تمام جانور حکومت کی ملکیت ہے۔

باب چہارم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب چہارم تا باب ہفتم کی دفعہ بندی اور وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

فصل اول: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب چہارم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

باب ۴: شرائط صید کے بیان میں

دفعہ ۲۲۵: آلہ شکار دو طرح کا ہے ایک تیر پر دار، یا بغیر پروں والا یا اس کے مثل۔ دوسرا حیوان جیسے کتا یا دوسرا شکاری جانور یا باز وغیرہ شکاری پرند۔[490]

دفعہ ۲۲۶: اگر آلہ شکار جانور ہو تو اس کی شرط یہ ہے کہ وہ معلم ہو۔[491]

وضاحت:

اگر شکاری جانور ایک کتا ہو تو اس کے شکار کے لئے شرط یہ ہے کہ وہ معلم یعنی سیکھا ہوا ہو۔ اب اس کے سیکھے ہوئے ہونے کے علامات یہ ہے کہ وہ شکار میں سے خود نہ کھائے اور شکاری کے لئے چھوڑ دے، اور جب مالک اس کو بلائے تو وہ چلا آئے اور جب شکار پر چھوڑے تو تابعداری کے ساتھ روانہ ہو جائے۔

امام ابو حنیفہؒ نے شکاری درندے کے معلم ہونے کے لئے کوئی حد یا وقت مقرر نہیں کرتے کہ اتنی مرتبہ اس کو چھوڑا جائے اور وہ شکار میں سے نہ کھائے، فرماتے ہیں کہ جب شکار کھیلنے والے کے غالب گمان پر وہ سیکھا ہوا ہو تو وہ معلم ہے اور جو شکار کھیلنے کے ماہر لوگ ہیں ان کے قول کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے کہ تین بار وہ شکار کو پکڑ کر کھانا چھوڑ دے تو وہ سیکھا ہوا ہے۔ یہی اصح ہے۔[492]

دفعہ ۲۲۷: باز وغیرہ شکاری پرند کے سدھائے ہوئے ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کا پالنے والا اس کو بلائے تو وہ آجائے۔[493]

وضاحت:

باز وغیرہ شکاری پرند کے حق میں شکار کو چھوڑ دینا اور اس میں سے نہ کھانا اس کے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت نہیں ہے بلکہ اس کے سیکھے ہوئے ہونے کی علامت یہ ہے کہ جب اس کا پالنے والا اس کو بلائے تو وہ آئے حتی کہ اگر باز وغیرہ نے شکار میں سے کھا لیا تو اس کا شکار کھایا جائے گا۔

---

490 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۲۲

491 نفس مصدر

492 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۴۷۷

493 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۲۲

اور بعض مشائخؒ نے باز کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ تب سیکھا ہوا معلوم ہو گا کہ جب تیسری بار پالنے والے کے پکارنے سے آجائے بغیر گوشت کے طمع کے اور اگر پالنے والے کی آواز سے نہ آئے الا بطمع گوشت کے تو وہ معلم نہیں ہے۔ اور اگر باز معلم اپنے پالنے والے کے پاس سے فرار ہو گیا اور بلانے سے نہ آیا تو وہ سیکھا ہوا ہونے کے حکم سے نکل گیا اور اس کا شکار حلال نہ ہو گا۔[494]

دفعہ ۲۲۸: ایک شخص نے ایک کتا شکار پر چھوڑا اس نے اس شکار کو نہ پکڑا دوسرے شکار کو پکڑا پس اگر ارسال کی روش پر چلا گیا ہو تو شکار حلال ہے۔[495]

دفعہ ۲۲۹: اگر ایک شخص نے ایک باز کو خرگوش کے شکار پر چھوڑا اور اس نے اس ارسال میں دوسرے شکار کو پکڑا تو اس شکار کو نہ کھایا جائے گا اس لئے کہ باز سوائے خرگوش کے کچھ شکار نہیں کرتا۔[496]

دفعہ ۲۳۰: اگر کسی نے ایک کتا تسمیہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا اور اس نے اس ارسال میں بہت سے شکار یکے بعد دیگرے پکڑے تو سب حلال ہے۔[497]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں اگر ایک ہی ارسال میں یکے بعد دیگرے بہت سے شکار پکڑے تو سب حلال ہیں۔ اسی طرح اگر ایک شکار کو تیر مارا اور وہ شکار کو لگ کر پار ہو گیا اور جا کر دوسرے کو لگا پھر تیسرے کو لگا تو ہمارے نزدیک سب حلال ہیں۔ اور اگر شکاری کتے نے ایک شکار کو پکڑا اور دیر تک لیٹا رہا پھر اس کے پاس سے دوسرا شکار گزرا اور اس نے اس کو پکڑ کر قتل کر دیا تو دوسرا شکار نہ کھایا جائے گا الا اس صورت میں کہ دوبارہ ارسال ہو۔[498]

دفعہ ۲۳۱: اگر کسی شئے کو شکار گمان کر کے اس پر شکاری کتا چھوڑا پھر وہ چیز شکار نہ نکلی پھر کتے کے سامنے دوسرا شکار آیا اور اس کو قتل کر دیا تو نہ کھایا جائے گا۔[499]

---

494 فتاویٰ قاضیخان، ۳:۲۵۴

495 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۲۳

496 نفس مصدر

497 نفس مصدر: ۴۲۴

498 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۴۸۰

499 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۲۴

دفعہ ۲۳۲: اگر چیتا یا کتا شکار پر چھوڑا اور اس نے کمین گاہ میں گھات لگائی اور شکار کا پیچھا نہ کیا پھر ایک شکار کو پکڑ لیا تو کھایا جائے گا۔[500]

دفعہ ۲۳۳ : اگر کسی مسلمان نے اپنا کلب معلم کسی شکار پر بھیجا پھر اس کے ساتھ کلب غیر معلم یا ایسا کتا جس پر عمداً تسمیہ نہ پڑھا گیا ہو یا مجوسی کا کتا شریک ہو گیا تو شکار مذکور نہ کھایا جائے گا۔[501]

دفعہ ۲۳۴: مجملہ شرائط صید میں سے یہ بھی ہے کہ اس کا زخم جارح یعنی جرح کرنے والا ہو، حتی کہ اگر بدون جراحت کے قتل کیا تو حلال نہ ہو گا۔[502]

دفعہ ۲۳۵ : اگر مسلمان نے ایک کتا شکار پر چھوڑا پس کتے نے شکار کو زخم دے کر سست کر دیا پھر دوبارہ زخم دے کر قتل کر دیا تو حلال ہو گا۔[503]

وضاحت:

مذکورہ صورت اس صورت کی طرح ہے جب ایک شخص ایک شکار پر دو کتے چھوڑ دے ایک زخمی کر کے اس کو سست کر دے اور دوسرا اس کو قتل کر دے تو شکار کھایا جائے گا۔ اس لئے کہ مجروح کرنے کے بعد مجروح نہ کرنا یہ تعلیم میں داخل نہیں ہے پس عفو قرار دیا گیا۔ اور اگر دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے اپنا کتا چھوڑا اور ایک کتے نے سست کر دیا اور دوسرے نے قتل کر دیا تو بھی شکار کھایا جائے گا مگر شکار مذکور پہلے کتے والے کی ملک ہو گی۔[504]

دفعہ ۲۳۶: اور جو جانور معراض کی عرض کے صدمے سے ہلاک ہو، اور جو جانور بندوق سے مر جائے تو وہ نہیں کھایا جائے گا۔[505]

تقابل:

---

500 نفس مصدر

501 نفس مصدر

502 نفس مصدر

503 نفس مصدر۔ ۴۲۵

504 الهدایه، ۴:۴۰۵

505 الفتاوى الهندية، ۵: ۴۲۵

وائلڈ لائف ایکٹ کے پی کے ۲۰۱۵ کے باب ۳ میں مذکور ہے:

Restrictions on hunting…. No person shal (a) "hunt any wild animal by means of a set gun, drop spear, deadfall, explosive, gun trap, explosive projectile, bomb, grenade, baited hook, net, snare, or any other trap, an automatic weapon, or a weapon of a calibre used by the Pakistan Army or Police Force or by means of a projectile containing any drug or chemical substance, likely to anaesthetize, paralyze, stupefy or render incapable an animal whether partly or totally".[506]

ترجمہ: ممنوعات شکار: کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ ان چیزوں کے ذریعے کسی جنگلی جانور کا شکار کرے کسی نصب کردہ بندوق، نیزہ پھینکنے، لڑکنے، دھماکہ خیز مواد، گن ٹرپ، دھماکہ خیز راکٹ، بم، دستی بم، لٹ رکھنے، جال، کسی بھی قسم کے پھندے، خودکار ہتھیار، پاکستان آرمی یا پولیس کے زیر استعمال ہتھیار کے ذریعے، یا کسی ایسے میزائل کے ذریعے جو نشہ آور اور کیمیائی مواد پر مشتمل ہو جو بے ہوش کر دے یا فالج زدہ کر دے یا بے حس کر دے یا جزوی یا کلی طور پر کسی جانور کو ناکارہ بنادے۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین کا مفہوم ایک ہی ہے کہ کسی بھی ایسے چیز کے ساتھ شکار کرنا جائز نہیں جو اپنے وزن اور بوجھ کے ساتھ شکار کو مار ڈالے اپنے تیز دھار کی وجہ سے نہیں، یا شکار کے جسم سے خون کو بہنے نہ دے اور وہ مر جائے، یا اس سے شکار کا دم گھٹ جائے، یا جس سے شکار کے نسل کے خاتمے کا اندیشہ ہو۔

دفعہ ۲۳۷: اگر بھاری پتھر شکار کو مارا جس سے وہ مر گیا اور اس پتھر میں دھار بھی ہو تو وہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔[507]

وضاحت:

اگر بھاری پتھر کے مارنے سے شکار مر گیا اور پتھر ایسا تھا کہ اس میں دھار بھی ہو اور شکار کو مجروح بھی کیا تھا لیکن یہ شکار نہیں کھایا جائے گا اس لئے کہ اس میں احتمال ہے کہ پتھر کے بوجھ سے شکار مر گیا ہو۔ اور اگر پتھر ہلکا ہو لیکن اس کو مثل تیر کے بنایا ہو اور اس میں دھار بھی ہو تو حلال ہو گا۔

دفعہ ۲۳۸: اگر شکار کو عصا یا لاٹھی وغیرہ لکڑی سے مارا یہاں تک کہ اس کی بوجھ کی وجہ سے شکار مذکور مر گیا تو حرام ہو گا۔[508]

---

506 WILD LIFE ACT KPK 2015 CHAPTER III,SEC.1

507 نفس مصدر

508 نفس مصدر: ۴۲۶

دفعہ ۲۳۹ : قاعدہ یہ ہے کہ اگر شکار کا مرنا قطعا جرح کی طرف منسوب ہو تو حلال ہے اگر قطعا ثقل (بوجھ) کی طرف منسوب ہو تو حرام ہو گا۔ اور اگر قطعا معلوم نہ ہو کہ جراحت کی وجہ سے مرا ہے یا بوجھ کی وجہ سے تو احتیاطا حرام ہے۔[509]

دفعہ ۲۴۰: مسلمان اگر مرتد ہو گیا یا نصرانی یا یہودی مجوسی بن گیا تو اس کا شکار یا ذبیحہ حلال نہیں۔[510]

دفعہ ۲۴۱ : صید کے شرائط میں سے ایک شرط یہ بھی ہے کہ اس کے موت میں تیر یا کتے اور باز وغیرہ کے جراحت کے کوئی اور سبب شریک نہ ہو جیسا کہ کسی مقام سے گر جانا یا پانی میں گر پڑنا وغیرہ۔[511]

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ کے پی کے ۲۰۱۵ کے باب ۳ میں مذکور ہے:

Restrictions on hunting…. No person shal (a) "hunt any wild animal by means of a set gun, drop spear, deadfall……".[512]

ترجمہ: ممنوعات شکار: کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ ان چیزوں کے ذریعے کسی جنگلی جانور کا شکار کرے کسی نصب کردہ بندوق، نیزہ پھینکنے، کسی مقام سے گر پڑنے یا گرانے کے ذریعے۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی اگر کوئی شکاری جانور کسی جگہ سے گر کر مر جائے یا کوئی گرا کر مار دے تو اس طرح شکار کرنا جائز نہیں اور اس شکار کا گوشت کھانا حلال نہیں۔

دفعہ ۲۴۲: من جملہ شرائط صید میں سے یہ ہے کہ شکار کھیلنے والے کے پہنچنے سے پہلے شکار مر جائے تو اس کا حلال ہونا بلا شبہ اور بلا خلاف ہے اور اگر اس کے پہنچنے تک وہ زندہ موجود تھا تو اس میں اقوال مختلف ہیں۔[513]

---

509 نفس مصدر

510 نفس مصدر

511 نفس مصدر: ۷۔ ۴۲

512 WILD LIFE ACT KPK 2015 CHAPTER III,SEC.1

513 نفس مصدر

دفعہ ۲۴۳: شرائط صید میں سے یہ بھی ہے کہ حیوان متنفر متوحش ہو (وحشی اور غیر مانوس ہو) اور مالوف نہ ہو جیسے وحوش اور داجن وغیرہ۔[514]

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ کے پی کے ۲۰۱۵ کے باب ۳ میں مذکور ہے:

Restrictions on hunting. No person shall (b) "hunt any Protected Animal".[515]

ترجمہ: ممنوعات شکار: کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ محفوظ (مانوس) جانور کا شکار کرے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں مطابقت پائی جاتی ہے دونوں قوانین میں کسی محفوظ و مانوس جانور کا شکار جائز نہیں بلکہ شکار صرف ان جانوروں کا کیا جائے گا جو آدمی کے پہنچ سے دور ہو اور غیر مانوس ہو، کسی نے اس کو محفوظ نہ کیا ہو۔

---

514 نفس مصدر

515 WILD LIFE ACT KPK 2015 CHAPTER III,SEC.1

باب چہارم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب چہارم تا باب ہفتم کی دفعہ بندی اور وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

فصل دوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب پنجم اور باب ششم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

باب ۵: ان حیوانات کے بارے میں جو ذکاۃ قبول کر سکتے ہیں اور جو ذکاۃ قبول نہیں کر سکتے۔

دفعہ ۲۴۴ : اگر شکار کھیلنے والے نے شکار کو زندہ پایا تو اس پر واجب ہے کہ اس کو ذبح کر دے اور اگر اس نے ذبح نہ کیا یہاں تک کہ مر گیا تو اس شکار کا کھانا حرام ہو گا۔[516]

وضاحت:

اگر کسی شخص نے کتا وغیرہ شکاری درندہ یا باز وغیرہ شکاری پرندے سے یا تیر سے شکار کیا اور شکار کو زندہ پایا تو جب زکوٰۃ اختیاری پر قادر ہو تو اس کو ذبح کرنا واجب ہے۔ اور اگر شکار ہاتھ آیا لیکن اس کے ذبح کرنے پر قادر نہیں اگرچہ اس میں بنسبت مذبوح جانور کے زندگی زیادہ موجود ہو تو ظاہر الروایہ میں وہ نہیں کھایا جائے گا۔ اور امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے مروی ہے کہ وہ حلال ہے۔ اور بعض مشائخؒ نے فرمایا ہے کہ اگر ذبح پر اس وجہ سے قادر نہ ہوا کہ آلہ موجود نہیں تو وہ نہیں کھایا جائے گا اور اگر وقت کی تنگی کی وجہ سے قادر نہ ہوا تو کھایا جائے گا۔ حسنؒ بن زیاد اور مقاتلؒ نے فرمایا ہے کہ استحسانا حلال ہے اور اسی قول کو قاضی فخر الدینؒ نے اختیار کیا ہے۔ اور یہ حکم اس وقت ہے کہ جب اس جراحت کے ساتھ شکار مذکور کے زندہ رہنے کا وہم ہو اور اگر اس کے زندہ باقی رہنے کا وہم نہ ہو تو اس کا کھانا حلال ہے اس لئے کہ اس میں زکوٰۃ اضطراری خوب مستقر ہو چکا ہے۔[517]

دفعہ ۲۴۵ : ایک شخص نے ایک بیمار بکری ذبح کی جس میں صرف اس قدر زندگی رہ گئی تھی جیسے مذبوح میں ذبح کئے جانے کے بعد رہ جاتی ہے تو وہ جانور قابل زکوٰۃ ہے۔[518]

دفعہ ۲۴۶ : اگر ایک شکار کو تیر مارا پھر وہ تیر پہنچنے سے پہلے کسی اور سبب سے صید نہ رہا پھر اس کو تیر لگا تو وہ حلال ہے۔[519]

---

516 الفتاوی الهندية،۵: ۴۲۷

517 فتاویٰ قاضیخان،۳: ۲۴۷

518 الفتاوی الهندية،۵: ۴۲۸

وضاحت:

شکار کے حلت و حرمت کے حق میں تیر پھینکنے کے وقت کا اعتبار ہے اس لئے کہ مذکورہ مسئلے میں بھی تیر پھینکنے کے وقت وہ صید تھا اس لئے حلال ہے، صرف ایک مسئلہ میں جس کو امام محمدؒ نے آخر کتاب الصید میں ذکر کیا ہے کہ جس میں تیر کے پہنچنے کے وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک حلال آدمی نے ایک شکار کو تیر مارا اور تیر مارنے والا اور شکار دونوں حل میں موجود تھے اور ابھی تک وہ تیر شکار کو نہ لگا تھا کہ وہ حرم میں داخل ہوا تو اس کو تیر لگا تو اس کا کھانا حلال نہیں، پس اس صورت میں تیر کا صدمہ پہنچنے کے وقت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔[520]

دفعہ ۲۴۷ : اگر ایک حلال آدمی نے ایک شکار کو تیر مارا اور اس کو لگا اور یہ دونوں حل میں موجود ہیں پھر شکار مذکور حرم میں جاکر مرایا حرم سے تیر مارا اور حل میں جاکر مرا تو دونوں صورتوں میں حلال نہیں۔[521]

دفعہ ۲۴۸ : اگر ایک شکار کو تیر مارا اور وہ اس کو لگا اور ایک ایسے نابالغ کے پاس گرا جو ذبح کرنا نہیں جانتا تھا تو شکار حلال ہو گا اور اگر ذبح کرنا جانتا تھا اور ذبح نہ کیا اور وہ شکار مر گیا تو حلال نہ ہو گا۔[522]

باب ٦: مچھلی کے شکار کے بیان میں

دفعہ ۲۴۹ : مچھلی اور ٹڈی دونوں حلال ہیں فرق صرف یہ ہے کہ ٹڈی خواہ کسی علت سے مرے یا بغیر علت کے کھائی جائے گی اور مچھلی اگر بغیر علت کے مرے تو نہ کھائی جائے گی۔[523]

دفعہ ۲۵۰ : اگر ایک مچھلی پکڑی اور اس کے پیٹ میں دوسری مچھلی پائی گئی تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔[524]

---

519 نفس مصدر

520 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۲۵۷

521 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۲۸

522 نفس مصدر

523 الفتاوی الهندیة، ۵: ۴۲۸

524 نفس مصدر

دفعہ ۲۵۱ :اگر مچھلیوں کو کسی خطیرہ میں جمع کر دیا جس سے وہ نکل نہیں سکتی تھیں اور جمع کرنے والا شخص بغیر شکار کے ان کے پکڑنے پر قادر تھا پھر وہ مچھلیاں اس خطیرہ میں مر گئیں تو ان کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ [525]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں مچھلیوں کا کھانا اس لئے حلال ہے کہ وہ سبب حادث سے مری ہیں اور وہ سبب تنگی مکان ہے۔اور اگر اس خطیرہ سے مچھلیوں کو بغیر شکار کے پکڑا نہیں جا سکتا تھا اور وہ اس میں مر گئیں تو اس کا کھانا مکروہ ہے اس لئے کہ یہاں ضیق مکان کا سبب نہیں ہے۔

دفعہ ۲۵۲: اگر ایک مچھلی مری ہوئی ملی جو تھوڑی خشکی اور تھوڑی پانی میں ہو تو اگر اس کا سر خشکی میں ہے تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ [526]

وضاحت:

اگر ایک مچھلی مری ہوئی ملی اور اس کا سر خشکی میں ہو اور باقی پانی میں ہو تو اس کا کھانا حلال ہے اس لئے کہ یہ کسی سبب حادث سے مری ہے لیکن اگر سر پانی میں ہو اور نصف یا نصف سے کم حصہ خشکی میں ہو تو اس کا کھانا حلال نہیں اس لئے کہ اس کے سانس کا مقام پانی میں ہے اور موت کسی سبب حادث سے نہیں ہے پس اس کی مثال مردہ مچھلی کی سی ہے۔صاحب فتاویٰ قاضیخان نے لکھا ہے کہ اگر نصف سے زیادہ حصہ خشکی میں ہو تو اس کا کھانا حلال ہے اس لئے کے اکثر کے لئے کل کا حکم ہے پس یہ ایسی صورت ہو گی جیسے کل مچھلی خشکی میں مری ہے۔ [527]

دفعہ ۲۵۳: اگر پانی سے جال نکالا اور اس میں مری ہوئی مچھلیاں ملی پس اگر وہ مچھلیاں جال سے نکل سکتی ہو تو حلال نہ ہو گی۔ [528]

---

525 نفس مصدر:۴۲۹

526 نفس مصدر

527 فتاویٰ قاضیخان،۳:۲۴۶

528 الفتاوی الهندیة،۵: ۴۲۹

وضاحت:

مذکورہ صورت میں جب جال سے مچھلیوں کے نکلنے کی گنجائش ہو اور مچھلیاں نہیں نکلی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ مچھلیاں پہلے سے ہی پانی میں مری ہوئی تھی اور کسی اور آفت سے مری ہیں اس لئے اس کا کھانا حلال نہیں۔[529]

دفعہ ۲۵۴: جو مچھلیاں پانی کی حرارت، برودت، یا کدورت سے مر گئی تو مفتٰی بہ قول کے مطابق کھائی جائے گی۔[530]

دفعہ ۲۵۵ : جریث اور مارماہی کے بلا ذبح کئے ہوئے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔[531]

دفعہ ۲۵٦: اگر دریا کے برف پر نمک کا بورا پگھل گیا اور نمک کا پانی دریا کے پانی میں مل گیا جس سے مچھلیاں مر گئیں تو اس کا کھانا حلال ہے۔[532]

---

529 المبسوط للسرخسی، ۱۱:۲۴۹

530 الفتاوی الھندیة، ۵: ۴۲۹

531 نفس مصدر

532 نفس مصدر

باب چہارم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب چہارم تا باب ہفتم کی دفعہ بندی اور وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

فصل سوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب ہفتم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قوانین WILDLIFE ACT KPK 2015 کے ساتھ تقابل

باب۷: متفرقات کے بیان میں

دفعہ ۲۵۷: اگر کسی شخص کو کوئی آہٹ محسوس ہوئی تو اس نے شکار کے گمان سے کتا چھوڑا پس کتے نے ایک شکار پکڑا لیکن پیچھے ظاہر ہوا کہ وہ کسی آدمی یا مویشی کی آہٹ تھی تو شکار مذکور نہیں کھایا جائے گا۔[533]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں جب شکار کے گمان سے کتا چھوڑا اور معلوم ہوا کہ آہٹ شکار کی نہیں تھی تو کتے نے ایک ایسا شکار کیا جس کے لئے ارسال ثابت ہی نہیں تو نہیں کھایا جائے گا۔ اسی طرح اگر مالک نے کچھ آہٹ محسوس کی لیکن یہ معلوم نہیں تھا کہ آہٹ شکار کی ہے یا کسی دوسری چیز کی اور کتا چھوڑا تو پھر بھی شکار نہیں کھایا جائے گا۔ اس لئے کہ صحت ارسال میں شک واقع ہوا ہے اور شک کے ساتھ صحت ثابت نہیں ہو گی، لیکن اگر مالک نے آہٹ محسوس کی اور اس کو یہ گمان ہوا کہ آدمی کی آہٹ ہے اور کتے نے اس کو مارا جس کی آہٹ محسوس ہوئی تھی اور وہ شکار تھا تو وہ حلال ہے اس لئے کہ جب اس کا صید ہونا متعین ہو گیا تو اس کے گمان کا اعتبار نہیں رہا۔[534]

دفعہ ۲۵۸: اگر ہرن یا پرند کو تیر مارا مگر تیر دوسرے کو لگا اور ہرن یا پرند فرار ہو گیا اور یہ معلوم نہ ہوا کہ وہ وحشی تھا یا پالتو، تو یہ شکار کھایا جائے گا اس لئے کہ صید کے باب میں اصل توحش و تنفر ہے۔[535]

---

533 الفتاوی الھندیۃ،۵: ۴۲۹

534 الھدایہ، ۴:۴۰۵

535 الفتاوی الھندیۃ،۵: ۴۳۰

وضاحت:

مذکورہ صورت میں اصل شکار جس کو تیر مارا تھا پر گرفت کی جائے گی اگر یہ معلوم ہوا کہ وہ پالتو تھا تو پھر یہ شکار نہیں کھایا جائے گا۔امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اگر دیکھنے کے وقت اس کو شکار گمان کیا پھر اس کی رائے بدل گئی اور اس کے رائے غالب میں یہ آیا کہ جس کو تیر مارنے کا قصد کیا تھا وہ پالتو تھا تو جس شکار کو تیر لگا ہے وہ حلال ہے اس لئے کہ جو فرار ہو گیا ہے وہ ہمارے نزدیک اپنے اصل کے حکم سے صید ہے یہاں تک کہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ وہ صید نہیں تھا۔

دفعہ ۲۵۹ :اگر بندھے ہوئے جانور کو شکار گمان کر کے تیر مارا اور وہ دوسرے شکار کو لگا تو نہیں کھایا جائے گا اس لئے کہ جس کو شکار گمان کیا تھا وہ بندھے ہوئے ہونے کی وجہ سے شکار نہیں رہا تھا۔[536]

تقابل:

وائلڈ لائف ایکٹ کے پی کے ۲۰۱۵ کے باب ۳ میں مذکور ہے:

Restrictions on hunting. No person shall (b) "hunt any Protected Animal".[537]

ترجمہ: ممنوعات شکار: کسی شخص کو یہ اجازت نہیں کہ وہ محفوظ (مانوس) جانور کا شکار کرے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی اور وضعی قوانین میں مطابقت پائی جاتی ہے دونوں قوانین میں کسی محفوظ اور باندھے ہوئے جانور کا شکار جائز نہیں بلکہ شکار صرف ان جانوروں کا کیا جائے گا جو آدمی کے پہنچ سے دور ہو اور غیر مانوس ہو، کسی نے اس کو محفوظ کیا ہو یا باندھ دیا ہو تو اس حالت میں اس کا شکار جائز نہیں ہو گا۔

دفعہ ۲۶۰: پالتو جانور جب وحشی ہو جائے اور زکوۃ اختیاری سے ذبح کرنا ممکن نہ ہو تو زکوۃ اضطراری سے حلال ہو جاتا ہے۔[538]

دفعہ ۲۶۱ :اگر کسی شکار کو تیر مارا اور اس کا کوئی عضو جدا ہو گیا تو اس عضو کے علاوہ پورا شکار کھایا جائے گا۔[539]

---

536 نفس مصدر

537 WILD LIFE ACT KPK 2015 CHAPTER III,SEC.1

538 الفتاوى الهندية،۵: ۴۳۰

539 نفس مصدر

دفعہ ۲۶۲: اگر ایک بکری ذبح کی اور اس کی حلقوم اور اوداج کاٹ ڈالیں لیکن اس میں حیات ابھی باقی تھی کہ ایک شخص نے اس سے ایک ٹکڑا کاٹ لیا تو ٹکڑا حلال ہو گا۔[540]

دفعہ ۲۶۳: اگر کسی نے دوسرے کا سیکھا ہوا کتا یا باز مار ڈالا تو اس پر اس کی قیمت واجب ہو گی۔[541]

دفعہ ۲۶۴ : کلب معلم یا باز معلم کا ہبہ کرنا اور وصیت کرنا بالاجماع جائز ہے۔[542]

دفعہ ۲۶۵: اگر شکار کو تیر مارنے میں محرم اور محلل دونوں شریک ہوئے تو شکار کا کھانا حلال نہیں۔[543]

دفعہ ۲۶۶ : اگر صید کو گرفتار کرنے کے بعد چھوڑ دیا تو مطلق حلال نہیں ہے۔[544]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی نے شکار کو گرفتار کر لیا تو وہ اس کی ملک ہو گئی پھر اس نے اس شکار کو چھوڑ دیا تو اس کا یہ حرکت حرام ہے اس لئے کہ اس نے لوگوں کو حرام میں ڈالا اس لئے کہ اب یہ شکار اس کی ملک ہے اور اگر کسی نے اس شکار کو مارا تو مالک کی مملوک چیز کو مارنے والے ہونگے۔ اور اگر اس نے شکار کو اس طرح چھوڑا کہ کہا کہ جس نے اسے پکڑا تو اس کے لئے مباح ہے تو بھی بعض مشائخ نے جائز نہیں کہا ہے کیونکہ اسے چاہیے کہ خود دیدے کسی کو۔ اور بعض مشائخ نے جائز رکھا ہے۔[545]

---

540 نفس مصدر: ۴۳۱

541 نفس مصدر

542 نفس مصدر

543 نفس مصدر

544 نفس مصدر، ۵:۴۳۱

545 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۴۹۶

خلاصۂ باب

اس باب میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب چہارم تا باب ہفتم کی دفعہ بندی اور وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ یہ باب کل تین فصول اور ۴۲ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الصید کے باب چہارم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں اور وائلڈ لائف ایکٹ ۲۰۱۵ کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ اس باب میں صید کے شرائط بیان کئے گئے ہیں۔

فصل دوم میں کتاب الصید کے باب پنجم اور باب ششم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ باب پنجم میں ان حیوانات کا ذکر کیا گیا ہے جو ذکاۃ قبول نہیں کرتے اور جو قبول کرتے ہیں اور باب ششم میں مچھلی کے شکار کا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں کتاب الصید کے باب ہفتم کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔ اس باب میں متفرقات کا بیان کیا گیا ہے۔

تحقیقی مقالے کے اس چوتھے باب میں چار دفعات میں شرعی قوانین اور وائلڈ لائف ایکٹ ۲۰۱۵ میں موجود وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے اور ان تمام دفعات کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان مطابقت پایا جاتا ہے۔

باب پنجم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الشرب اور کتاب احیاء موات کی دفعہ بندی اور پاکستانی مروجہ قوانین کے ساتھ تقابل

فصل اول : فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الشرب کے باب اول تا باب ثالث کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873 کے ساتھ تقابل

باب ا: شرب کی تفسیر، اس کے رکن، شرط حل اور حکم کے بیان میں

شرب کی شرعی تفسیر:

دفعہ ۲۶۷ :شرب کی شرعی تفسیر یہ ہے "هوالنصيب من الماء للاراضی لا لغيرها" شرب اس حصہ پانی کو کہتے ہیں جو اراضی کے لئے ہو نہ غیر اراضی کے لئے۔[546]

وضاحت:

صاحب بدائع نے "شرب" کی لغوی وضاحت سے متعلق لکھا ہے" الشِّرْبُ فِي اللُّغَةِ عِبَارَةٌ عَنْ الْحَظِّ وَالنَّصِيبِ مِنْ الْمَاءِ قَالَ اللَّهُ تعالیٰ "هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ"[547] کہ شرب لغت میں پانی کے حصے اور باری سے عبارت ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "کہ پانی پینے کے لئے ایک باری اس کی ہو گی اور ایک باری تمھاری ہو گی ایک معین دن کی"۔[548]

دفعہ ۲۶۸ :شرب کا رکن پانی ہے "واما ركنه فالماء لان الشرب يقوم به" اس لئے کہ شرب کا قیام پانی سے ہے۔[549]

دفعہ ۲۶۹ :شرب کی شرط حلت حصہ دار ہونا ہے اور حکم سیر ابی ہے۔[550]

---

546 الفتاوی الهندية،۵: ۳۹۰

547 سورۃ الشعراء، آیت:۱۵۵

548 البدائع الصنائع،۶ :۱۸۸

549 الفتاوی الهندية،۵: ۳۹۰

وضاحت:

شرب کی حلت کے لئے شرط یہ ہے کہ شرب کا حصہ دار ہو اگر شرب کا حصہ دار نہ ہو تو حلت ثابت نہ ہو گی۔ اور شرب کا حکم سیر ابی حاصل کرنا ہے اس لئے کہ حکم شئی کا وہ ہوتا ہے جس کے لئے یہ شئے کی جائے اور زمین کو پانی سیر اب ہونے کے لئے ہی دیا جاتا ہے۔[551]

دفعہ ۲۷۰: پانی کے مختلف انواع ہیں، جیسے بحر (سمندر) کا پانی، بڑے بڑے دریاوں کا پانی، وہ پانی جو کسی قوم کے نہر خاص میں جاری ہو، وہ پانی جو کسی نے برتن میں بھر کر محفوظ کر لیا ہو اور کنویں اور حوض کا پانی۔[552]

وضاحت:

پانی کے مختلف انواع ہیں جن میں سے ہر ایک کا حکم بھی مختلف ہے۔

اول بحر یعنی سمندر کا پانی اور یہ پانی تمام مخلوق کے لئے عام ہے چاہے اس سے پانی پیئے یا زمین سیر اب کریں یا نہر میں پانی لے جائے۔ حتیٰ کہ اگر کسی نے بحر کے پانی کو نہر کے ذریعے اپنے زمین میں لے جانا چاہا تو اس کی ممانعت نہ ہو گی۔ اور سمندر کے پانی سے انتفاع حاصل کرنا ایسا ہے جیسے سورج، چاند اور ہوا سے نفع حاصل کرنا۔

دفعہ ۲۷۱: دریاوں کے پانی کا حکم یہ ہے کہ اس سے پینے اور زمین کو سیر اب کرنے کا حق سب کو حاصل ہے اور اگر عام لوگوں کو ضرر نہ ہو تو اس سے زمین کے سیر ابی کے لئے نہر کاٹ کر لے جاسکتا ہے۔[553]

دفعہ ۲۷۲: وہ پانی جو کسی قوم کی نہر خاص میں جاری ہو تو اس میں غیر لوگوں کو صرف حق شفہ حاصل ہے یعنی خود پی سکتے ہیں اور جانوروں کو پلا سکتے ہیں۔[554]

دفعہ ۲۷۳: وہ پانی جو کسی برتن وغیرہ میں محفوظ کر لیا گیا ہو اس کا حکم یہ ہے کہ اس میں سے کسی کو محرز کے اجازت کے بغیر کچھ لینے کا اختیار نہیں۔[555]

---

550 نفس مصدر

551 الهدایہ، ۴: ۳۹۰

552 الفتاوی الهندیة، ۵: ۹۱، ۳۹۰

553 نفس مصدر: ۳۹۱

554 نفس مصدر

وضاحت:

پانی کی ایک قسم یہ ہے جو مٹکے وغیرہ برتن میں کسی نے بھر لئے ہو، تو جس نے اس کو بھر لیا ہے اس کے اجازت کے بغیر کسی کو اس سے کچھ لینے کا اختیار نہیں، اور بھر لینے والے کو اس کے فروخت کرنے کا اختیار ہے۔ لیکن ایسے پانی کے چوری میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔ اگرچہ وہ پورا نصاب ہو اس لئے کہ اس پانی میں عام کی شرکت کا شبہ ہے۔[556]

دفعہ ۲۷۴ : کنویں اور حوض کے پانی میں غیر کی شرکت صرف شفہ کے حد تک ہے یعنی خود پی سکتا ہے جانوروں کو پلا سکتا ہے اور اگر شفہ سے تمام پانی کے ختم کا اندیشہ ہو تو مالک کو منع کرنے کا اختیار حاصل ہے۔[557]

دفعہ ۲۷۵ : اگر کسی قوم کی نہر کے پہلو میں غیر شخص کی زمین ہے جس کا شرب اس نہر سے نہیں ہے تو مالک زمین کو صرف شفہ کا اختیار حاصل ہے۔[558]

وضاحت:

جب کسی قوم کی نہر ہو اور اس کے پہلو میں کسی غیر شخص کی زمین ہو جس کا شرب اس نہر سے نہ ہو تو مالک زمین کو اختیار حاصل ہے کہ اس نہر سے خود پانی پیئے، چوپاوں کو پلائے، وضو کرے۔ لیکن اس کو یہ اختیار نہیں کہ اس نہر سے اپنی زمین، کھیتی یا درختوں کو پانی دے یا اس نہر پر اپنی زمین کے لئے دولاب قائم کرے۔ اور اگر مشک یا برتن سے اس نہر سے پانی اٹھا اٹھا کر اپنے زمین کو سیر اب کرے تو مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے کہا ہے کہ اہل نہر کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے اور اس قول کو فتاویٰ قاضیخان نے ذکر کیا ہے، اور بعض نے فرمایا ہے کہ منع نہیں کیا جائے گا۔ یہی قول اصح ہے اس کو صاحب ہدایہ نے لیا ہے۔[559]

دفعہ ۲۷۶ : گر کسی غیر کے نہر سے مالک نہر کے اجازت کے بغیر کسی نے اپنی زمین کو سیر اب کیا تو اس پانی کا تاوان اس پر واجب نہ ہو گا لیکن اگر اس نے کئی مرتبہ ایسا کیا تو حاکم اس کو مارنے یا قید کرنے کی سزا دے سکتا ہے۔[560]

---

555 نفس مصدر

556 الہدایہ، ۴:۳۸۸

557 الفتاوی الھندیة، ۵: ۳۹۱

558 نفس مصدر

559 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۵۹

560 الفتاوی الھندیة، ۵: ۳۹۱

تقابل:

دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳ کے سیکشن ۳۲ میں مذکور ہے:

<u>(C) Claims on account of </u>interruption from other causes : "If the supply of water to any land irrigated from a canal be interrupted otherwise than in the manner described in the last preceding clause, the occupier or owner of such land may present a petition for compensation to the Collector for any loss arising from such interruption, and the Collector may award to the petitioner reasonable compensation for such loss".[561]

ترجمہ: دوسری وجوہات کی بناء پر مداخلت کا دعویٰ کرنا: اگر کسی نہری زمین کے پانی کی ترسیل میں، سیکشن بی میں ذکر کئے گئے ذرائع کے علاوہ، کسی اور طریقے سے مداخلت کی گئی تو زمین کے قابض یا مالک کو یہ اختیار ہے کہ اس مداخلت سے جو نقصان ہوا ہے اس کی تلافی کے لئے کولیکٹر (لوگوں سے مالیہ جمع کرنے والا) کے پاس درخواست دائر کرے، اور کولیکٹر درخواست گزار کے پیدا شدہ نقصان کی مناسب تلافی کریں۔

شرعی قوانین میں بلا اجازت مالک نہر کے پانی سے اپنے زمین کو سیراب کرنے کا تاوان نہیں ہے لیکن اگر کوئی بار بار یہ حرکت کرے تو قاضی اس کو سزا دے سکتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں اگر کوئی کسی کے پانی کو بغیر اجازت کے استعمال کرتا ہے تو مالک نہر کو اختیار ہے کہ مداخلت کرنے والے کے خلاف درخواست دے دیں اور مالیہ جمع کرنے والا عامل اس کی درخواست کی روشنی میں اس کے نقصان کی تلافی کرے گا اور اس معاوضے کو اس شخص سے وصول کرے گا جس نے تجاوز کی ہے۔

دفعہ ۲۷۷: اگر کوئی چشمہ یا کنواں یا حوض یا نہر کسی شخص کے ملک کے اندر ہو اگر کوئی شخص اس سے پانی پینا چاہتا ہو تو صاحب ملک کو اختیار ہے کہ اس کو اپنے ملک میں آنے سے منع کرے۔[562]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص پیاسا ہے اور ایسے حوض یا کنویں سے پانی پینا چاہ رہا ہے جو کسی شخص کے ملک کے اندر ہو اب اگر اس پیاسے شخص کو اس پانی کے علاوہ قریب میں دوسرا ایسا پانی مل سکتا ہے جو کسی کے ملک میں نہ ہو تو صاحب ملک کو اختیار ہے کہ اس شخص کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے منع کرے، اس لئے کہ صاحب ملک اپنی ملک میں دوسرے کے داخل ہونے سے ضرر اٹھاتا ہے۔ اور اگر پیاسا شخص قریب میں کوئی ایسا

---

561 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC.32,SUB CLAUSE.C

562 الفتاوی الهندیة: ۳۹۱،۳۹۲

دوسرا پانی نہ پاتا ہو تو صاحب ملک سے کہا جائے گا کہ یا تو خود پانی لا کر اس کو دے دو یا اس کو پانی تک جانے دو اس لئے کہ حاجت کے وقت اس پیاسے شخص کا حق اس پانی کے ساتھ متعلق ہو گیا ہے۔

مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب صاحب نہر نے اس حوض یا کنویں کو اپنی ملک میں کھودا ہو اور اگر زمین موات میں کھودا ہو تو مالک کو اس شخص کو منع کرنے کا کوئی اختیار نہیں اس لئے کہ زمین موات مشترک ہوتا ہے۔اور اگر اس نے اس شخص کو منع کیا جو شخص پیاس کی سبب سے اپنی جان یا اپنی جانور کی جان تلف ہونے کا خوف محسوس کرتا ہے تو پیاسے کو اختیار ہے کہ منع کرنے والے سے ہتھیار سے لڑائی کرے۔اور اگر اس نے پانی برتن میں محفوظ کر لیا ہو اور دوسرا شخص پیاس سے ہلاکت کا خوف محسوس کرتا ہو تو منع کرنے والے سے لڑائی کر سکتا ہے لیکن ہتھیار کے بغیر۔اور اگر پانی کے مالک کے پاس پانی کم ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں اگر پانی اس قدر ہو کہ دونوں کی جان بچا سکتا ہو تو مضطر پیاسے کو چاہیئے کہ بعض لے لے اور بعض چھوڑ دے،اور اگر اتنا کم ہو کہ صرف ایک کی جان بچا سکتا ہو تو مالک کے لئے چھوڑ دے۔[563]

دفعہ ۲۷۸ : گھاس کی چند اقسام ہیں،اول وہ گھاس جو زمین مباح میں ہو اس میں سب لوگ شریک ہیں جیسے سمندر کے پانی میں شریک ہوتے ہیں۔[564]

دفعہ ۲۷۹ : گھاس کی ایک قسم وہ ہے جو کسی کی مملوکہ زمین میں بغیر اگائے ہوئے کی خود اگی ہو تو مالک زمین نے اس کو جب تک اپنی حرز میں نہ لایا ہو کسی کو اس سے منع نہیں کر سکتا۔[565]

وضاحت:

اگر کسی کے مملوکہ زمین میں خود بخود گھاس اگے اور مالک زمین نے اس گھاس کو اپنے حرز میں نہ لیا ہو تو کسی کو اس سے منع نہیں کر سکتا لیکن اس کو یہ اختیار ہے کہ لوگوں کو گھاس کے لئے اپنی زمین میں داخل ہونے سے منع کرے۔اور اگر اس نے گھاس کو اپنی حرز میں لیا ہو تو پھر منع کر سکتا ہے۔ ہمارے مشائخ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مالک زمین اور گھاس لینے والے میں جھگڑا ہوا اور گھاس کا طالب قریب کسی دوسرے زمین مباح میں گھاس پا سکتا ہو

---

563 فتح القدير شرح الهداية،امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد،۹ : ۱۳،مکتبہ رشیدیہ،کوئٹہ،پاکستان۔

564 الفتاوى الهندية،۵:۳۹۲

565 نفس مصدر

تو مالک زمین کو منع کرنے کا اختیار ہے۔ اور اگر دوسرے کی مباح زمین میں گھاس نہ پا سکتا ہو تو مالک زمین سے کہا جائے گا کہ یا تو اس کو گھاس دو یا اپنے زمین میں داخل ہونے کی اجازت دو تاکہ وہ خود گھاس کاٹے۔[566]

دفعہ ۲۸۰ : گھاس کی ایک قسم یہ ہے جو کسی نے اپنی مملوکہ زمین میں خود اگائی ہو تو کسی کو مالک کے اجازت کے بغیر اس سے گھاس لینے کا اختیار نہیں اور مالک زمین کو اس کے بیچ کا اختیار بھی حاصل ہے۔[567]

دفعہ ۲۸۱ : گھاس سے مراد وہ نبات ہے جو زمین میں پھیلی ہوئی ہو اور شاخ دار نہ ہو اور جو شاخ دار ہو وہ درخت ہے۔[568]

وضاحت:

گھاس اور درخت میں فرق یہ ہے کہ نبات یعنی گھاس وہ ہے جو زمین میں پھیلے اور جو شاخ دار نہ ہو اور جس کی شاخیں ہو وہ درخت کے حکم میں ہیں۔ اس لئے مشائخ نے سرخ اور سفید خار جس کو عربی میں غرقد کہتے ہیں درخت کے قسم میں شمار کیا ہے۔ اس لئے اگر کسی کی مملوکہ زمین میں سے کسی نے غرقد کاٹ لی تو مالک زمین کو اختیار ہے کہ اس سے واپس لے۔ اور جو خار سبز اور نرم ہو اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں کہ یہ گھاس ہے یا درخت۔

لیکن صحیح بات یہ ہے کہ جو خار سبز اور نرم ہو اور زمین میں پھیلے جس کو اونٹ کھاتے ہو تو وہ گھاس ہے، اور جو شاخ دار ہو وہ درخت کی قسم ہے۔ مالک زمین کی ملک ہو گی لوگوں میں مشترک نہ ہو گی۔[569]

دفعہ ۲۸۲ : اگر کسی نے جنگل میں آگ جلائی تو کسی اور کو اس میں سے روشنی اور حرارت کے علاوہ کوئی اور حق حاصل نہیں۔[570]

وضاحت:

آگ میں شرکت کا بیان اس طرح ہے کہ اگر کسی نے جنگل میں آگ لگائی ہو تو اس میں غیر کا حق صرف روشنی حاصل کرنے اور اس کی حرارت سے بدن کو گرم رکھنے یا کپڑے خشک کرنے کی حد تک ہے۔ اور اگر کوئی اس سے انگارا لینا چاہے تو اگر اس قدر کم ہو کہ اگر کوئلہ کر ڈالنے کی صورت میں اس کی کوئی قیمت نہ ہو تو مالک کو واپس کر لینے کا اختیار نہیں اور اگر زیادہ ہو جو کوئلہ بن کر قیمت رکھتا ہو تو مالک کو منع کرنے کا اختیار ہے۔ اور ہر شخص کو

---

566 المحیط البرہانی،۱۹:۷۰

567 الفتاوی الهندية،۳۹۲:۵

568 نفس مصدر

569 المحیط البرہانی،۱۹:۷۱

570 الفتاوی الهندية،۳۹۲:۵

اختیار ہے کہ اس قدر حقیف بے قیمت چیز کو مالک کے اجازت کے بغیر لے لے اس لئے کہ اس سے عادۃ لوگ منع نہیں کرتے اور اس سے منع کرنے کو شریعت نے تعنت کہا ہے جس سے منع کیا گیا ہے۔[571]

باب ۲: شرب کی بیع اور اس کے متصلات کے بیان میں

دفعہ ۲۸۳ : اگر کسی شخص نے ایک زمین دوسرے زمین کے شرب کے ساتھ اجارہ پر دی تو جائز نہیں۔[572]

دفعہ ۲۸۴ : اگر شرب کو بیع میں مقصود کر لیا تو شرب کی بیع جائز نہیں اور اگر شرب کو زمین کے تابع کر کے بیچا تو جائز ہے۔[573]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے کی صورت یہ ہے کہ اگر کسی نے کہا کہ میں نے یہ زمین تیرے ہاتھ ہزار درہم کی فروخت کی ہے اور تیرے ہاتھ یہ شرب فروخت کیا، تو آیا شرب کی بیع جائز ہے یا نہیں۔ مشائخ نے اس میں اختلاف کیا ہے بعض نے فرمایا ہے کہ شرب کی بیع اس صورت میں جائز نہیں ہے اس لئے کہ شرب کی بیع مقصود ہو گیا ہے۔ اور بعض نے فرمایا ہے کہ جائز ہے اس لئے کہ شرب مقصود نہیں بلکہ تابع رہا ہے اس لئے کہ اس نے شرب کا کچھ ثمن بیان نہیں کیا ہے۔ اور اگر شرب کا ثمن بیان کیا جائے تو بالاتفاق شرب کی بیع جائز نہ ہوگی جیسے کوئی کہے کہ میں نے تیرے ہاتھ یہ زمین ہزار درہم کی فروخت کی اور اس کا شرب سو درہم کے فروخت کیا اس لئے کہ اس صورت میں شرب ہر وجہ سے مقصود ہو گیا۔[574]

تقابل:

دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳ کے سیکشن ۳۲ میں مذکور ہے:

<u>Sale or subletting of right</u> to use canal water: "Unless with the permission of the Superintending Canal Officer, no person entitled to use the water of any canal, or any work, building or land appertaining to any canal, shall sell or sublet or otherwise transfer his right to such use,But all contracts made between Provincial Government and the owner or occupier of any immovable property, as to the supply of canal-water to such property, shall be transferable therewith, and shall be presumed to have been so transferred whenever a transfer of such property takes place".[575]

---

571 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۳۵۱

572 الفتاوی الهندية، ۵:۳۹۳

573 نفس مصدر

574 البدائع الصنائع، ۶: ۱۸۹

575 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC.32,SUB CLAUSE.C

ترجمہ: حق شرب کو فروخت کرنا یا دوسرے کو منتقل کرنا: سپرنٹنڈیٹ کینال آفسر کے اجازت کے بغیر کسی شخص کو یہ اختیار نہیں کہ کسی نہر کا پانی استعمال کرے، یا اسے زمین یا عمارت کے تعمیری کام میں لگائے بلکہ اس کے لئے حق شرب کو فروخت کر دے یا اس طرح کے استعمال کے لئے حق شرب دوسرے کو منتقل کر دے، لیکن جب بھی اس قسم کی غیر منقولہ جائیداد کسی دوسرے کو منتقل ہو گی تو اس انتقال کے ساتھ ہی وہ تمام کنٹریکٹس جو زمین کے مالک یا قابض اور صوبائی حکومت کے درمیان نہری پانی کی ترسیل سے متعلق ہوئے ہو، وہ بھی منتقل ہوں گے۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں شرب کی بیع جائز نہیں اور نہ شرب کو دوسری چیز کے بیع میں مقصود کیا جا سکتا ہے کہ اس بیع میں شرب کی الگ قیمت بیان کی جائے البتہ اگر شرب کو زمین کے تابع کر کے بیچا تو جائز ہے، لیکن وضعی قوانین میں حق شرب کو بغیر زمین کے بیع کے فروخت کیا جا سکتا ہے یا کسی دوسرے ذریعے سے کسی اور کو منتقل کیا جا سکتا ہے، صرف کینال آفیسر کی اجازت اس کے لئے ضروری ہے۔

دفعہ ۲۸۵ : اگر کسی شخص نے زمین کو اجارہ پر لیا اور شرب کا ذکر نہ کیا تو شرب بھی استحساناً اجارہ میں داخل ہو جائے گا۔[576]

دفعہ ۲۸۶ : اگر کسی نے زمین خریدی اور اس کے شرب یا پانی کے مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب یا مسیل بیع میں داخل نہ ہو گی۔[577]

وضاحت:

اگر زمین کے بیع میں شرب اور مسیل کا ذکر کیا تو وہ بیع میں داخل ہو گی اور اگر شرب کا ذکر کیا اور مسیل کا ذکر نہ کیا تو شرب داخل ہو گا اور مسیل نہیں۔ اور اگر زمین کو اس کے ہر حق کے ساتھ خرید لیا تو اس میں شرب و مسیل سب داخل ہونگے اور اگر زمین کو اس کے مرافق کے ساتھ خرید لیا تو بھی یہی حکم ہے۔[578]

دفعہ ۲۸۷ : اگر ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ تم ایک دن مجھے اپنے نہر سے پانی پلاؤ میں تجھے ایک دن اپنی نہر سے پانی پلاؤں گا تو یہ جائز نہیں۔[579]

---

576 الفتاوی الھندیۃ،۵:۳۹۳

577 نفس مصدر

578 فتح القدیر،۹:۲۱

579 الفتاوی الھندیۃ،۵:۳۹۳

وضاحت:

اگر ایک شخص نے کسی سے کہا کہ مجھے نہر سے ایک دن پانی پلا میں بھی اپنی نہر سے ایک دن پانی پلاوں گا، یا پانی پلانے کے مقابلے میں کپڑا یا غلام قرار دیا تو جائز نہیں۔ اور اگر کپڑا یا غلام لے لیا ہو تو واپس کر دے اور پینے والے پر پانی سے انتفاع حاصل کرنے کے عوض کچھ لازم نہیں آئے گا۔ اور اگر غلام کی خدمت کے عوض یا جانور کے سواری کے عوض ایک دن پانی مانگا تو یہ سب معاوضات مقرر کرنا باطل ہے۔[580]

دفعہ ۲۸۸ : اگر ایک شخص نے اپنا پانی مع اس کے مجاری کے فروخت کیا مگر زمین فروخت نہ کی اور اس گاوں کا رواج ہو کہ پانی پر خراج پڑتا ہے اور پانی مع اس کے مجاری کے فروخت کیا جاتا ہے تو بیع جائز ہو گی اور خراج مشتری پر نہیں آئے گا۔[581]

وضاحت:

پانی کو اس کے مجاری کے ساتھ ہی اگر فروخت کیا تو بیع جائز ہے اگر اس علاقے کے لوگوں کا عرف ہو۔ لیکن خراج پھر بھی مشتری پر لازم نہیں آئے گا اگرچہ وہاں کے لوگوں کا رواج ہو۔ اور اگر بیع میں خراج مشتری پر رکھ لی تو بیع فاسد ہو گی۔ اور اگر خراج کا ذکر نہ کیا تو خراج بائع پر بحالہ باقی رہے گی اس لئے کہ خراج میں ہم عرف کا اعتبار نہیں کرتے۔ اس لئے کہ خراج کے بارے میں امام کا حکم موجود ہے اس لئے عرف سے اس حکم کا توڑنا ممکن نہیں۔

دفعہ ۲۸۹ : ایک نہر دو افراد میں مشترک ہے دونوں میں سے ایک شخص نے وہ زمین جو اس نہر کے پہلو میں ہے فروخت کر دی اور نہر کے اس طرف ایک راستہ ہے جو بیعنامہ میں اس زمین کی حد بیان کر دی تو مفتٰی بہ قول کے مطابق نہر بیع میں داخل ہو گی۔[582]

دفعہ ۲۹۰ : اگر شرب کو بعوض ایک غلام کے فروخت کیا یا اس کو اجارہ پر دیا اور غلام پر قبضہ کر کے اس کو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہے اور غلام کی قیمت کا ضامن ہو گا۔[583]

وضاحت:

---

580 المحیط البرہانی،۱۹:۸۵

581 الفتاوی الھندیۃ،۵:۳۹۳

582 نفس مصدر

583 نفس مصدر:۳۹۴

اگر کسی نے شرب کو ایک غلام کے عوض فروخت کیا یا اس کو اجارہ پر دیا اور غلام پر قبضہ کر کے اس کو آزاد کر دیا تو عتق جائز ہو گی اور غلام کی قیمت کا ضامن ہو گا۔ اسی طرح اگر باندی ہو اور اس سے وطی کی اور وہ حاملہ ہو گئی تو باندی مذکور اس کی ام ولد ہو جائے گی اور اس پر اس کی قیمت عقر (جو جرمانہ نکاح صحیح کے خلاف وطی سے واقع ہوتا ہے) لازم ہو گی۔ اور کتاب البیوع کی روایت کے مطابق عقر لازم نہ ہو گا اور یہی صحیح ہے۔[584]

دفعہ ۲۹۱: ایک زمین کو دوسرے زمین کے شرب کے ساتھ فروخت کیا تو جائز نہیں۔[585]

وضاحت:

ایک زمین کو دوسرے زمین کے شرب کے ساتھ فروخت کیا تو جائز نہیں۔ اسی طرح اگر ایک شخص کے پاس انگور کے باغ کے دو قطعے ہو اور اس نے ایک قطعہ ایک شخص کے ہاتھ اور دوسرا قطعہ دوسرے شخص کے ہاتھ فروخت کر لیا اور دونوں قطعوں کا مجریٰ ایک ہی ہو پھر اوپر کے قطعہ کے مشتری نے نیچے کے قطعے کے خریدار کو اس مجریٰ سے روکا تو اگر دونوں قطعوں کا مالک ایک ہی شخص ہو اور شرب کو بیع میں نہ صراحتاً ذکر کیا ہو نہ دلالۃً تو شرب بیع میں داخل نہ ہو گا اور اگر شرب کا ذکر کیا ہو پس اگر اوپر کا قطعہ پہلے فروخت کیا ہو تو نیچے کے قطعے کے لئے پانی جاری کرنے کا استحقاق نہ ہو گا۔[586] اسی طرح مذکورہ صورت میں اگر بائع نے اوپر کا قطعہ فروخت کرنے کے وقت یہ شرط رکھی تھی کہ میرے لئے اس مجریٰ سے اپنے قطعہ زیریں میں پانی لے جانے کا استحقاق ہو گا تو پھر بھی قطعہ زیریں والے کا استحقاق باقی رہے گا۔ اور اگر نیچے کا قطعہ پہلے فروخت کیا تو دونوں قطعوں کے خریداروں کو اپنے اپنے قطعہ میں پانی جاری کرنے کا استحقاق ہو گا۔[587]

دفعہ ۲۹۲: ایک شخص کے دو مکان ہیں اور ان میں سے ایک کی چھت کا پانی دوسرے مکان کی چھت پر ہو کر بہتا ہے اور مالک نے وہ دونوں مکان الگ الگ شخص کے ہاتھ مع ہر حق کے فروخت کر دیئے پھر مشتری اول نے چاہا کہ دوسرے مشتری کو اپنی چھت پر اس کے چھت کے پانی بہانے سے منع کرے تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔[588]

وضاحت:

---

584 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۷۶

585 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۳۹۴

586 نفس مصدر

587 المحیط البرہانی، ۱۹: ۸۶

588 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۳۹۴

مذکورہ صورت میں اگر بائع نے بیع کے وقت مشتری اول سے یہ شرط رکھ لی ہو کہ جو مکان میں نے انہیں فروخت کیا ہے اس کے پانی بہنے کا استحقاق اس مکان کے چھت پر ہو کر رہے گا تو اس صورت میں مشتری اول کو منع کرنے کا اختیار حاصل نہیں۔

صاحب نوازل نے ذکر کیا ہے کہ اگر دو دار باہم متلاصق ہو اور ایک گھر کی عمارت بنی ہوئی ہو اور دوسرا خراب ہے، اور اس نے اس خراب دار کو فروخت کر دیا اور بنے ہوئے مکان کے پرنالہ کے گرنے کی جگہ اور اس کے برف کے ڈالنے کی جگہ اسی خراب مکان میں ہے پھر مشتری نے منع کرنا چاہا تو اس کو اختیار ہے۔ لیکن اگر بائع نے وقت فروخت اپنے لئے پانی کی مسیل اور برف ڈالنے کا حق استثناء کر لیا ہو تو پانی کی مسیل کا استثناء جائز ہے اور برف ڈالنے کا استثناء جائز نہیں۔ فقیہ ابو اللیثؒ نے فرمایا ہے کہ اگر مکان کا پرنالہ اور اس کے چھت کی مسیل اسی طرف ہو اور یہ معلوم ہو کہ یہ قدیم ہے تو مسیل اپنے حق پر قائم رہے گی اگرچہ بائع نے شرط نہ رکھی ہو اس لئے کہ یہ قاعدہ ہے "القدیم یترک علیٰ قدمہ"[589] کہ قدیم کو اپنی پرانی حالت پر ہی چھوڑا جائے گا۔ اور فتویٰ فقیہ ابو اللیثؒ کے قول پر ہے۔[590]

دفعہ ۲۹۳: ایک شخص نے اپنی زمین مع اس کے شرب کے فروخت کی تو مشتری کو اس زمین کے کفایت کے بقدر پانی ملے گا، وہ سب نہیں ملے گا جو بائع کے لئے تھا۔[591]

دفعہ ۲۹۴: اگر ایک شخص کی زمین ہے اور اس زمین میں نہر خاص ہے پس اس نے زمین مذکور کو کسی کے ہاتھ فروخت کیا تو بغیر ذکر کیے ہوئے نہر کا حریم بیع میں داخل نہ ہو گا۔[592]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں اگر کسی نے نہر خاص کو فروخت کر دیا تو اور اس کے حریم کا بیع میں ذکر نہ کیا ہو تو طریق (راستے) کی طرح یہ بھی بیع میں داخل نہیں ہو گا۔ اب اگر مشتری اطراف نہر پر نہر کی اصلاح کے لئے جانا چاہے تو مالک زمین کے اجازت کے بغیر نہیں جا سکتا اور نہر کے بیچ میں جا سکتا ہے۔ اور اگر

---

589 اصول الفقہ والقواعدالفقہیہ، احمد بن شیخ محمد الزرقاء (م۔۱۳۵۷ھ) قاعدہ خامسہ، ۱:۹۵، دارالقلم دمشق، طبعہ ثانیہ، ۱۴۰۹ھ۔

590 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۷۸

591 الفتاوی الھندیۃ، ۵:۳۹۴

592 نفس مصدر: ۳۹۵

نہر عام کے کنارے کسی کی زمین ہو تو عام لوگوں کو اس کے اطراف والے زمین میں پانی پینے یا پلانے اور اصلاح نہر کے واسطے جانے کا اختیار ہے، مالک زمین منع نہیں کر سکتا بشرطیکہ عام لوگوں کے لئے اس زمین کے سوا دوسرا راستہ نہ ہو۔[593]

دفعہ ۲۹۵: ایک زمین میں ایک کنواں ہے اور زمین اور کنواں دونوں دو افراد میں مشترک ہے پھر ایک نے اپنے کنویں کا حصہ مع اس کے حصہ طریق کے فروخت کیا اور حصہ زمین فروخت نہ کی تو یہ جائز نہیں۔[594]

وضاحت:

مذکورہ صورت کی عدم جواز کی وجہ یہ ہے کہ بائع نے قطعہ معلومہ میں سے اپنا حصہ ایسے مقام سے جو اس کے اور شریک کے درمیان مشترک ہے فروخت کیا ہے اس لئے شریک کے اجازت کے بغیر جائز نہ ہوگا۔ جس طرح مشائخ نے دار مشترک میں کسی ایک شریک کا اپنے حصے کو بیت معین میں سے بدون رضامندی شریک کے فروخت کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔ اور بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ بالاجماع کنویں کی بیع جائز ہے اور راستے کی بیع ناجائز ہے اور شیخ الاسلام نے اسی قول کو اصح کہا ہے۔[595]

دفعہ ۲۹۶: اگر دونوں شریکوں میں سے کسی ایک نے کنویں اور زمین دونوں میں سے اپنا حصہ فروخت کیا اور زمین میں اس کا آدھا حصہ ہے تو بیع جائز ہے۔[596]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں بیع اس لئے جائز ہے کہ مبیع معلوم ہے اور مشتری یہاں بائع کا قائم مقام ہو جائے گا اور اس بیع کے صحیح ہونے میں شریک کا کوئی ضرر نہیں۔[597]

باب ۳: ان چیزوں کے بیان میں جو انسان نئی بنائے اور جن سے منع کیا جائے گا اور جن سے نہیں کیا جائے گا اور جو موجب ضمان ہے اور جو موجب ضمان نہیں ہے۔

---

593 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۷۸

594 الفتاوی الھندیة، ۵: ۳۹۵

595 المحیط البرہانی، ۱۹: ۸۶

596 الفتاوی الھندیة، ۵: ۳۹۵

597 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۷۸

دفعہ ۲۹۷ : نہرعام جو کسی کی مملوک نہ ہو، میں سے ہر شخص کو اختیار ہے کہ نہر کھود کر اپنی زمین میں لے جائے بشرطیکہ دریائے مذکور کو ضرر نہ پہنچتا ہو۔[598]

وضاحت:

نہر عام جو کسی کی مملوک نہ ہو جیسے دریائے فرات، سیحون، جیحون وغیرہ میں سے ہر شخص کو اختیار ہے کہ نہر کھود کر اپنی زمین میں لے جائے اگر اس سے دریا کو ضرر نہ پہنچے۔اور اگر ضرر پہنچتا ہو تو پھر یہ اختیار نہیں اس لئے کہ عامہ کا ضرر دور کرنا بنسبت ایک شخص کے دفع ضرر کے اولیٰ ہے۔اسی طرح اگر امام المسلمین نے چاہا کہ نہر اعظم میں سے کسی شخص کا شرب مقرر کرے تو اگر عام لوگوں کو ضرر ہو تو جائز نہیں اور اگر ضرر نہ ہو تو جائز ہے۔اسی طرح اگر کسی شخص نے نہر اعظم کے بہاو پر ایک پن چکی قائم کی اور کسی کو اس سے ضرر نہ پہنچتا ہو لیکن بعض پڑوسیوں نے منع کرنا چاہا تو ان کو یہ اختیار نہیں۔[599]

تقابل:

دی کینال اینڈ ڈریج ایکٹ ۱۸۷۳ کے سیکشن ۱۶ میں مذکور ہے:

Construction and improvement of a water-course "Any persons desiring to use the water of any canal may apply in writing to the Divisional or Sub-divisional Canal Officer of the division or sub-division of the canal from which the water-course is to be supplied, requesting such officer to construct or improve a water-course at the cost of the applicants".[600]

ترجمہ: نہر کی تعمیر اور اصلاح: ہر وہ شخص جو نہر عام کے پانی کو استعمال کرنا چاہتا ہے تو وہ تحریری طور پر اس ڈویژن کے، جس کے نہر سے نہر کھودی جائے گی، ڈویژنل یا سب ڈویژنل کینال آفیسر کو یہ درخواست کرے گا کہ درخواست گزار کے خرچے پر ایک نہر کھودی جائے یا سابقہ نہر کی اصلاح کی جائے۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین میں یہ مماثلت پایا جاتا ہے کہ نہر عام سے ہر ایک کو اپنی زمین میں نہر کھود کر لے جانے کا اختیار ہے اگر نہر عام کو ضرر نہ ہو لیکن وضعی قوانین میں اس کے لئے مجاز آفیسر سے اجازت لینا ضروری ہے، جو شخص نہر عام سے اپنی زمین میں نہر لے جانے کا خواہشمند ہو وہ مجاز آفیسر کو تحریری درخواست دے گا، اور نہر لے جانے کا خرچہ شرعی اور وضعی قوانین دونوں میں صاحب زمین پر ہی آئے گا۔

---

598 الفتاوی الهندية،۵:۳۹۵

599 البدائع الصنائع،۶:۱۸۸

600 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC.16

دفعہ ۲۹۸: وہ نہر مملوک جس کا پانی بٹائی میں آچکا ہو مگر شرکت عام ہو، تو اس کا حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے چاہا کہ اس میں سے نہر کھود کر اپنی زمین میں لے جائے تو اس کو منع کیا جائے گا۔[601]

وضاحت:

نہر مملوک کہ جس میں شرکت عامہ ہو، یا وہ نہر مملوک کہ جس میں شرکت خاصہ ہو، دونوں کا حکم یہ ہے کہ اگر کوئی شریک اس میں سے نہر کاٹ کر اپنی زمین موات میں لے جانا چاہے تو اس کو منع کیا جائے گا چاہے اہل نہر کو مضر ہو یا نہ ہو۔ نہر میں شرکت عام سے مراد یہ ہے کہ اس میں سو یا اس سے زیادہ افراد شریک ہو، اور شرکت خاص سے مراد یہ ہے کہ اس میں سو سے کم افراد شریک ہو۔[602]

دفعہ ۲۹۹: اگر نہر کے اوپر والے لوگوں نے چاہا کہ نیچے والے لوگوں کے طرف پانی جانے سے روک دیں، پس اگر پانی اتنا زیادہ ہوا کہ اگر چھوڑ دیا جائے تو ہر شخص کو اس کا حصہ شرب اچھی طرح پہنچ جائے تو اوپر والوں کو بند کرنے کا اختیار نہ ہو گا۔[603]

وضاحت:

اگر اوپر کے نہر والوں نے نیچے کے نہر والوں کی طرف پانی جانے سے روک دینا چاہا پس اگر پانی اتنا زیادہ ہو کہ اگر اوپر والے اس کو چھوڑ دے تو پھر بھی ان کے حصہ شرب کے پانی میں کمی نہ آئے تو ان کو پانی بند کرنے کا اختیار نہیں۔

اور اگر نہر میں پانی تھوڑا ہو کہ اوپر والے نہر بند کئے بغیر اپنا حق شرب نہیں پاسکتے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جائے تو نیچے والوں کو اس سے بالکل انتفاع حاصل نہ ہو یعنی یہی نہر اس پانی کو چوس جائے تو اوپر والوں کو روکنے اور بند کرنے کا استحقاق حاصل ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اگر پانی اتنا ہو کہ اگر چھوڑ دیا جائے تو نیچے والے بھی انتفاع حاصل کر سکیں تو اوپر والے پانی کو نہیں روک سکتے۔ اس کے لئے یہی کیا جائے کہ پہلے نہر چھوڑ کر نیچے والے سیر اب کئے جائے پھر اوپر والوں کو اختیار ہو گا کہ نہر کو بند کر لیں تا کہ پانی ان کے زمینوں پر چڑھ جائے۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ استحسان یہ ہے کہ اگر نیچے والے نہر کے بند کئے جانے سے انکار کریں تو امام المسلمین دن تقسیم کر دے گا، پھر اوپر

---

601 الفتاوی الھندیة،۵:۳۹۶

602 فتاویٰ تاتارخانیہ،۱۸،۳۶۹

603 الفتاوی الھندیة،۵:۳۹۶

والے اپنی باری کے دنوں میں جو چاہے ان کو اختیار ہے، لیکن اگر نہر کو بند کرنا چاہے تو مثل تختی وغیرہ کے کسی چیز سے بند کریں مٹی سے بند نہ کریں۔[604]

دفعہ ۳۰۰: جو پانی پہاڑ سے گرتا ہے اور جنگل میں رواں ہوتا ہے تو اوپر والوں کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی حاجت سے زیادہ پانی بقصد ضرر رسانی اہل زیریں کے روکیں۔[605]

دفعہ ۳۰۱: ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہو جس پر ان کی اراضی ہو ان میں سے ایک شخص نے چاہا کہ اس نہر میں سے ایک نہر کاٹ کر اپنی زمین میں لے جائے تو دوسرے شرکاء کی رضامندی کے بغیر اس کو یہ اختیار نہیں۔[606]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں جس زمین میں نہر کاٹ کر لے جائی جا رہی ہے اس زمین کا شرب چاہے اس نہر سے ہو یا نہ ہو، شرکاء کی رضامندی کے بغیر کسی کو یہ اختیار نہیں، ایسی زمین میں جس کا شرب اس نہر کے پانی سے ہو اس لئے کاٹ کر لے جانے کا اختیار نہیں کہ اس صورت میں وہ شریکوں سے زیادہ پانی لینا چاہتا ہے اور دوسری وجہ یہ کہ مشترک کنارہ نہر کو توڑنا چاہتا ہے۔ اور ایسی زمین میں، جس کا شرب اسی نہر سے نہ ہو، نہر کاٹ کر لے جانے کا اختیار اس لئے نہیں کہ اس صورت میں مشترک کنارہ نہر کا توڑنا لازم آتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے اس نہر پر پن چکی قائم کرنے کا قصد کیا تو بھی بغیر رضامندی شرکاء کے اس کو یہ اختیار نہیں۔[607]

دفعہ ۳۰۲: اگر نہر خاص پر ہر ایک کا کوہ (بندان) ہو تو کسی کو یہ اختیار نہیں کہ اپنا کوہ بڑھالے اگرچہ اہل نہر کے حق میں مضر نہ ہو۔[608]

وضاحت:

---

604 المحیط البرہانی، ۱۹:۸۹

605 الفتاوی الهندیة، ۵:۳۹۶

606 نفس مصدر

607 فتاویٰ قاضیخان، ۳:۲۱

608 الفتاوی الهندیة، ۵:۳۹۶

مذکورہ صورت میں چونکہ نہر خاص ہے تو کوہ بڑھانے کا اختیار نہیں اور اگر نہر اعظم میں کوہ ہو تو پھر اپنی ملک میں اس نے ایک یا دو کوہ بڑھالئے اور اہل نہر کو ضرر نہ ہو تو اس کو اختیار ہے۔ امام ابو یوسفؒ سے پوچھا گیا کہ ایک شخص کی نہر خاص ہے جس میں نہر اعظم سے پانی آتا ہے اور قوم میں سے ہر ایک کا اس میں ایک معین کوہ ہے پھر کسی نے اپنا کوہ بند کر کے دوسرا کوہ کھولنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہیں۔[609]

دفعہ ۳۰۳: اگر نہر کے شرکاء میں سے کسی نے اپنا بندان چوڑا کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار نہیں اس لئے کہ اس صورت میں اس کے حق سے زائد پانی آجائے گا۔[610]

تقابل:

دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳ کے سیکشن ۷۰ میں مذکور ہے:

Offences under the Act (1) Whoever, without proper authority does, or abets the doing of, any of the following acts, that is to say: (2) "interferes with, increases or diminishes the supply of water in, or the flow of water from, through, over or under, any canal or drainage work, or by any means raises or lowers the level of the water in any canal".[611]

ترجمہ: اس یکٹ کے تحت جرائم: کوئی بھی جب کبھی باقاعدہ اجازت کے بغیر، مندرجہ ذیل افعال میں سے کسی فعل کا مرتکب ہوا یا کسی کو اس پر اکسایا، (۱) پانی کی فراہمی میں زیادتی یا کمی کی ذریعے، یا کسی بھی نہر یا نکاسی کے کام میں پانی کے بہاو کو اتار چڑھاو کے ذریعے متاثر کرنے کے ذریعے مداخلت کی، یا کسی بھی نہر میں پانی کی سطح کو بلند کرنے یا نیچے کرنے کے کے ذریعے مداخلت کی (تو جرم تصور ہو گا)۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین میں موافقت پایا جاتا ہے دونوں قوانین میں کوئی بھی ایسا فعل جو نہر کو یا کسی کی زمین کو یا نہر سے پانی لینے والے دوسرے لوگوں کے حقوق کو متاثر کرے تو اس کی اجازت نہیں ہے اور اگر کوئی اس فعل کا مرتکب ہوا تو یہ جرم تصور ہو گا قاضی اس کے لئے سزا تجویز کرے گا۔

دفعہ ۳۰۴: اگر کسی شخص کی نہر خاص ہو کہ وہ ایک قوم کی مشترک نہر خاص سے پانی لیتی ہو پھر اس شخص نے چاہا کہ اس نہر پر پل باندھ کر اس کو مضبوط کرے تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔[612]

---

609 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۳۸۲

610 الفتاوی الهندية، ۵:۳۹۷

611 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC 70 SUB SEC-1(2)

612 الفتاوی الهندية، ۵:۳۹۷

دفعہ ۳۰۵: ایک شخص نے اپنی زمین سیر اب کی اور پانی تجاوز کر کے اس کے پڑوسی کے زمین میں پہنچا پس اگر اس نے اس طور پر جاری کر دیا تھا کہ پانی اس کے زمین میں نہیں ٹھہر تا تھا بلکہ جا کر پڑوسی کی زمین میں قرار پکڑ تا تھا، تو ضامن ہو گا۔[613]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں اس لئے ضامن ہو گا کہ اس کو چاہیئے تھا کہ وہ بند ان باندھتا تا کہ پانی اس کے زمین میں قرار پکڑ تا۔ اور اگر پانی اس کے زمین میں ٹھہر کر پھر کچھ دیر بعد تجاوز کر کے پڑوسی کی زمین میں جاتا تھا پس اگر پڑوسی نے پہلے سے اس کو کہہ دیا ہو کہ بندش کرے کہ پانی میرے زمین میں نہ آئے اور اس نے بندش نہ کی تو استحساناً ضامن ہو گا۔ اور اگر اس نے پہلے اسے کہا تھا تو ضامن نہ ہو گا۔ اسی طرح اگر اس کی زمین اونچائی پر ہو اور پڑوسی کی نچائی میں ہو اور اس کو یہ معلوم تھا کہ اگر میں نے اپنی زمین میں پانی دیا تو پڑوسی کی زمین میں تجاوز کر جائے گا تو ضامن ہو گا۔ اسی طرح اگر اس نے غیر معتاد طریقے سے سیر اب کیا تو بھی ضامن ہو گا۔ اور اگر اس کے زمین میں سوراخ اور چھید ہو اور اس کو معلوم ہو ا اور ان کو بند نہ کیا یہاں تک کی پڑوسی کی زمین خراب ہو گئی تو ضامن ہو گا۔[614]

تقابل:

دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳ کے سیکشن ۷۰ میں مذکور ہے:

Offences under the Act (1) Whoever, without proper authority does, or abets the doing of, any of the following acts, that is to say: (3) interferes with or alters the flow of water in any river or stream, so as to endanger, damage or render less useful any canal or drainage work".[615]

ترجمہ: اس یکٹ کے تحت جرائم: کوئی بھی جب کبھی با قاعدہ اجازت کے بغیر، مندرجہ ذیل افعال میں سے کسی فعل کا مرتکب ہوا یا کسی کو اس پر اکسایا، (۳) کسی بھی دریا یا نہر میں پانی کے بہاو میں مداخلت یا اس کو بدلنا، جس سے کسی بھی نہر یا نکاسی کے کام کو کم مفید کیا جائے، یا نقصان پہنچے یا خطرے سے دوچار کیا جائے (تو جرم تصور ہو گا)۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں موافقت پایا جاتا ہے دونوں قوانین میں کوئی بھی ایسا فعل جو دریا یا نہر میں پانی کے بہاو میں مداخلت کرے یا اس کو بدلے، جس سے کسی بھی نہر یا نکاسی کے کام کو کم مفید کیا جائے، یا نقصان پہنچے یا خطرے سے دوچار کیا جائے تو اس کی اجازت

---

613 نفس مصدر

614 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۸۶

615 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC 70 SUB SEC-3

نہیں ہے اور اگر کوئی اس فعل کا مرتکب ہوا تو یہ جرم تصور ہو گا اس لئے اگر کوئی اپنے زمین کو اتنا سیر اب کر تا ہے کہ جس سے پانی بہہ کر دوسرے کے زمین میں چلا جاتا ہو اور اس کو نقصان ہو جائے تو یہ آدمی زیادتی کرنے والا تصور ہو گا۔

دفعہ ۳۰۶: اگر کسی شخص نے بغیر حق کے اپنی زمین کو سیر اب کیا یا اپنی باری کے علاوہ دوسرے وقت میں سیر اب کیا یا اپنے حق سے زیادہ سیر اب کیا یا نہر میں اس کے برداشت سے زیادہ پانی جاری کر دیا یا پانی کو کسی ایسی طرف چھوڑ دیا جہاں چھوڑنے کا استحقاق نہیں تھا یا ایسی صورت میں نہر کو بند کر دیا جس میں اس کو بند کرنے کا استحقاق نہیں تھا اور پانی چڑھ آیا اور اس نے نہر کے کنارے کو خراب کر دیا یا کسی کی کھیتی کو خراب کر دیا تو سب صورتوں میں یہ شخص ضامن ہو گا اس لئے کہ اس نے تجاوز کی ہے۔[616]

دفعہ ۳۰۷: اگر کسی شخص نے اپنی زمین میں گھاس یا پتے جلائے پھر اس سے آگ دائیں بائیں پھیل گئی اور کسی اور کے مال میں سے کچھ جلا دیا تو یہ شخص ضامن نہ ہو گا۔[617]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں آگ جلانے والا اس لئے ضامن نہیں ہو گا اس لئے کہ وہ اس سبب میں متعدی اور ظالم نہیں ہے اس لئے کہ ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنی ملک میں مطلق آگ جلائے اور اپنی ملک میں مالک کا تصرف بشرط سلامت مقید نہیں ہو سکتا۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے کہ ہوا بند ہو اور اگر ہوا چل رہی ہو اور اس کو یہ اندازہ ہو کہ ہوا اسے آگ دوسرے کی ملک میں داخل ہو جائے گی تو یہ شخص ضامن ہو گا۔ انہوں نے اس صورت کو قیاس کیا ہے اس مسئلے پر کہ جب کوئی شخص اپنے پرنالہ میں کوئی چیز بہائے اور اس کو معلوم تھا کہ پرنالہ کے نیچے کوئی شخص بیٹھا ہے پس یہ چیز اس نے بہائی جس سے اس کے کپڑے خراب ہو گئے تو بہانے والا ضامن ہو گا اگرچہ اس نے اپنے ملک میں بہائی ہے۔[618]

دفعہ ۳۰۸: ایک نہر ایک قوم کی زمین میں جاری ہو اور وہ نہر شق ہو گئی اور قوم کے بعض زمین کو خراب کر دیا تو اہل زمین اہل نہر سے اس بات کا مواخذہ کر سکتے ہیں کہ نہر کی عمارت درست کر دے اور اپنی زمین کی عمارت کا مواخذہ نہیں کر سکتے۔[619]

دفعہ ۳۰۹: ایک شخص نے نہر بند کر دی اور پانی سے ایک شخص کا گھر گر پڑا تو بند کرنے والا ضامن ہو گا۔[620]

---

616 الفتاوى الهندية، ۳۹۸:۵

617 نفس مصدر

618 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۷۶

619 الفتاوى الهندية، ۳۹۸:۵

تقابل:

دی کینال اینڈ ڈریج ایکٹ ۱۸۷۳ کے سیکشن ۷۰ میں مذکور ہے:

Offences under the Act (1) Whoever, without proper authority does, or abets the doing of, any of the following acts, that is to say: (5) "prevents or interferes with the lawful use of a water-course by any person authorised to use the same".[621]

ترجمہ: اس یکٹ کے تحت جرائم: کوئی بھی جب کبھی باقاعدہ اجازت کے بغیر، مندرجہ ذیل افعال میں سے کسی فعل کا مرتکب ہوا یا کسی کو اس پر اکسایا(۵) کسی ایسے شخص کو جو قانونی طور پر نہر کے پانی کے استعمال کا اختیار رکھتا ہو اس پانی سے روکنا یا اس میں مداخلت کرنا(اس ایکٹ کے روشنی میں جرم تصور ہو گا)۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین دونوں میں مماثلت پایا جاتا ہے۔ شرعی قوانین میں بھی اگر کوئی شخص نہر کے پانی میں مداخلت کرے یا اس کو بلاجواز بند کر دے تو اس سے جو نقصان ہو اس کا ضامن ہو گا، اور وضعی قوانین میں بھی یہ شخص جرم کا مرتکب ہوا اس کو سزا دی جائے گی اور نقصان کا ضامن بھی یہی شخص ہو گا۔

یہاں ایک بات قابل غور ہے کہ وضعی قانون "دی کینال اینڈ ڈریج ایکٹ، ۱۸۷۳ کے سیکشن ۷۱ میں لکھا ہے:

"Provided that no person shall be punished twice for the same offence "[622] کہ کسی شخص کو ایک ہی جرم میں دوبارہ سزا نہیں دی جائے گی یعنی اگر ایک شخص کو اس ایکٹ کی روشنی میں ایک جرم پر سزا دی گئی پھر اس نے وہی جرم دوبارہ کیا تو پھر اس کو سزا نہیں ہو گی۔

دفعہ ۳۱۰: ایک شخص کی زمین ایک نہر پر واقع ہے جس کا شرب اسی نہر سے ہے پھر اس نے دوسری زمین خریدی جس کا شرب اسی نہر سے نہیں ہے۔ تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ اپنی زمین میں سے دوسرے زمین کی طرف پانی جاری کرے۔[623]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں چونکہ دوسری زمین کا شرب اس نہر سے نہیں تو اس کو یہ اختیار نہیں کہ اسی نہر سے دوسری زمین کو بھی سیراب کرے، لیکن اگر پہلی زمین پانی سے بھر جائے اور اس سے پانی روک دے، پھر پہلی زمین کا پانی دوسری زمین کی طرف کھول دے تو اگر یہ عمل کئی بار دہرائے تو اس کے لئے یہ جائز ہے۔[624]

---

620 نفس مصدر:۳۹۹

621 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC 70 SUB SEC-5

622 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC 71 SUB SEC-5

623 نفس مصدر

دفعہ ۳۱۱: ایک نہر دو افراد میں مشترک ہے پس ایک نے اس میں سے پانی روک دیا تو اس کے شریک کی بعض کھیتی پانی نہ ملنے سے تباہ ہو گئی اور بعض کھیتی پانی کی کثرت سے تباہ ہو گئی، تو جو کھیتی ڈوب کر تباہ ہو گئی اس کا ضامن ہو گا اور جو کھیتی پانی نہ ملنے سے تباہ ہو گئی اس کا ضامن نہ ہو گا۔[625]

دفعہ ۳۱۲: کسی قوم کی ایک نہر ایک کوچہ میں جاری ہے جو سال میں دو بار اگاری جاتی ہے جس سے کوچے میں بہت مٹی جمع ہو جاتی ہے پس اگر یہ مٹی حریم نہر میں رہتی ہو اس سے تجاوز نہ کرتی ہو تو اہل کوچہ کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ اہل نہر کو اس مٹی کے اٹھا لینے کی تکلیف دیں اور اگر حریم سے تجاوز کرے تو اہل کوچہ کو اختیار ہو گا کہ اہل نہر کو مٹی اٹھا لینے کی تکلیف دیں۔[626]

دفعہ ۳۱۳: ایک محلے میں کسی کے دروازے پر ایک گڑھا ہے جس میں بارش کا پانی جمع ہوتا ہے پس اگر اس گڑھے کے بھرنے سے کسی کے مکان کو نقصان پہنچتا ہے تو صاحب مکان کو اختیار ہے کہ اس کنویں کو بند کر دیں۔[627]

دفعہ ۳۱۴: ایک شخص کے باغ میں ایک حوض ہے جس میں قوم کے روزمرہ کے استعمال کا پانی جمع ہوتا ہے پس اگر حوض مذکور میں کوئی عیب آیا جس کی وجہ سے باغ کے مالک کی عمارت کو نقصان پہنچا تو اس کو اختیار ہے کہ لوگوں کو حوض میں پانی بہانے سے منع کرے تاکہ یہ لوگ حوض کو درست کر لے۔[628]

وضاحت:

مذکور مسئلے میں اگر باغ کا مالک یہ اقرار کرتا ہے کہ اس حوض میں پانی بہانے کا ان لوگوں کا قدیمی حق ہے۔ پھر حوض میں کسی عیب کی وجہ سے اس کے عمارت کو ضرر پہنچنے لگا اور اس نے لوگوں کو حوض میں پانی بہانے سے منع کیا تاکہ یہ لوگ حوض کو درست کر لیں تو اس کو یہ اختیار حاصل ہے۔[629]

---

624 فتاویٰ قاضیخان،۳:۶۱

625 الفتاوی الهندية،۵:۳۹۹

626 نفس مصدر:۴۰۰

627 نفس مصدر

628 نفس مصدر

629 المحيط البرهاني،۱۹: ۹۷

دفعہ ۳۱۵: ایک شخص نے اپنی نہر سے اپنے باغ یا کھیتی کو سیراب کرنا چاہا پھر اس کو زبردستی کسی نے روکا یہاں تک کہ کھیتی ضائع ہو گئی تو منع کرنے والا ضامن نہ ہو گا۔[630]

دفعہ ۳۱۶: اگر ایک دیوار دو افراد میں مشترک ہو اور اس کو باہم رضامندی سے ایک شریک نے اپنے مال سے اس شرط سے بنایا کہ دوسرا شریک اپنے دار کی نہر سے اس کے دار میں پانی جاری کرے گا۔ پھر کچھ عرصہ بعد اس شریک نے اس مجریٰ کو بند کرنا چاہا تو اس کو یہ اختیار ہے اس لئے کہ یہ نہر کا پانی دوسرے کے دار میں جاری کرنا عاریتا تھا اور عاریت عقد لازم نہیں ہوتا۔ لیکن یہ شریک، اول شریک کو جس نے دیوار کا خرچہ الگ اٹھایا ہے نصف خرچہ دے دے گا اس لئے کہ دیوار مشترک ہے۔[631]

دفعہ ۳۱۷: اگر عام نہر پر کسی نے مسلمانوں کے نفع کے لئے درخت لگانے چاہے تو اس کو اختیار ہے۔[632]

دفعہ ۳۱۸: اگر ایک قوم کی نہر ایک شخص کی زمین میں جاری ہو تو اس کو اختیار ہے کہ اس نہر سے اپنی زمین کو سیراب کرے اگر اہل نہر کو ضرر نہ ہو اور اگر اس نہر کا بطن اور اس کے دونوں جانب زمین کے مالک کے ہو تو اس کو اپنی زمین سیراب کرنے کا ہر حال میں اختیار ہے اگرچہ اہل نہر کے حق میں ضرر پہنچتا ہو۔[633]

نوٹ: مذکورہ چاروں دفعات واضح ہیں۔

---

630 الفتاوی الهندية، ۵:۳۹۹

631 نفس مصدر

632 نفس مصدر

633 المحيط البرهاني، ۱۹: ۹۸

باب پنجم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الشرب اور کتاب احیاء موات کی دفعہ بندی اور پاکستانی مروجہ قوانین کے ساتھ تقابل

فصل دوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الشرب کے باب چہارم تا باب پنجم کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون THE CANAL AND DRAINAGE ACT,1873 کے ساتھ تقابل

باب ۴: شرب کے مقدمے میں دعویٰ اور اس کے متصلات اور گواہی کے سماعت کے بیان میں

دفعہ ۳۱۹: اگر کسی شخص نے دوسرے کے مقبوضہ شرب کا بغیر زمین کے دعویٰ کیا تو قیاساً سماعت نہ ہو گی اور استحساناً سماعت ہو گی۔[634]

تقابل:

دی کینال اینڈ ڈریج ایکٹ ۱۸۷۳ کے سیکشن ۶۸ میں مذکور ہے:

Settlement of disputes: (1) "Whenever a difference arises between two or more persons with regard to the distribution of water from a canal outlet, construction, use, or maintenance of the water-course supplied with water from the outlet, or deposit of soil from water-course clearance, or mutual rights and liabilities in that regard, any such person may apply in writing to the Sub-Divisional Canal Officer".[635]

ترجمہ: اختلافات کا حل: جب کبھی دو یا زیادہ افراد کے درمیان نہری پانی کی تقسیم، تعمیر، استعمال، نہر سے نکالی گئی چھوٹی نالیوں کی بحالی، یا نہروں کی صفائی کے لئے اس سے مٹی نکالنے یا اس سے متعلق حقوق و فرائض میں اختلاف واقع ہو جائے تو ان میں سے کوئی بھی شخص سب ڈویژنل کینال آفیسر کو تحریری طور پر نوٹس میں لا سکتا ہے۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں اس حد تک مطابقت ہے کہ شرعی قوانین میں اگر کوئی کسی کے مقبوضہ شرب پر بغیر زمین کے دعویٰ کرے تو قیاساً اس دعوے کی سماعت نہیں ہو سکتی اس لئے کہ شرب کی بیع بھی بغیر زمین کے جائز نہیں لیکن استحساناً ایسے دعوے کی سماعت ہو سکتی ہے اور وضعی قوانین میں تو حق شرب کی بیع بھی جائز ہے اور اگر حق شرب میں اختلاف پیدا ہوا تو متعلقہ مجاز آفیسر کو اس بارے میں تحریری درخواست کی جائے گی۔

دفعہ ۳۲۰: اگر ایک شخص کی نہر دوسرے شخص کی زمین میں ہو اور مالک زمین نے چاہا کہ مالک نہر کو اس میں پانی جاری کرنے سے روک دیں، پس اگر وقت خصومت نہر میں پانی جاری ہو یا نہر سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اس سے پہلے اس نہر میں پانی جاری تھا تو صاحب نہر کے نام نہر کی ڈگری کر دی جائے گی۔ جب تک مالک نہر اس بات پر گواہ قائم نہ کرے کہ نہر اس کی ملک ہے۔[636]

---

634 الفتاویٰ الہندیۃ،۵:۴۰۲

635 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC.32,SUB CLAUSE.1

636 نفس مصدر

وضاحت:

مذکورہ دفعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر زمین کے مالک نے نہر کی ملکیت پر گواہ قائم کر دیئے تو اس کے گواہ کی سماعت ہوگی اور نہر صاحب زمین کی ملکیت قرار دی جائے گی۔ اور اگر مدعی نہر اور صاحب زمین کے خصومت کے وقت نہر میں پانی جاری نہ ہو اور نہ اس نہر سے یہ معلوم ہو رہا تھا کہ اس سے پہلے اس میں پانی جاری ہو کر زمین میں جاتا تھا تو مالک زمین کے دعویٰ پر نہر کی ڈگری مالک زمین کے نام کر دی جائے گی لیکن اگر مدعی نہر نے گواہ قائم کر دیئے کہ نہر میری ملک ہے تو گواہ کی سماعت ہوگی۔ یہی تفصیل امام محمدؒ نے نہر عظیم میں بیان کی ہے کہ اگر گاؤں والوں نے اوپر کی طرف سے نہر کو بند کر دیا اور کہا کہ یہ نہر ہماری ہے اور نیچے والوں نے کہا کہ یہ ہماری ہے تو خصومت کے دن نہر کی حالت کو دیکھا جائے گا۔[637]

دفعہ ۳۲۱: ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں جاری ہے اور دونوں نے مسناہ (کنارے کی پٹڑی) میں جھگڑا کیا ہر ایک نے اس کا دعویٰ کیا اور یہ معلوم نہ تھا کہ کس کے قبضہ میں ہے تو مالک زمین کے نام اس کی ڈگری کی جائے گی۔[638]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے میں بھی امام ابو حنیفہؒ اور صاحبینؒ کا اختلاف ہے اور اس اختلاف کی بنیاد وہی ہے جو پہلے بھی کئی مواضع میں ذکر ہو چکا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک نہر کا حریم نہیں ہوتا اور صاحبینؒ کے نزدیک نہر کا مالک نہر کے حریم کا مستحق ہوتا ہے اس لئے کہ نہر کا حریم نہر کے تابع ہے۔

پس اسی اختلاف کی روشنی میں امام صاحبؒ کے نزدیک مذکورہ صورت میں مالک زمین کے نام مسناہ کی ڈگری کر دی جائے گی اور اس کو اختیار ہوگا کہ چاہے اس میں درخت لگائے یا زراعت کرے اور مالک نہر کو اس پر اپنی نہر کی مٹی ڈالنے سے منع کیا جائے گا۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک چونکہ نہر کا حریم صاحب نہر کا ہے اس لئے اس کو اختیار ہوگا کہ اس پر وہ اپنی نہر کی مٹی ڈالے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک نہر کے لئے حریم نہیں اس لئے مسناہ کسی کے قبضے میں قرار نہیں دی جا سکتی لیکن مسناہ چونکہ بنسبت نہر کے زمین سے زیادہ مشابہ ہے اس لئے کہ مسناہ درخت لگانے اور زراعت کے زیادہ لائق ہے جیسے زمین ہے اور نہر اس کام کے لائق نہیں۔ اور جب دو افراد کا تنازعہ کسی ایسی چیز میں ہو جو کسی کے قبضے میں بھی نہ ہو لیکن دونوں میں سے ایک کے قبضے میں ایسی چیز ہو جو متنازعہ چیز کے مشابہ ہے تو اسی شخص کے نام متنازعہ چیز کی ڈگری کر دی جائے گی۔[639]

---

637 المحیط البرہانی، ۱۹: ۹۹

638 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۴۰۲

639 البدائع الصنائع، ۶: ۱۹۱

دفعہ ۳۲۲: اگر ایک شخص کی نہر ہے اور نہر کے کنارے دوسرے شخص کی زمین ہے اور دونوں نے نہر کے رقبہ میں اختلاف کیا پس اگر نہر میں پانی جاری ہو تو قول نہر کے قابض کا معتبر ہو گا اور اگر نہر میں پانی جاری نہ ہو تو بغیر حجت کے اس کا قول قبول نہ ہو گا۔[640]

دفعہ ۳۲۳: ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں ہے پھر زمین والے نے ہر مہینہ اس نہر سے ایک روز شرب کا دعویٰ کیا اور گواہ قائم کر دیئے تو اس کے نام ڈگری ہو گی۔[641]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں اگر شرب کے دعویٰ پر کسی نے گواہ قائم کر دیئے تو اس پر مدعی کے دعوے کے مطابق فیصلہ ہو گا، لیکن اگر مدعی نے مہینے میں دو دن شرب کا دعوی کیا اور دو گواہ پیش کر دیئے لیکن دونوں گواہوں میں سے ایک نے مہینہ میں ایک روز شرب کی اور دوسرے نے مہینہ میں دو روز شرب کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس گواہی پر کچھ بھی فیصلہ نہ ہو گا۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ ایک روز کے شرب پر جو اقل ہے بالاتفاق گواہی قبول ہو گی۔ اور اگر دونوں گواہوں نے ایک دن کے شرب کی گواہی دی مگر یہ تعین نہ کیا کہ مہینہ میں ایک دن یا ہفتہ میں یا سال میں، تو بالاتفاق گواہی قبول نہ ہو گی اس لئے کہ مشہود بہ مجہول ہے۔[642]

اسی طرح اگر کسی نے دسویں حصہ نہر کا دعویٰ کیا اور ایک گواہ نے دسویں حصہ کی اور دوسرے نے اس سے کم کی گواہی دی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک گواہی باطل ہے اس لئے کہ دونوں گواہ لفظاً و معناً مختلف ہیں۔ اور صاحبینؒ کے نزدیک استحساناً کم تر مقدار پر گواہی قبول ہو گی۔ اور اگر ایک گواہ نے پانچویں حصہ کی گواہی تو گواہی باطل ہے اس لئے کہ گواہ نے مدعی کے دعویٰ سے بھی زیادہ مقدار کی گواہی دی ہے۔[643]

دفعہ ۳۲۴: اگر ایک شخص نے ایک زمین کا جو ایک نہر پر واقع ہے اور اس کا شرب اسی نہر سے ہے، دعویٰ کیا اور اس کے گواہ قائم کئے کہ یہ مدعی کی ہے اور گواہوں نے زمین کے شرب کا ذکر نہ کیا تو مدعی کے نام زمین مع حصہ شرب کی ڈگری ہو گی۔[644]

وضاحت:

صاحب مبسوط نے لکھا ہے کہ اگر گواہوں نے اس کے شرب کی گواہی دی زمین کی گواہی نہ دی تو اس کے نام کچھ زمین کی ڈگری نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر دو گواہوں میں سے ایک نے یہ گواہی دی کہ اس نے یہ زمین ہزار درہم میں خریدی ہے اور دوسرے نے یہ گواہی دی کہ اس نے یہ زمین مع اس

---

640 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۰۳

641 نفس مصدر

642 المحیط البرہانی، ۱۹: ۱۰۰

643 نفس مصدر

644 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۰۳

کے شرب کے ہزار درہم میں خریدی ہے تو گواہی جائز نہ ہوگی۔ لیکن اگر دوسرے گواہ نے یوں گواہی دی کہ اس نے یہ زمین مع اس کے ہر حق کے جو اس زمین میں ثابت ہے، ہزار درہم میں خریدی تو جائز ہے۔ اس لئے کہ دونوں گواہ اس امر پر متفق ہے کہ اس نے زمین اور شرب خریدا ہے پس جس نے یہ گواہی دی کہ اس نے زمین کو ہر حق کے ساتھ خریدا ہے تو اس نے زمین و شرب دنوں کی گواہی دی۔[645]

تقابل:

دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳ کے سیکشن ۳۲ میں مذکور ہے:

Transfer with land, of contracts for water:"But all contracts made between Provincial Government and the owner or occupier of any immovable property, as to the supply of canal water to such property, shall be transferable therewith, and shall be presumed to have been so transferred whenever a transfer of such property takes place".[646]

ترجمہ: زمین کے ساتھ پانی سے متعلق معاہدات کی منتقلی: لیکن جب بھی اس قسم کی غیر منقولہ جائیداد کسی دوسرے کو منتقل ہو گی تو اس انتقال کے ساتھ ہی وہ تمام کنٹریکٹس جو زمین کے مالک یا قابض اور صوبائی حکومت کے درمیان نہری پانی کی ترسیل سے متعلق ہوئے ہو، وہ بھی منتقل ہوں گے۔

دفعہ مذکورہ میں شرعی قوانین کی طرح وضعی قوانین میں بھی اگر کسی نے ایک زمین کو فروخت کر دیا اور یا کسی نے ایک زمین پر دعویٰ کر دیا اور مدعی کو وہ زمین ٹرانسفر کی گئی تو دونوں سورتوں میں حق شرب بھی زمین کے ساتھ ہی منتقل ہو گی اگرچہ اس کا ذکر نہ کیا گیا ہو اس لئے کہ یہ زمین کے تابع ہے۔

دفعہ ۳۲۵: ایک شخص کی دو زمینیں کسی نہر پر واقع ہو ایک اوپر کی طرف دوسری نیچے کی طرف، اور اس نے یہ دعویٰ کیا کہ ان دونوں کا شرب اسی نہر سے ہے اور شریکوں نے کسی ایک زمین معین کے شرب سے انکار کیا۔ پس اگر یہ زمین کسی نہر سے سیراب نہ کی جاتی ہو تو مالک زمین کا قول قبول ہو گا۔[647]

دفعہ ۳۲۶: اگر ایک نہر دو افراد میں مشترک ہے اور اس کے کنارے درخت لگے ہیں اور دونوں میں سے ہر ایک ان درختوں کا مدعی ہے۔ تو اگر ان درختوں کا لگانے والا معلوم نہ ہو تو یہ درخت دونوں میں مشترک ہوں گے۔[648]

---

645 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۳۹۰

646 THE CANAL AND DRAINAGE ACT 1873,SEC.32,SUB CLAUSE.C

647 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۰۴

648 نفس مصدر

وضاحت:

مذکورہ مسئلے میں کچھ تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ جب ایک نہر دو افراد میں مشترک ہو اور اس کے کنارے درخت لگے ہوئے ہو اور دونوں شریک یہ دعویٰ کرتے ہوں کہ یہ درخت ان کی ملکیت ہے۔ اب ان درختوں کا لگانے والا یا معلوم ہو گا یا نہیں، اگر درختوں کا لگانے والا معلوم ہو تو درخت اس کے ہوں گے۔ اور اگر تحقیق کے بعد بھی یہ معلوم نہ ہو کہ درختوں کا لگانے والا کون ہے۔ تو اب جس قدر درخت دونوں میں سے کسی ایک کے خاص مملوک مقام پر لگے ہوئے ہیں تو وہ اسی جگہ کے مالک کے ہوں گے اور جو درخت کسی مشترک مقام پر لگے ہوئے ہیں تو وہ ان دونوں میں مشترک ہوں گے اور یہ حکم قضاء ہے۔ اور دیانۃً تو ان کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے۔[649]

دفعہ ۳۲۷: اگر ایک شخص کے کچھ درخت نہر ماذیانات کے کنارے ہو اور ان درختوں کے جڑوں سے نہر کی دوسری طرف اور درخت اگے اور اس طرف ایک شخص کے انگور کا باغ ہو لیکن انگور کے باغ اور اس کنارے کے درمیان ایک راستہ ہو اور دونوں میں سے ہر ایک ان درختوں کا دعویٰ کرے، تو اگر یہ معلوم ہو جائے کہ دوسرے کنارے کے درخت ان درختوں کے جڑوں سے آگئے تو یہ درخت درختوں کے مالک کے ہوں گے۔[650]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے میں بھی کچھ تفصیل ہے، وہ یہ کہ اگر یہ بات معلوم ہو جائے کہ یہ درخت دوسری طرف لگے درختوں کی جڑوں سے اگے ہیں تو درختوں کے مالک کے ہوں گے۔ لیکن اگر یہ بات بھی معلوم نہ ہو کہ یہ درخت ان درختوں کی جڑوں سے اگے ہیں اور درختوں کا لگانے والا بھی معلوم نہ ہو تو درخت غیر مملوک ہوں گے۔ ان کا مستحق نہ باغ کا مالک ہو گا اس لئے کہ کنارے اور باغ کے درمیان راستہ ہے اور نہ درختوں کا مالک اس کا مالک ہو گا اس لئے کہ یہ معلوم نہیں کہ یہ درخت ان درختوں کے جڑوں سے ہیں۔[651]

دفعہ ۳۲۸: ایک قوم کی ایک نہر ایک محلے میں جاری ہے اور اس نہر کے کنارے اور محلے کے میدان میں کچھ درخت ہیں۔ پھر ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ ان درختوں کا لگانے والا فلاں شخص ہے اور میں اس کا وارث ہوں۔ تو اس پر واجب ہے کہ گواہ پیش کرے

---

649 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۹۱

650 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۰۵

651 المحیط البرہانی، ۱۸: ۱۰۴

اور اگر اس کے پاس گواہ نہ ہو تو جس قدر درخت حریم نہر پر ہیں وہ اہل نہر کے ہوں گے اور جس قدر میدان محلہ میں ہوں وہ سب اہل محلہ کے درمیان مشترک ہوں گے۔[652]

باب ۵: متفرقات کے بیان میں

دفعہ ۳۲۹: اگر ایک شرب کا مالک فوت ہو گیا اور اس پر قرضہ ہو تو اس کے شرب کو بغیر زمین کے ادائے قرضہ کے لئے فروخت نہیں کیا جائے گا بلکہ زمین کے ساتھ ہی فروخت کر کے قرضہ ادا کیا جائے گا۔[653]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی شرب کا مالک تھا اور اس پر مختلف قرضے تھے پھر وہ فوت ہوا تو اس کے قرضوں کی ادائیگی کے لئے اس کے شرب کو زمین کے ساتھ ہی بیچ دیا جائے گا بغیر زمین کے فروخت نہیں کرے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر میت زمین کا مالک نہیں تھا صرف شرب کا مالک تھا تو امام المسلمین خالی شرب کے ساتھ کیا کرے گا۔ تو اس کی علماء نے مختلف صورتیں بیان کی ہیں۔ بعض نے فرمایا ہے کہ ایک حوض بنا کر اس میں میت کے شرب کا پانی جمع کرے گا پھر جو پانی حوض میں جمع ہو اس کو کسی قدر ثمن معلومہ کے عوض فروخت کر کے قرضہ میں دے دے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ زمین مع شرب کی قیمت اندازہ کرے اور زمین بدون شرب کی قیمت اندازہ کرے پھر دونوں میں جس قدر تفاوت ہو اس قدر ثمن میت کے قرضہ میں ادا کر دے۔ اور اگر اس قدر ثمن نہ ہو تو میت کے ترکہ میں سے ایک زمین بغیر شرب کے خریدے اور اس زمین کے ساتھ شرب ملا کر فروخت کر دے پس اس سے جو ثمن وصول ہو اس میں سے خرید شدہ زمین کی قیمت الگ کر دے اور جو باقی بچے وہ شرب کی قیمت ہو گی وہ قرض خواہوں کا ہے۔[654]

دفعہ ۳۳۰: اگر امیر نے ایک شخص کی زمین اور شرب ضبط کر کے دوسرے کے نام عطیہ کر دی تو جائز نہیں۔[655]

---

652 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۰۵

653 نفس مصدر

654 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۳۹۳

655 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۰۵

دفعہ ۳۳۱: اگر کسی دریا پر ایک شخص نے اپنے لئے پن چکی نصب کی تو اس کے لئے ایسا کرنا جائز نہیں اس لئے کہ دریا میں شارع عام کی طرح عامہ کا حق ہے اور ہر شخص کو اس میں مخاصمہ کا اختیار ہے۔[656]

وضاحت:

مذکورہ صورت مثل عام راستہ کے ہیں جس طرح عام راستہ میں کوئی شخص عمارت بنائے تو ہر شخص کو اس کے ساتھ مخاصمہ کرنے کا اختیار ہے اسی طرح دریا پر احاطہ بنا کر ذاتی پن چکی نصب کرنے کا بھی حکم ہے، لیکن صاحب مبسوط نے لکھا ہے کہ یہ حکم قضاء ہے۔ اور دیانۃ یہ حکم ہے کہ اگر اس شخص کا پن چکی لگانا کشتی یا پانی کے مجریٰ کو مضر ہو تو اس کے لئے یہ جائز نہیں اور وہ گنہگار ہو گا، اور اگر کسی بات کو مضر نہ ہو تو اس کو اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کسی مسلمان یا ذمی مرد یا عورت نے اس میں مخاصمہ کیا تو قضاء اس پر حکم جاری کیا جائے گا کہ اس عمارت کو منہدم کر دے۔[657]

دفعہ ۳۳۲: اگر کسی نے نہر عام پر امیر کے اجازت کے بغیر یا نہر خاص پر باقی شرکاء کی اجازت کے بغیر مضبوطی سے ایک پل باندھا جس پر آدمی اور جانور آتے جاتے تھے پھر وہ پل ٹوٹ گیا اور اس سے کوئی جانور یا آدمی تلف ہو گیا تو وہ ضامن ہو گا۔[658]

وضاحت:

صاحب فتاویٰ قاضیخان نے لکھا ہے کہ اس طرح کا پل اگر بغیر اجازت کے بنایا گیا تھا پھر وہ ٹوٹ گیا اور عمداً کوئی آدمی اس پر سے گزرا یا عمداً اس نے اپنا چوپایہ اس پر سے گزارا اور وہ تلف ہو گیا تو پل بنانے والا ضامن نہ ہو گا۔[659]

دفعہ ۳۳۳: ایک گاؤں میں ایک نہر جاری ہو اور گاؤں والوں کو اس سے شفہ کا استحقاق ہو لیکن ان لوگوں کا اصل نہر میں کوئی حق نہیں ہے۔ پھر اہل نہر نے اپنی نہر کو دوسری طرف لے جانے کا ارادہ کیا تو اہل نہر کو یہ اختیار حاصل ہے اگرچہ دیہات والوں کا اس میں نقصان ہو۔[660]

---

656 نفس مصدر: ۴۰۶:۲

657 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۹۳

658 الفتاوی الهندية، ۴۰۶:۵

659 فتاویٰ قاضیخان، ۲۴:۳

660 الفتاوی الهندية، ۴۰۶:۵

دفعہ ۳۳۴: ایک نہر ایک قوم میں مشترک ہے ان سب نے سوائے ایک شریک کے ایک شخص کو اجازت دی کہ اپنی زمین سیر اب کرے۔ تو اس شخص کو زمین سیر اب کرنے کا اختیار نہیں جب تک سب اجازت نہ دے۔[661]

دفعہ ۳۳۵: اگر نہر مشترک کے شرب کے تقسیم کے وقت ایک شریک غائب تھا تو اگر اس کو اپنا حق پورا دیا گیا ہو تو اس کو تقسیم توڑنے کا اختیار نہیں۔[662]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے سے واضح ہوتا ہے کہ شرب کے تقسیم کے وقت ہر شریک کا موجود ہونا ضروری نہیں، اگر ایک شریک موجود نہ تھا اور اس کو تقسیم میں پورا حق دیا گیا تو اس کو تقسیم توڑنے کا اختیار نہیں اس لئے کہ اس وقت تقسیم کے توڑنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ اور اگر اس کو پورا حق نہ دیا گیا ہو تو اس کو اختیار ہے۔ لیکن یہ حکم دار اور اراضی کے تقسیم کے خلاف ہے اس لئے کہ اگر ایک گھر یا زمین میں کئی لوگ شریک ہو اور ان شرکاء میں سے ایک غائب ہو اور اس کی طرف سے کوئی خصم بھی حاضر نہ ہو پس جب وہ حاضر ہو جائے اور تقسیم پر راضی نہ ہو تو اس کو باقی شریکوں کے تقسیم توڑنے کا اختیار حاصل ہے اگر کہ اس کو اپنا حق پورا پورا دیا گیا ہے۔[663]

دفعہ ۳۳۶: ایک نہر کبیر ہے دوسری صغیر ہے ان دونوں کے درمیان میں مسناہ ہو جس کی اصلاح کی ضرورت ہوئی تو خرچہ دونوں نہروں والوں پر نصف نصف آئے گا، نہر کی پانی کی کمی بیشی کا اعتبار نہیں۔[664]

وضاحت:

مذکورہ مسئلے کو دیوار مشترک پر قیاس کیا ہے کہ جس طرح ایک دیوار دو افراد میں مشترک ہو اور دونوں میں سے ایک کا لدان دوسرے کے بنسبت اس دیوار پر زیادہ ہو تو اگر اس دیوار کی درستگی کی ضرورت ہوئی تو جو بھی خرچہ آئے وہ دونوں میں برابر تقسیم ہو گا۔[665]

---

661 نفس مصدر

662 نفس مصدر

663 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۴۰۰

664 الفتاوی الهندية، ۵: ۴۰۶

665 المحیط البرہانی، ۱۹: ۱۱۱

دفعہ ۳۳۷: اگر کسی نے وصیت کی کہ میرا حصہ شرب مساکین کو صدقہ دے دیں تو یہ وصیت باطل ہے۔[666]

وضاحت:

مساکین کے لئے شرب کی وصیت اس لئے باطل ہے کہ مساکین کو طعام کی ضرورت ہوتی ہے نہ کہ شرب اور پانی کی۔ اس لئے کہ شرب کی ضرورت تو اس شخص کو ہے جس کے پاس زمین ہو۔ اور شرب کا کوئی بدل بھی نہیں جو شرب کے عوض مساکین میں تقسیم کر دیا جائے، اس لئے یہ وصیت باطل ہے۔ اور اگر یہ وصیت کی کہ فلاں معین مسکین کو پانی دیا جائے تو معین ہونے کی وجہ سے یہ وصیت جائز ہے۔

دفعہ ۳۳۸: اگر یہ وصیت کی کہ میرا حصہ شرب فلاں شخص کے ہاتھ فروخت کیا جائے تو یہ باطل ہے۔[667]

وضاحت:

جس چیز کی تملیک کا کوئی شخص حالت زندگی میں اختیار نہیں رکھتا تو اس کی تملیک کا بعد وفات بھی جواز نہیں اس لئے کہ اگر کوئی وصیت کرے کہ میرا حصہ شرب فلاں کے ہاتھ فروخت کر دیا جائے تو یہ وصیت باطل ہے۔ اور اگر کسی نے اس طرح وصیت کی کہ میرے حصہ شرب سے فلاں شخص کی زمین اتنے برس تک سیراب کی جائے تو اس کے تہائی مال سے یہ وصیت صحیح ہو گی اس لئے کہ اگر وہ ہمیشہ کے لئے کسی کو پانی دینے کے وصیت کرتا تو جائز ہوتا تو جب اس نے موقت یعنی کسی زمانہ معین تک ایسی وصیت کی تو جائز ہے۔ اگر وہ شخص جس کے حق میں شرب کی زمانہ معین تک وصیت کی ہے اس میعاد سے پہلے مر گیا تو وصیت باطل ہو جائے گی اس لئے کہ شرب اگرچہ حقیقتاً عین ہے لیکن معنی منفعت ہے اس لئے کہ زمین کے تابع ہے اور منافع کی وصیت موصیٰ لہ کے مرنے سے باطل ہو جاتی ہے۔ اور اگر شرب کی وصیت کسی کے حق میں مطلق ہو اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہ ہو تو موصیٰ لہ کے مرنے سے وصیت باطل ہو گی یا نہیں، اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ فقیہ ابو جعفر کا قول ہے کہ وصیت باطل نہ ہو گی بلکہ مرنے کے بعد موصیٰ لہ کے وارثوں کو ملے گی اور یہ قول زیادہ صحیح ہے۔[668]

دفعہ ۳۳۹: اگر کسی نے بغیر زمین کے اپنی تہائی شرب کی فی سبیل اللہ، حج، غلام کے آزاد کرانے یا فقیروں کے لئے وصیت کی تو وصیت باطل ہے اس لئے کہ یہ بیع شرب کی وصیت ہے۔[669]

---

666 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۰۷

667 نفس مصدر

668 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۴۱۲

669 الفتاوی الهندیة، ۵:۴۰۷

وضاحت:

شرب کی بیع چونکہ بدون زمین کے جائز نہیں اس لئے اس کی وصیت ایسے کام کے لئے جو شرب کے بیع کے بعد ہی پورا ہو، جائز نہیں جیسے فقراء میں صدقہ کرنا یا حاجیوں پر خرچ کرنا یا غلام کے آزاد کرنے میں صرف کرنا وغیرہ، اور یہ سب شرب کے ثمن سے ممکن ہو سکتے ہیں۔ لیکن اگر کسی نے ایسی وصیت کی کہ نہر میں سے میرے تہائی حق کو فلاں فلاں جگہ خرچ کیا جائے تو یہ وصیت جائز ہے۔ اس لئے کہ یہ تہائی رقبہ نہر کی وصیت ہے پس یہ جائز ہے اور شرب اس میں تبعاً داخل ہو گیا۔[670]

دفعہ ۳۴۰: اگر ایک شخص نے خالی شرب پر بغیر زمین کے کسی عورت سے نکاح کیا تو نکاح جائز ہے۔[671]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں نکاح جائز ہے اور شرب بدون زمین کے مہر نہیں بن سکتا تو عورت مذکور کو شرب میں سے کچھ نہیں ملے گا اور اس کا مہر مثل واجب ہو گا۔ اسی طرح اگر ایک عورت نے اپنے شوہر سے شرب پر بغیر زمین کے خلع لیا تو خلع صحیح ہے اور شوہر کو شرب میں سے کچھ نہیں ملے گا، اور عورت پر واجب ہو گا کہ جو مہر شوہر سے لیا ہے وہ واپس کر دے۔ اسی طرح اگر شرب کے دعویٰ سے صلح کی تو یہ باطل ہے اور اس شرب سے اس نے مدت دراز تک زمین سیراب کی ہو تو اس پر کچھ ضمان لازم نہ ہو گی۔ اسی طرح اگر قصاص فی النفس یا فی مادون النفس سے شرب پر صلح کی تو اس طرح صلح کرنا باطل ہے لیکن یہ عفو کرنا جائز ہو جائے گا اور قاتل اور جارح پر دیت واجب ہو گی۔[672]

دفعہ ۳۴۱: ایک نہر جو کسی کی ملک میں نہیں ہے لیکن اس کا مجریٰ کسی شخص کے گھر میں ہے جس کے پانی سے پڑوسیوں کے دہلیز کو ضرر پہنچ رہا ہے تو اس نہر کی اصلاح اہل مجریٰ پر ہے جن کو اس نہر سے شفعہ کا استحقاق ہے، جن کو ضرر پہنچ رہا ہے ان پر نہیں۔[673]

دفعہ ۳۴۲: اگر دو گھر ہو جن میں سے ایک گھر کا پانی دوسرے گھر کے چھت پر بہتا ہو، اور ہر گھر کا الگ مالک ہو پھر ہر ایک نے اپنا گھر اس کے حقوق کے ساتھ فروخت کر دیا تو دار اول کے مشتری کو یہ اختیار نہ ہو گا کہ دوسرے دار کے مشتری کو اپنی چھت پر پانی بہنے سے منع کرے۔[674]

---

670 البدائع الصنائع،٦ :١٩٠

671 الفتاوی الهندية،۵:۴۰۸

672 فتاویٰ تاتارخانیہ،۴۰۵:۱۸

673 الفتاوی الهندية،۵:۴۰۸

674 الفتاوی الهندية،۵:۴۰۸

دفعہ ۳۴۳: ایک شخص کے پانی کا نالہ مع رقبہ کے دوسرے کے گھر میں ہو اور گھر کے مالک نے اپنا گھر نالی کے ساتھ ہی فروخت کر دیا اور نالی کا مالک بیع پر راضی تھا تو وہ ثمن میں بقدر حصہ نالی کے شریک ہو گا۔[675]

دفعہ ۳۴۴: اگر کسی مسیل کے مالک نے کہا کہ میں نے اپنا حق جو مسیل میں ہے باطل کر دیا تو اگر اس کو صرف پانی بہانے کا حق ہو رقبہ کا مالک نہ ہو تو اس کا حق باطل ہو جائے گا۔ اور اگر رقبہ اس کی ملک ہو تو اس کا حق باطل نہ ہو گا اس لئے کہ اعیان میں جو ملک ثابت ہو وہ بطلان قبول نہیں کرتی۔[676]

دفعہ ۳۴۵: اگر ایک نہر دو افراد میں مشترک ہو اور دونوں نے چاہا کہ ہم میں سے ہر ایک شخص ایک روز اپنے لئے اس کو جاری کرے گا اور دوسرا دوسرے روز، تو جائز ہے۔[677]

وضاحت:

مذکورہ صورت اس لئے جائز ہے کہ یہ امر دونوں کے حق میں نافع ہے اور ان دونوں کے سوا کسی غیر کے حق میں مضر بھی نہیں، لیکن اگر دو افراد میں سے ہر ایک کا اپنا ایک نہر خاص ہو اور دونوں نے آپس میں اس بات پر صلح کی کہ ہم میں سے پہلا دوسرے کے نہر سے اپنے زمین کو سیر اب کرے گا اور دوسرا پہلے کی نہر سے اپنے زمین کو سیر اب کرے گا تو جائز نہیں جیسے کہ دو گھر کے مالکان سکونت کے لئے اس طرح کرے اور جائز نہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ بیع ہے اور شرب کی بیع جائز نہیں۔[678]

---

675 نفس مصدر

676 نفس مصدر:۴۰۹

677 نفس مصدر

678 فتاوی تاتارخانیہ، ۱۸:۴۰۶

باب پنجم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الشرب اور کتاب احیاء موات کی دفعہ بندی اور پاکستانی مروجہ قوانین کے ساتھ تقابل

فصل سوم: فتاویٰ عالمگیری کے کتاب احیاء موات کے باب اول اور باب ثانی کی دفعہ بندی اور پاکستان کے وضعی قانون LAND REVENUE ACT,1967 کے ساتھ تقابل

باب ا: موات کی تعریف اور موات میں امام المسلمین کو جن تصرفات کا اختیار حاصل ہے ان کے بیان میں، جس وجہ سے موات میں ملک ثابت ہوتی ہے اس کے بیان میں، اور جس سے موات میں حق ثابت ہوتی ہے ملک نہیں اس کے بیان میں، اور موات کے حکم کے بیان میں۔

موات کی تعریف

دفعہ ۳۴۶: "ھی ارض خارج البلد لم تکن ملکا لاحد ولا حقا لہ خاصا "[679] **ارض موات اس زمین کو کہتے ہیں جو شہر کی آبادی سے باہر ہو، خاص کسی کی ملک نہ ہو اور نہ اس میں کسی کا حق خاص متعلق ہو۔**[680]

وضاحت:

موات اس زمین کو کہتے ہیں جو شہر کی آبادی سے باہر خاص کسی کی ملک نہ ہو اور نہ اس میں کسی کا حق متعلق ہو اور وہ زمین قابل زراعت نہ ہو۔ اور جو زمین آبادی میں داخل ہو وہ موات نہیں۔ اور اسی طرح جو زمین شہر سے باہر ہے لیکن شہر کے مرافق میں سے ہیں جیسے آبادی کے لوگ وہاں سے لکڑیاں لاتے ہیں یا وہ لوگ وہاں اپنی مویشی چراتے ہیں تو وہ بھی موات نہ ہو گی یہاں تک کہ امام المسلمین کو یہ اختیار نہیں کہ ان قطعات زمین میں سے کسی کو کوئی ٹکڑا دے دیں۔ اسی طرح جس زمین سے نمک اور قار وغیرہ چیزیں نکلتی ہیں جس سے مسلمان لوگوں کی حاجت متعلق ہیں وہ بھی موات نہیں، امام کو اختیار نہیں کہ کسی کو اس زمین کا کوئی قطعہ دے۔ رہی یہ شرط کہ ارض موات وہ ہے جو آبادی سے باہر ہو تو اس میں امام طحاویؒ نے موات کے واسطے یہ شرط لگائی کہ وہ آبادی سے دور ہو اور ظاہر الروایہ کے مطابق یہ شرط نہیں حتیٰ کہ اگر آبادی سے قریب کوئی بحر ہو جس کا پانی خشک ہوا ہو اور کسی کی ملک نہ ہو تو وہ بھی ارض موات ہے۔[681]

صاحب بدائع نے ظاہر روایت کو صحیح کہا ہے اس لئے کہ موات وہ زمین ہے جس سے انتفاع حاصل نہ کیا جاتا ہو اور نہ کسی کی ملک ہو اور نہ کسی کا حق اس کے ساتھ خاص ہو خواہ وہ آبادی سے دور ہو یا قریب۔[682]

---

679 الھدایہ، ۴:۳۸۳

680 الفتاوی الھندیۃ، ۵: ۳۸۵

681 الھدایہ، ۴:۳۸۳

682 البدائع الصنائع، ۶:۱۹۴

صاحب قدوری نے لکھا ہے کہ جو زمین قدیم سے اجاڑ ہو اس کا کوئی مالک نہ ہو یا مملوک ہو لیکن زمانہ اسلام میں اس کا کوئی معین مالک نہ ہو اور وہ آبادی سے اس قدر دور ہو کہ اگر کوئی شخص آبادی کے انتہائی کنارے پر کھڑا ہو بلند آواز سے پکارے تو وہاں آواز سنائی نہ دے تو وہ موات ہے۔[683]

قاضی فخر الدینؒ نے فرمایا ہے کہ موات کی تعریف میں جو اقوال ہے ان میں اصح یہ ہے کہ آدمی آبادی کے کنارے پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے پکارے پس جہاں تک آواز پہنچے وہ قریہ ہے اور اس کے بعد جو زمین ہے وہ موات ہے بشرط یہ کہ اس کا کوئی مالک نہ ہو آبادی سے دور ہونے کا قول امام ابو یوسفؒ کا ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک اگر آبادی سے قریب بھی ہو لیکن اہل قریہ کا ارتفاق اس سے منقطع ہو تو یہ موات ہے۔ شمس الائمہ نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔[684]

تقابل:

موات کی تعریف سے متعلق وضعی قوانین لینڈ ریونیو ایکٹ، ۱۹۷۶، کے سیکشن ۵۰ میں مذکور ہے:

Presumption as to ownership of forests, quarries and waste-lands: (1) “When in any record-of-rights completed on or before the eighteenth day of November, 1871 in territories where the Punjab Land Revenue Act, 1887 was, with or without modifications, in force immediately before the commencement of this Act, it is not expressly provided that any forest or quarry, or any unclaimed, unoccupied, deserted or waste-land or any spontaneous produce or other accessory interest in land belongs to the land-owners, it shall be presumed to belong to Government”.[685]

ترجمہ: جنگلات، کانوں اور بنجر زمینوں میں ملکیت کا تصور: حقوق کا جو بھی ریکارڈ جو ۱۸ نومبر ۱۸۷۱، کو یا اس سے پہلے مکمل ہوا ہو، ان علاقوں میں جہاں پنجاب لینڈ ریونیو ایکٹ ۱۸۸۷، جو کہ ترامیم کے ساتھ یا بغیر ترامیم کے، فورا اس ایکٹ کے آغاز سے قابل عمل تھا، جس میں واضح طور پر یہ نہ بتایا گیا ہو کہ کوئی جنگل یا کان یا بے نامی اور غیر مقبوضہ زمین یا صحرائی اور بنجر زمین یا کوئی اور قدرتی پیداوار یا زمین کے دوسرے منافع، زمین کے کسی مالک کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، تو یہ سب حکومت کی ملکیت تصور ہو گی۔

دفعہ مذکورہ کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین میں موات کی تعریف میں تقریبا مماثلت پائی جاتی ہے۔ شرعی اور وضعی دونوں قوانین میں ارض موات حکومت وقت کی ملکیت ہے اور اس کو اختیار ہے کہ جس کو چاہے اس کی احیاء کے لئے دے دے۔ لیکن شرعی قوانین میں ارض موات کی تعریف میں "شہر سے باہر ہونے" کی قید ہے جب کہ وضعی قوانین میں یہ قید نہیں ہے۔

---

683 مختصر القدوری: ۱۴۰

684 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸:۳۴۲

685 LAND REVENUE ACT 1967,SEC.50,SUB CLAUSE.1

دفعہ ۳۴۷ : امام کو اختیار ہے کہ قطعہ موات کسی کو عطا کر دے اگر امام کی اجازت سے اس نے اس زمین کو تین سال میں آباد کیا تو اس کی ملک اس میں ثابت ہو گی۔[686]

وضاحت:

قطعہ موات کا اختیار امام کے پاس ہے وہ جس کو چاہے دے دیں اب امام جس کو موات کا قطعہ دے دیں تو اس کو تین سال تک یہ اختیار ہے کہ اس کے اندر اس کو آباد کریں۔اور اگر اس شخص نے زمین کے اس ٹکڑے کو تین سال کے اندر آباد نہ کیا تو وہ قطعہ زمین پھر موات کے حکم میں آجائے گی اور امام کو اختیار ہو گا کہ اس کو کسی دوسرے کے نام کر دے۔

دفعہ ۳۴۸ : زمین موات کو امام کے اجازت سے آباد کرنے سے ملک ثابت ہو جاتی ہے۔[687]

وضاحت:

امام اعظم ابو حنیفہؒ کے نزدیک ارض موات میں ملک ثابت ہونے کے لئے امام المسلمین کی اجازت ضروری ہے یعنی اگر امام کے اجازت کے بغیر اگر کسی نے اس کو آباد کیا تو اس کا مالک نہیں ہو گا اور امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک فقط احیاء سے یعنی آباد کرنے سے مالک ہو جائے گا، امام کی اجازت کی ضرورت نہیں۔صاحبینؒ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں، سنن ابی داوٗد کی روایت ہے " عَنْ سَعِيدِ بْنِ زَيْدٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ مَنْ أَحْيَا أَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ "[688] سعید بن زیدؓ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے رویت کرتے ہیں، آپ نے فرمایا" جس نے کسی ارض موات کی احیاء کی تو وہ اسی کی ملکیت ہو گی "۔اسی طرح موات میں ملک ثابت ہونے کے حکم میں ذمی مثل مسلمان کے ہیں۔[689]

---

686 الفتاوی الهندية،۵: ۳۸۶

687 نفس مصدر

688 سنن ابی داؤد، ابو داؤدسلیمان بن اشعث السجستانی،۳:۱۳۸،حدیث رقم:۳۰۷۳،المکتبۃ العصریۃ،صیدا،بیروت،بدون التاریخ

689 البدائع الصنائع،۶ :۱۹۵

دفعہ ۳۴۹ :اگر کسی نے ارض موات کو زندہ کرنے کے بعد چھوڑ دیا اور دوسرے شخص نے اس میں زراعت کی تو ایک قول کے مطابق دوسرا شخص اس کا مستحق ہے لیکن صحیح قول کے مطابق پہلا شخص اس کا مستحق ہے اس لئے کہ وہ احیاء کرنے کی وجہ سے اس کا مالک ہوا ہے، اس لئے فقط چھوڑ دینے سے اس کے ملک سے خارج نہ ہوگی۔[690]

دفعہ ۳۵۰ :زمین موات میں فقط تحجیر (پتھر رکھنے) سے کوئی اس کا مالک نہیں ہوگا۔[691]

وضاحت:

اگر کسی شخص نے ارض موات میں صرف تحجیر کی یعنی علامت کے طور پر پتھر رکھ دیئے تو اس سے وہ مالک نہیں ہوگا اس لئے کہ پتھر رکھنا احیاء ارض نہیں ہے اس لئے کہ احیاء یہ ہے کہ زمین کو قابل زراعت کر دے۔ اسی طرح زمین موات میں جو گھاس کانٹے وغیرہ ہیں اس کو کاٹنا یا اس کو صرف کوڑا کرکٹ وغیرہ سے صاف کرنا بھی احیاء ارض نہیں ہے جس سے کوئی اس کا مالک ہو جائے لیکن جس نے بھی ایسا کیا وہ دوسروں کے بنسبت اس ارض موات کے حق میں اولیٰ ہے۔ پس استحساناً حکم یہ ہے کہ تین سال تک اس کے ہاتھ سے یہ زمین واپس نہ لی جائے اور کسی کو نہیں چاہیئے کہ تین سال گزرنے سے پہلے اس زمین کی احیاء کرے۔ اور اصل حکم یہ ہے کہ اگر کسی نے تین سال گزرنے سے پہلے اس زمین کو قابل زراعت بنایا تو وہ اس کا مالک ہو جائے گا۔[692]

دفعہ ۳۵۱ :اگر ارض موات میں کسی نے بطور منارہ کے پتھر لگائے تو یہ اس زمین کی احیاء ہے اس لئے کہ پتھر جمانا بمنزلہ عمارت کے ہیں۔[693]

وضاحت:

احیاء کی معنی یہ ہیں کہ ارض موات میں کوئی عمارت بنائے یا درخت لگائے یا اس میں ہل چلائے یا اس کو پانی سے سیراب کرے، اسی طرح اگر ارد گرد چاردیواری بنائی یا اس کو مسنم (کوہان کی طرح) کر دیا کہ پانی سے محفوظ رہے تو یہ بھی احیاء ہے۔ یہی حکم بطور منارہ کے پتھر لگانے کا بھی ہے اس لئے کہ پتھر جمانا بمنزلہ عمارت کے ہیں۔[694]

---

690 الفتاوی الهندية ۵: ۳۸۶

691 نفس مصدر

692 الهدايه، ۴، ۳۸۴

693 الفتاوی الهندية، ۵: ۳۸۶

694 فتاوىٰ قاضيخان، ۳: ۷۵

دفعہ ۳۵۲ : اگر زمین موات میں کسی جگہ عمارت بنائی یا کسی جگہ کھیتی بوئی یا کاریز بنائی تو اس قدر زمین کا مالک ہو گا جس میں عمارت بنائی یا کھیتی بوئی یا کاریز بنائی باقی میں ملک ثابت نہ ہو گی۔[695]

وضاحت:

اگر زمین موات کے کسی حصے کا احیاء کیا اور کچھ حصہ چھوڑ دیا تو اس میں ملک ثابت ہونے کے بارے میں امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا اختلاف ہے۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر کسی نے نصف سے زیادہ زمین کی احیاء کی یعنی اس میں عمارت بنائی یا کھیتی بوئی یا کاریز بنائی تو پوری زمین کی احیاء قرار دی جائے گی۔ اور اگر نصف یا نصف سے کم کی احیاء کی تو اسی قدر میں اس کی ملک ثابت ہو گی پس امام ابو یوسف نے کثرت کا اعتبار کیا ہے۔[696]

امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ جس قدر اس نے زندہ نہیں کی ہے تو وہ ہنوز موات ہے اور جو حصہ رہ گیا ہو اور وہ زندہ کی ہوئی حصے کے بیچ میں ہو تو ایسا قرار دیا جائے گا کہ اس نے کل کو زندہ کر دیا اور اگر زمین موات ایک کونے میں رہ گیا ہو تو باقی کے احیاء سے پورے کا مالک نہ ہو گا۔[697]

دفعہ ۳۵۳ : اگر زمین موات میں کنواں کھود کر اس کو پانی دیا تو یہ زمین کا زندہ کرنا ہے چاہے اس میں زراعت کی ہو یا نہیں۔[698]

دفعہ ۳۵۴ : اگر ایک شخص نے دوسرے کو وکیل کیا کہ اس قطعہ زمین کی میرے لئے احیاء کر دے پس وکیل نے احیاء کر دی تو وہ قطعہ موکل کا ہو گا اگر امام نے اس کو اجازت دی ہو۔[699]

دفعہ ۳۵۵ : جو خراب زمین آبادی کے قریب ہو اگر اس کی کسی نے احیاء کی تو اس میں ملک ثابت نہیں ہو گی۔[700]

دفعہ ۳۵۶ : اگر دریا کے پانی کی دھار نے ہٹ کر زمین کے کسی حصے کو چھوڑ دیا تو اگر ایسا نظر آئے کہ دریا کا پانی پھر اسی جگہ بہنے لگے گا تو اس کی احیاء جائز نہیں۔[701]

---

695 الفتاوی الهندية، ۵: ۳۸۶

696 المحيط البرهانی، ۱۹: ۷۵

697 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۴۵

698 الفتاوی الهندية، ۵: ۳۸۷

699 نفس مصدر

700 نفس مصدر

701 نفس مصدر

وضاحت:

دریا کا پانی اگر زمین کے کچھ حصے کو چھوڑ کر بہنے لگے تو زمین کے اس چھوڑے ہوئے حصے کے احیاء کا حکم یہ ہے کہ اگر دریا کے پانی کا پھر اسی زمین پر بہنے کا امکان ہو تو اس زمین کی احیاء جائز نہیں لیکن اگر ایسا نظر آرہا ہو کہ پانی پھر اسی زمین میں نہیں بہے گا تو اس زمین کا حکم موات کا ہے۔اسی طرح اگر سمندر کے کنارے کسی کی زمین تھی اور وہ غرق ہو کر بحر بن گئی پھر اس زمین سے پانی جاتا رہا پھر کسی شخص نے اس زمین کی تعمیر کی تو بعض نے کہا ہے کہ یہ مالک قدیم کی ہو گی اور بعض نے کہا ہے کہ جس نے احیاء کی اس کی ہو گی۔[702]

دفعہ ۳۵۷: اگر امام نے کسی شخص کو کہا کہ تم چاہو تو فلاں ارض موات کو زندہ کر کے اس سے انتفاع حاصل کرو لیکن تیری ملک نہ ہو گی تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک امام کا یہ شرط رکھنا جائز اور صحیح ہے۔[703]

تقابل:

ارض موات کے انتفاع سے متعلق دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ ۱۸۸۲، سیکشن ۱۰۵ میں مذکور ہے:

Definition of Lease: "A lease of immovable property is a transfer of a right to enjoy such property, made for a certain time, express or implied, or in perpetuity, in consideration of a price paid or promised, or of money, a share of crops, service or any other thing of value, to be rendered, periodically or on specified occasions to the transferor by the transferee, who accepts the transfer on such terms".[704]

ترجمہ: اجارہ کی تعریف: کسی غیر منقولہ جائیداد کے اجارہ سے مراد اس جائیداد کے حقوق اور منافع کو منتقل کرنا ہے، کسی معین مدت کے لئے جو صراحتاً یا اشارۃً ذکر کیا گیا ہو، یا ہمیشہ کے لئے، ادا کئے گئے قیمت یا جس کی ادائیگی کا وعدہ کیا گیا ہو، کے عوض یا فصل کے کچھ حصے یا خدمات یا کسی اور قیمت والے چیز کے عوض، جو کہ وقفے وقفے سے یا خاص مواقع پر ٹرانسفری کے ذریعے جو مذکورہ شرائط کے مطابق انتقال کو تسلیم کرتا ہو، ٹرانسفرر کو ادا کرنا مشروط ہو۔

اس دفعہ کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین میں تھوڑا فرق پایا جاتا ہے۔شرعی قوانین میں اگر حکومت نے ارض موات کسی کو دے دیا اور اسے کہا کہ اس سے انتفاع حاصل کرے لیکن اس میں تمہاری ملک ثابت نہ ہو گی تو اس کے لئے اس سے بغیر ملک کے ثبوت کے بھی انتفاع جائز ہے لیکن وضعی قوانین میں کسی ارض موات کا کوئی شخص مستقل طور پر مالک نہیں بن سکتا لیکن اگر اس سے انتفاع حاصل کرتا ہے تو حکومت وہ زمین اس کو لیز (اجارہ) پر دیتی ہے اور اس اجارہ کے بدلے وہ شخص حکومت کو کچھ مال طے شدہ شرائط کے مطابق دے دیتا ہے۔

---

702 فتاویٰ تاتارخانیہ۔۱۸:۳۴۸

703 الفتاوی الهندیة،۵: ۳۸۷

704 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT 1882,SEC.105

دفعہ ۳۵۸ : اگر کسی شخص نے زمین موات میں زندہ کرنے کی غرض سے کنواں کھودااور پانی نکلنے میں ایک ہاتھ رہ گیا تھا کہ دوسرے شخص نے آکر اسی زمین میں کنواں کھوداتواس زمین کا شخص اول زیادہ حقدار ہے۔[705]

وضاحت:

مذکورہ دفعہ کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے ارض موات میں کنواں کھودا پھر پانی نکلنے میں ایک گز ہی باقی تھا کہ اس نے احیاء کو ترک کر دیا پھر اسی دوران دوسرا شخص آیا اور اس نے اس کنویں کو اور کھودااور پانی نکل آیا تو شخص اول ہی اس زمین کا مستحق ہو گا لیکن اگر شخص اول کے ترک کرنے کو ایک مہینہ ہو چکا ہو تو پھر دوسرا شخص مستحق ہو گا۔[706]

دفعہ ۳۵۹ : اگر پہاڑ کے اسفل میں کنواں کھوداتواس کے اعلیٰ کا بھی مالک ہو گا۔[707]

دفعہ ۳۶۰ : جس نے ارض موات میں کنواں کھوداتو اس کنویں کے واسطے اصل حریم ضروری ہے اگر دوسرے شخص نے اس کے حریم میں کنواں کھودنا چاہاتواس کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے۔[708]

وضاحت:

ارض موات کے کنویں کے دو حکم ہیں۔ایک اس کے حریم کا،دوسرا اس کے وظیفے کا۔پھر حکم حریم میں دو طرح کا بیان ہے۔ایک اصل حریم کا دوسرا مقدار حریم کا۔ جس نے ارض موات میں کنواں کھوداتو اس کنویں کے واسطے اصل حریم ضروری ہے اگر دوسرے شخص نے اس کے حریم میں کنواں کھودنا چاہاتواس کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے۔اسی طرح چشمے کے لئے بھی بالاجماع حریم ہے۔

دفعہ ۳۶۱ : چشمہ کے حریم کی مقدار بالاجماع پانچ سو گز ہے۔[709]

---

705 نفس مصدر

706 المحیط البرہانی،۱۹ :۷۵

707 الفتاوی الھندیۃ،۵: ۳۸۷

708 نفس مصدر

709 نفس مصدر

وضاحت:

چشمہ کے حریم کے مقدار کے بارے میں علماء کا اتفاق ہے کہ یہ پانچ سو گز ہے۔ پھر بعض نے فرمایا کہ یہ پانچ سو گز چاروں طرف سے ہیں یعنی ایک سو پچیس گز ہر طرف سے۔ اور اصح یہ ہے کہ ہر طرف سے پانچ سو گز مراد ہے۔ صاحب بدائع نے ذکر کیا ہے کہ بئر العطن یعنی وہ کنواں جس سے جانوروں کو پانی پلا کر اس کے گرد آرام کرتے ہیں، کا حریم چاروں طرف سے چالیس گز ہے۔[710]

اور اگر کسی شخص نے احیاء موات کے لئے زمین مذکور میں نہر بنائی تو صحیح قول کے مطابق بالاجماع اس کے حریم کا مستحق ہو گا۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک نہر کا حریم ہر دو طرف اس کے عرض کا نصف ہے اور امام محمدؒ نے فرمایا ہے کہ اس کا حریم نہر کے عرض کے برابر ہے۔ فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔[711]

عشری اور خراجی زمین کے حکم وظیفہ کا بیان

دفعہ ۳۶۲: اگر کسی مسلمان نے ارض موات کو زندہ کیا تو اگر اس نے عشری زمین کے تحت کے ارض موات کو زندہ کیا تو یہ بھی عشری ہو گی اور اگر خراجی زمین کے تحت کے ارض موات کو زندہ کیا تو یہ بھی خراجی ہو گی۔[712]

وضاحت:

زمین موات کے وظیفے کے بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر زمین موات عشری زمین کے اطراف میں ہو تو اس میں بھی عشر ہو گا اور اگر خراجی زمین کے اطراف میں ہو تو یہ بھی خراجی ہو گی۔ اور امام محمدؒ کا قول یہ ہے کہ اگر اس زمین موات کو عشر کے پانی سے زندہ کیا ہے تو وہ عشری ہے اور اگر خراجی پانی سے زندہ کیا ہے تو ہر حال میں وہ بالاجماع خراجی زمین ہو گی۔[713]

تقابل:

ارض موات کے ریونیو (مالیہ) سے متعلق لینڈ ریونیو ایکٹ، ۱۹۶۷ء، کے سیکشن ۴۹ میں مذکور ہے:

Assessment of land revenue: (1) All land, to whatever purpose applied and wherever situate, is liable to the payment of land-revenue to Government, except

---

710 البدائع الصنائع، ۶: ۱۹۵

711 فتاویٰ قاضیخان، ۳: ۶۷

712 الفتاوی الهندية، ۵: ۳۸۸

713 البدائع الصنائع، ۶:۱۹۵

(e) “waste and barren land not under cultivation for a continuous period of not less than six years immediately before the date of notification of general assessment or re-assessment,provided that where any waste and barren land is brought under cultivation at any time after the date of such notification such land shall not be liable to the payment of land-revenue for a period of six years from the date it is so brought under cultivation”.[714]

ترجمہ: محصولات زمین کی پیمائش: تمام زمینیں، جہاں کہیں بھی جس مقصد کے لئے بھی قابل عمل ہو، تو وہ حکومت کو مالیے کی ادائیگی کے لئے واجب الادا ہے، سوائے (ای) ان بنجر اور مردہ زمینوں کے، جو کم از کم گزشتہ چھ سالوں سے مسلسل زیر کاشت نہ ہو، تو وہ فوراعام پیمائش کی تحریری نوٹس کی تاریخ سے پہلے، یہ واضح کرتا ہے کہ جہاں کہیں بھی کوئی بنجر یا مردہ زمین زیر کاشت لائی جائے اس نوٹیفیکشن کے بعد، تو وہ زیر کاشت لانے کی تاریخ سے لیکر آئندہ چھ سالوں تک لینڈ ریوینو کے ادائیگی سے مستثنٰی ہوں گے۔

شرعی اور وضعی قوانین میں ارض موات کے احکامات میں جابجا فرق پایا جاتا ہے، شرعی قوانین میں ارض موات کے احیاء کے بعد ہی اس سے عشر اور خراج لیا جائے گا اور وضعی قوانین میں حکومت نہری زمینوں کے پیداوار سے مالیہ لیتی ہے تو اگر ارض موات نہری ہو تو اس کے احیاء کے بعد آئندہ چھ سال تک اس سے مالیا نہیں لیا جائے گا۔

دفعہ ۳۶۳: اگر امام کے اجازت سے کسی نے جنگل میں کنواں کھودا پھر دوسرے شخص نے آکر اس کے حریم میں کنواں کھودنا چاہا تو شخص اول کو اختیار ہے کہ اس کو منع کرے۔[715]

دفعہ ۳۶۴: اگر کسی نے زمین موات میں کاریز نکالی تو بالاجماع اس کے حریم کا مستحق ہے۔[716]

دفعہ ۳۶۵: ارض موات میں حریم کا استحقاق ہر طرف سے اس جگہ تک ہے جہاں کسی اور کا حق متعلق نہ ہو۔[717]

دفعہ ۳۶۶: اگر کسی شخص نے ارض موات میں امام کی اجازت سے درخت لگائے تو یہ شخص ان درختوں کے واسطے پانچ گز کے حریم کا مستحق ہو گا۔[718]

---

714 LAND REVENUE ACT 1976 ,SEC.49,SUB CLAUSE E

715 الفتاوی الهندیة،۵: ۳۸۸

716 نفس مصدر

717 فتاویٰ تاتارخانیه،۱۸: ۳۵۱

718 الفتاوی الهندیة،۵: ۳۸۸

دفعہ ۳۶۷: اگر دو افراد نے زمین موات میں ایک کنواں اپنے خرچہ سے اس شرط سے کھودا کہ کنواں ایک کا ہو گا اور حریم دوسرے کا، تو یہ جائز نہیں۔[719]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں جو شرط رکھا ہے یہ جائز اس لئے نہیں ہو گا کہ اس دونوں نے صلح موجب خلاف شرع چیز پر کی ہے اس لئے کہ شریعت نے حریم کو کنویں کا تابع کیا ہے اور وہ اس لئے کہ مالک اس سے انتفاع حاصل کرے تو حریم بھی کنویں کے مالک کا ہو گا، پس اس صورت میں کنواں اور حریم دونوں میں مشترک ہوں گے۔ اسی طرح اگر دو افراد نے باہم یہ شرط لگائی کہ ایک نہر کھودیں دوسرا زمین موات کی احیاء کرے اور نہر ایک کی ہو گی اور زمین دوسرے کی ہو گی تو پھر بھی جائز نہیں بلکہ یہ سب ان دونوں میں مشترک ہو گی۔[720]

دفعہ ۳۶۸: ایک شخص کی نہر دوسرے کی زمین میں واقع ہو تو اس کے لئے حریم نہیں ہو گا۔[721]

وضاحت:

مذکورہ صورت میں امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک ایسی نہر کا جو دوسرے کی زمین میں ہو حریم نہیں ہو گا مگر اس صورت میں کہ صاحب نہر حریم ہونے کے گواہ قائم کرے۔ صاحبینؒ کے نزدیک اس کے لئے بقدر مسناہ کے حریم ملے گا جس پر وہ صرف چل سکے اور نہر کی مٹی اس پر ڈال سکے۔[722]

دفعہ ۳۶۹: اگر کسی نے جنگل میں مکان بنایا تو اس کے حریم کا مستحق نہ ہو گا اس لئے کہ مکان سے بغیر حریم کے انتفاع ممکن ہے۔[723]

دفعہ ۳۷۰: اگر کسی کا کنواں دوسرے کے گھر میں ہو تو کنویں کا مالک کنویں کے صفائی کی مٹی اس کے گھر میں ڈالنے کا استحقاق نہیں رکھتا۔[724]

---

719 نفس مصدر

720 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۴۵

721 الفتاوی الھندیة، ۵: ۳۸۹

722 مختصر القدوری: ۱۴۰

723 الفتاوی الھندیة، ۵: ۳۸۹

724 نفس مصدر

دفعہ ۳۷۱ : اگر کسی نے مسجد یا محلے میں کنواں کھودنا چاہا اور اس میں کسی وجہ سے ضرر نہ ہو اور ہر لحاظ سے نفع ہو تو اس کو یہ اختیار ہے۔[725]

باب ۲: نہروں کے اگارنے اور ان کی اصلاح کے بیان میں

نہروں کے اقسام

دفعہ ۳۷۲: تین طرح کی نہریں ہوتی ہیں اول وہ نہریں جس کا اگارنا سلطان کے ذمے ہیں، دوسری قسم وہ ہیں جس کا اگارنا نہر والوں کے ذمے ہیں لیکن اگر انکار کریں تو ان پر جبر کیا جائے گا۔ تیسری قسم وہ نہریں ہیں جن کا اگارنا اہل نہر کے ذمے ہیں لیکن اگر وہ انکار کریں تو ان پر جبر نہیں کیا جائے گا۔[726]

دفعہ ۳۷۳ : اول جن کا اگارنا سلطان کے ذمے ہیں وہ نہریں ہیں جو بڑی بڑی ہیں، مقاسم میں داخل نہیں ہیں، جیسے دجلہ وفرات، سیحون، جیحون اور نیل وغیرہ۔[727]

وضاحت:

جو بڑی نہریں ہیں جیسے دریائے دجلہ وفرات، سیحون وجیحون اور نیل وغیرہ، اگر ان نہروں میں اگارنے کی ضرورت ہو تو اس کا اگارنا اور اس کے کنارے کی درستگی سلطان پر واجب ہے کہ بیت المال سے کرے اور اگر بیت المال میں نہ ہو تو مسلمانوں کو ان کے گھروں سے نکال کر اس کے اگارنے پر مجبور کیا جائے گا۔ پھر اگر کسی مسلمان نے چاہا کہ ان دریاؤں میں سے کوئی نہر کاٹ کر اپنی زمین میں لے جائے تو اس کو اختیار ہے اگر ضرر عام نہ ہو، اور اگر عام کو ضرر ہو جیسے نہر کا کنارہ ٹوٹ جائے اور اس سے غرق کا خوف ہو تو پھر اس کو منع کیا جائے گا۔[728]

دفعہ ۳۷۴ : دوسری قسم کی وہ نہریں، جن کا اگارنا اہل نہر کے ذمے ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو ان پر جبر کیا جائے گا، سے مراد ایسی بڑی نہریں ہیں جو قسمت میں داخل ہیں اور ان پر گاوں آباد ہے۔[729]

---

725 نفس مصدر

726 الفتاوی الهندية، ۵:۳۸۹

727 نفس مصدر

728 المحيط البرهاني، ۱۹: ۸۱

729 الفتاوی الهندية، ۵:۳۸۹

وضاحت:

دوسری قسم کی وہ بڑی نہریں جن کا اگارنا اہل نہر کے ذمے ہیں اور انکار کرنے پر ان پر جبر کیا جائے گا، سے مراد وہ نہریں ہیں جو قسمت میں داخل ہیں یعنی جن پر لوگوں کی اپنی اپنی باری مقرر ہو اور ان پر بستیاں آباد ہو۔ پس اگر ایسی نہروں کی اصلاح اور اگارنے کی ضرورت پیدا ہوئی تو اہل نہر پر لازم ہے اور اگر انہوں نے انکار کیا تو امام المسلمین ان کو اس پر مجبور کرے گا اس لئے کہ اس کا ضرر عام ہے۔ اور نہ اگارنے کی صورت میں جتنے لوگ اس سے پانی استعمال کرتے ہیں ان کے حق میں پانی کی قلت ہے اور ممکن ہے کہ اس سے اناج کی پیداوار میں بھی کمی آجائے پس ایسی صورت میں جو لوگ اس کی تقسیم داخل ہیں ان کو ان نہروں کے اگارنے پر مجبور کیا جائے گا۔ اور ایسی نہروں سے کسی کو اپنی زمین کے لئے نہر کاٹ کر لے جانے کا اختیار نہیں چاہے اہل نہر کے حق میں مضر ہو یا نہ ہو۔ اور ایسے پانی میں استحقاق شفہ (پانی سے سیر اب ہونے کا استحقاق) نہیں ہے۔[730]

دفعہ ۳۷۵: جس نہر کا اگارنا اہل نہر کے ذمے ہے اور انکار کی صورت میں ان پر جبر نہیں کیا جاسکتا وہ نہر خاص ہے۔[731]

وضاحت:

نہر خاص کا اگارنا اہل نہر کے ذمے ہے اور انکار کی صورت میں ان پر جبر نہیں کیا جاسکتا۔ نہر خاص سے مراد کیا ہے؟، اس بارے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اگر دس آدمیوں کی یا اس سے کم لوگوں کی نہر ہو یا اس نہر پر ایک گاوں ہو کہ اس کا پانی ان گاوں والوں میں تقسیم ہوتا ہو تو وہ نہر خاص ہے اس میں شفہ کا استحقاق ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ اگر چالیس آدمیوں سے کم کے لئے ہو تو نہر خاص ہے اور اگر چالیس کے واسطے ہو تو نہر عام ہے۔ بعض نے فرمایا کہ اگر سو آدمیوں سے کم کے لئے ہو تو نہر خاص ہے۔ بعض نے فرمایا ہے کہ اگر ہزار آدمیوں سے کم کے لئے ہو تو نہر خاص ہے۔ لیکن زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ یہ رائے مجتہد کے سپرد ہے وہ ان اقوال میں سے جس قول کو چاہے اختیار کرے۔

نہر خاص کی صورت میں اگر بعض شریکوں نے اگارنا چاہا اور بعض نے انکار کیا تو شیخ ابو بکر بن سعید بلخیؒ فرماتے ہیں کہ امام ان لوگوں کو جو انکار کرتے ہیں مجبور نہیں کرے گا اور جب لوگوں نے اگارنے میں حصہ لیا وہ متطوع قرار دیئے جائیں گے۔ شیخ ابو بکر اسکافؒ نے فرمایا کہ ان لوگوں پر اس واسطے جبر کیا جائے گا۔ خصافؒ نے نفقات میں ذکر فرمایا ہے کہ جن لوگوں نے نہر کے اگارنے میں حصہ لیا تو ان کو اختیار ہے کہ باقی لوگوں کو اس نہر سے انتفاع لینے سے منع کرے یہاں تک کہ یہ لوگ اپنے حصے کے اگارنے کا خرچہ دے دیں۔ یہی امام ابو یوسفؒ سے بھی مروی ہے۔[732]

---

730 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۵۸

731 الفتاوى الهندية، ۵: ۳۸۹

732 المحيط البرہانی، ۱۹: ۸۱

امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ نہر اوپر کی طرف سے اگارنی شروع ہو جائے گی پھر جس شخص کی زمین سے تجاوز کر جائے تو اگارنے کا خرچہ اس کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گا۔ صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ اگارنے کا خرچہ سب پر ان کی زمین اور شرب کے مقدار کے حساب سے اول تا آخر تقسیم کیا جائے گا۔ اور پانی پینے والے پر خرچہ میں سے کچھ لازم نہیں آئے گا اس لئے کہ وہ حصہ دار نہیں ہے۔ اور مشائخ نے امام ابو حنیفہؒ کے قول پر فتویٰ دیا ہے۔[733]

دفعہ ۳۷۶ : اگر ایک شخص کی زمین میں نہر سے پانی آنے کا دہانہ وسط زمین میں ہو پھر نہر کو اس نے اپنے دہانے تک اگار دیا تو اس کے ذمے سے تب تک اگارنا ساقط نہ ہو گا جب تک اس کے زمین سے تجاوز نہ کر جائے۔[734]

وضاحت:

اگر پانی کا دہانہ کسی کے وسط زمین میں ہو تو پھر بھی اس کے پورے زمین تک نہر کا اگارنا اس کے ذمے ہو گا۔ اور جب نہر کا اگارنا اس کے زمین سے تجاوز کر جائے اور ابھی پورے نہر کی اگرائی نہ ہوئی ہو تو بعض نے کہا ہے کہ اس شخص کو اختیار ہے کہ اپنے نہر کا دہانہ کھول کر اپنی زمین کو سیر اب کرے اور بعض نے کہا ہے کہ اس کو یہ اختیار نہیں جب تک پورے نہر کے اگارنے سے فراغت نہ ہو جائے اس لئے کہ جب وہ شریکوں سے پہلے اس کو کھول لے گا تو ان سے پہلے اس کو پانی مل جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ بعض متاخرین نے یہ رائے اختیار کی ہے کہ اسفل نہر سے اگارنا شروع کیا جائے۔[735]

دفعہ ۳۷۷ : اگر کسی قوم کے کسی محلے میں کسی خاص راستے کی اصلاح کی ضرورت پیش آئی تو جب درست کرتے ہوئے کسی کے دار تک پہنچ جائے تو اس سے خرچہ دور کیا جائے گا۔[736]

وضاحت:

اس مسئلے کی صورت یہ ہے کہ ایک قوم کسی محلے میں آباد ہے اور ان کے کسی کوچے میں درستگی کی ضرورت پیش آئی تو اول راستے کا خرچہ بالاتفاق سب گلی والوں پر آئے گا۔ اور اب جب ایک شخص کے گھر سے تجاوز کر جائے اور اس کے گھر کے سامنے جگہ کی اصلاح ہو جائے تو پھر باقی میں اس پر خرچہ آئے گا یا نہیں۔

---

733 فتاویٰ تاتارخانیہ، ۱۸: ۳۶۱

734 الفتاوى الهندية، ۵: ۳۹۰

735 المحيط البرہانی، ۱۹: ۸۳، ۸۲

736 الفتاوى الهندية، ۵: ۳۹۰

اس مسئلے میں کوئی روایت موجود نہیں لیکن شیخ الاسلامؒ نے اپنی شرح میں فقیہ ابو جعفرؒ سے روایت کی ہے کہ میں نے بعض مشائخ کی کتابوں میں دیکھا ہے کہ اس شخص سے خرچہ دور کیا جائے گا۔[737]

یہی تفصیل نہر عظیم کی اگرائی میں بھی ہے، جس پر چند گاؤں آباد ہو اور اگارتے ہوئے ایک گاؤں کے نہر کے دہانے تک پہنچے تو ان لوگوں سے خرچہ اگرائی بالاتفاق دور کیا جائے گا۔اور اگر نہر خاص پر قیاس کرے تو اس گاؤں والوں سے خرچہ اگرائی اس وقت تک ساقط نہیں ہو گا جب تک اگرائی کا کام اس گاؤں کی زمین سے تجاوز نہ کرے۔[738]

---

737 فتاویٰ تاتارخانیہ،۱۸ :۳۶۳،۳۶۲

738 المحیط البرہانی،۱۹ :۸۳

خلاصۂ باب

اس باب میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الشرب اور کتاب احیاء موات کی دفعی بندی اور وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے۔ یہ باب کل تین فصول اور ۱۱۲ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الشرب کے باب اول تا باب ثالث کی دفعہ بندی کی گئی ہیں اور ان دفعات کا "دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳" میں موجود وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ باب اول میں شرب کی تفسیر، اس کے رکن، شرط حل اور حکم کا بیان کیا گیا ہے۔ باب دوم میں شرب کی بیع اور اس کے متصلات کا بیان کیا گیا ہے۔ باب سوم میں ان چیزوں کا بیان ہے جو انسان نئی بنائے اور جن کے بنانے سے منع کیا جائے گا اور جن سے نہیں، اور ان چیزوں کا بیان ہے جو موجب ضمان ہے اور جو موجب ضمان نہیں۔

فصل دوم میں کتاب الشرب کے باب چہارم اور باب پنجم کی دفعہ بندی اور "دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳" میں موجود وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ باب چہارم میں شرب کے مقدمے میں دعویٰ اور اس کے متصلات اور گواہی کے سماعت کا بیان ہے اور باب پنجم میں کتاب الشرب کے متفرق مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

فصل سوم میں کتاب احیاء موات کے باب اول اور باب دوم کی دفعہ بندی اور "دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ ۱۸۸۲ اور لینڈ ریوینیو ایکٹ ۱۹۶۷" میں موجود وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ باب اول میں موات کی تعریف، موات میں امام المسلمین کے حق تصرف، موات میں وجوہ ثبوت ملک ،وجوہ ثبوت حقوق ملک اور موات کے حکم کا بیان کیا گیا ہے۔ باب دوم میں نہروں کے اقسام، ان کے اکارنے اور اصلاح کا بیان کیا گیا ہے۔

تحقیقی مقالے کے اس پانچویں باب میں کل گیارہ دفعات میں شرب اور احیاء موات سے متعلق شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے۔ شرب کے باب میں " دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳" کا ذکر کیا گیا ہے اور احیاء موات کے باب میں " دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ ۱۸۸۲ اور لینڈ ریوینیو ایکٹ ۱۹۶۷" کا ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورہ گیارہ مقامات میں سے آٹھ مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان مماثلت پایا جاتا ہے، جب کہ تین مواضع میں شرعی اور وضعی قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے۔

جن مواضع میں وضعی قوانین شرعی قوانین کے مطابق نہیں ان میں سے ایک دفعہ ۲۸۴ ہے۔ اس دفعہ کے مطابق شرعی قوانین میں شرب کی بیع جائز نہیں، البتہ اگر شرب کو زمین کی تابع کر کے بیچا تو جائز ہے۔ جب کہ وضعی قوانین میں حق شرب کو بغیر زمین کی بیع کے فروخت کیا جا سکتا ہے یا کسی اور ذریعے سے کسی اور کو منتقل کیا جا سکتا ہے صرف مجاز آفیسر کی اجازت لینی ہو گی۔

اسی طرح دفعہ ۲۵۷ میں بھی وضعی قوانین، شرعی قوانین کے ساتھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔ دفعہ مذکورہ کے مطابق اگر حکومت نے ارض موات کسی کو دے دیا اور اسے کہا کہ اس سے انتفاع حاصل کرے لیکن اس میں ملک ثابت نہ ہوگی تو بگیر ملک کے بھی اس کے لئے اس سے انتفاع جائز ہے لیکن وضعی قوانین میں کسی ارض موات کا کوئی شخص مستقل طور پر مالک نہیں بن سکتا اور اگر اس سے صرف انتفاع حاصل کرنا چاہے تو حکومت سے اجارہ (لیز) پر لے گی اور حکومت کو کچھ مال طے شدہ شرائط کے مطابق دے گا۔

اسی طرح دفعہ ۲۶۲ میں بھی وضعی قوانین شرعی قوانین کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے۔ شرعی قوانین میں ارض موات کے احیاء کے بعد وہ شخص جس نے احیاء کی ہے، زمین کے پیداوار سے عشر یا خراج دے گا جب کہ وضعی قوانین میں اگر ارض موات نہری ہو تو آئندہ چھ سالوں تک اس سے مالیہ نہیں لیا جائے گا۔

خلاصۂ بحث، نتائج بحث اور تجاویز و سفارشات

خلاصہ بحث

یہ مقالہ کل پانچ ابواب اور ذیلی فصول پر مشتمل ہے جن کا خلاصہ ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔

باب اول میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب اول تا باب ششم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ یہ باب کل تین فصول اور ۱۴۹ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الرہن کے باب اول اور باب دوم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ باب اول میں رہن کی تعریف، ارکان، شرائط، وقوع وعدم وقوع، جواز وعدم جواز اور وصی اور اب کے رہن رکھنے کا بیان کیا گیا ہے اور باب دوم میں مال مرہون کسی عادل شخص کے پاس رکھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں کتاب الرہن کے باب سوم اور باب چہارم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ باب سوم میں مرہون کے، ضمان یا بغیر ضمان کے تلف ہو جانے کا بیان کیا گیا ہے اور باب چہارم میں مرہون کے نفقہ اور مرہون سے مشابہ اشیاء کا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں کتاب الرہن کے باب پنجم اور باب ششم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ باب پنجم میں اس حق کا بیان ہے جو مرتہن کا مرہون میں واجب ہوتا ہے اور باب ششم میں راہن کی طرف سے مرہون میں زیادتی کا بیان کیا گیا ہے۔

تحقیقی مقالے کے باب اول میں کل ۲۰ دفعات میں شرعی قوانین اور وضعی قوانین دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ، ۱۸۸۲ء میں موجود "مورٹگیج لاء" (Mortgage Law) کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔ جس میں ۱۷ مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان مطابقت پایا جاتا ہے جب کہ تین مقامات پر شرعی اور مروجہ وضعی قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے۔ دفعہ نمبر ۱ میں رہن کی تعریف میں شرعی اور وضعی قوانین میں چند وجوہ سے فرق کو بیان کیا گیا ہے۔

۱۔ شرعی قوانین میں رہن کا لفظ تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد کے گروی رکھنے کے لئے استعمال ہوتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں لفظ رہن کا اطلاق صرف غیر منقولہ جائیداد جیسے گھر یا زمین وغیرہ پر ہوتا ہے۔

۲۔ شرعی قوانین میں منقولہ اشیاء کے گروی رکھنے کے لئے بھی رہن کا لفظ استعمال ہوتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں متاع کی گروی رکھنے کے لئے "پلیج" (PLEDGE) کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

۳۔ شرعی قوانین میں مال مرہون صرف دین حقیقی یا دین حکمی کے عوض میں رکھا جاتا ہے جب کہ وضعی قوانین میں مالی فرائض سے متعلق معاہدات کی پابندی کے لئے بھی رہن رکھا جا سکتا ہے۔

اسی طرح دفعہ ۱۳ میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں تضاد کو بیان کیا گیا ہے، شرعی قوانین میں مال مرہون کے منافع سے بلاعوض فائدہ حاصل کرنا جائز نہیں بلکہ اس کو اجارہ فاسدہ کہا ہے جیسا کہ کوئی راہن مرتہن کو ایک گھر رہن میں دے تا کہ قرض کی ادائیگی تک اس میں سکونت رکھے۔ جب کہ وضعی قوانین میں رہن کے چھ اقسام بیان ہوئے ہیں جن میں سے ایک قسم یوسفر کٹری مور ٹگیج ہے، جس کی تعریف میں مذکور ہے کہ مرہون سے جو حاصلات یعنی کرایہ اور منافع وغیرہ حاصل ہو اس سے مرتہن بلاعوض فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

اسی طرح دفعہ ۲۰ کی تفصیل میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں عدم مطابقت کو واضح کیا گیا ہے، شرعی قوانین میں کسی چیز کے صرف منافع کو رہن رکھنا جائز نہیں جب کہ وضعی قوانین میں اگر کوئی شخص کسی چیز کے صرف منافع کا مالک ہو تو وہ صرف ان منافع کے حد تک اس چیز کو رہن رکھ سکتا ہے۔

بابِ دوم میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الرہن کے باب ہفتم تا دوازدہم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ یہ باب تین فصول اور ۴۵ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الرہن کے باب ہفتم اور باب ہشتم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ ساتویں باب میں قرضہ کے مال کے وصول کرنے کے وقت مال مرہون کے سپرد کرنے کا بیان ہے اور آٹھویں باب میں مال مرہون میں راہن یا مرتہن کے تصرف کا بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں کتاب الرہن کے باب نہم اور باب دہم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ نواں باب مال مرہون میں راہن اور مرتہن کے اختلاف کرنے اور اس میں گواہی دینے کے بیان میں ہے اور دسویں باب میں چاندی کے عوض چاندی اور سونے کے عوض سونے کے رہن رکھنے کا بیان کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں کتاب الرہن کے گیارہویں اور بارہویں باب کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ گیارہویں باب میں متفرق مسائل بیان کئے گئے ہیں جب کہ بارہویں باب میں رہن سے متعلق دعاوی اور خصومات اور اس کے متصلات کا بیان کیا گیا ہے۔

اس باب میں دو مقامات پر رہن سے متعلق شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے، جس میں ایک مقام پر شرعی اور وضعی قوانین میں مطابقت پایا جاتا ہے جب کہ دفعہ ۱۷۱ کے تحت شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان تضاد کو بیان کیا گیا ہے۔ شرعی قوانین میں راہن ہی عقد رہن میں عادل نہیں بن سکتا کہ مرہون کو اپنے پاس رکھنے کا شرط رکھے جب کہ وضعی قوانین میں رہن کے اقسام میں سے ایک قسم "سمپل مور ٹگیج" (Simple Mortgage) ہے جس میں مال مرہون راہن ہی کے پاس رہتا ہے اور وقت آنے پر وہ خود ہی اس کو فروخت کرتا ہے۔

باب سوم میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب اول تا باب ثالث کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔ یہ باب کل تین فصول اور ۳۰ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الصید کے باب اول کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔اس باب میں صید کی تفسیر، رکن اور حکم کا بیان کیا گیا ہے۔

فصل دوم میں کتاب الصید کے باب دوم کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔اس باب میں ان صورتوں کا بیان ہے جن سے شکار ملک میں آجاتی ہے اور جن سے ملک میں نہیں آتی۔

اس باب میں کل آٹھ دفعات میں شرعی قوانین اور وائلڈ لائف ایکٹ میں موجود وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے، جن میں پانچ مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان مطابقت پایا جاتا ہے جب کہ تین دفعات میں شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان معمولی تضاد پایا جاتا ہے۔

جن مواضع میں شرعی اور وضعی قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے ان میں سے دفعہ ۱۹۶ میں شکار کے اوقات کے بارے میں شرعی اور وضعی قوانین کا تقابل کیا گیا ہے۔شرعی قوانین میں شکار کو کسی وقت کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے جب کہ وضعی قوانین میں غروب آفتاب کے بعد اور طلوع آفتاب سے پہلے شکار کی اجازت نہیں۔

اسی طرح دفعہ ۱۹۷ کی تفصیل میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں عدم مطابقت پایا جاتا ہے۔شرعی قوانین میں اگر کوئی شکاری جانور کو پکڑلے تو وہ اس کی ملک ہوگی جب کہ وضعی قوانین میں اگر کوئی کسی شکاری جانور یا پرند کو پکڑلے تو جب تک اس کے پاس حکومت کی طرف سے لائسنس نہ ہو تو وہ حکومت کی ملکیت ہوگی۔

اسی طرح دفعہ ۱۹۹ کی تفصیل میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں فرق پایا جاتا ہے۔شرعی قوانین کے مطابق اگر کسی نے جال پھیلایا اور اس میں شکار پھنس گیا تو جال والا اس کا مالک ہوگا، جب کہ وضعی قوانین میں جال، پھندے یا کنڈے وغیرہ کے ذریعے شکار کو پکڑنا ممنوع ہے، اگر کسی نے خلاف ورزی کی تو وائلڈ لائف ایکٹ کے پی ۲۰۱۵ کے مطابق اس کے خلاف کارروائی ہوگی۔

اسی طرح دفعہ ۲۰۴ میں بھی شرعی اور وضعی قوانین میں عدم مطابقت پایا جاتا ہے۔شرعی قوانین میں اگر کسی کے زمین میں شکاری پرندے نے انڈے دیئے یا ہرن نے گھر بنایا اور کسی نے آکر اس کو لیا تو اسی کی ملک ہوگی جب کہ وضعی قوانین میں شکار کھیلنے کے پرمٹ کے بغیر اس طرح کے تمام جانور حکومت کی ملکیت ہے۔

باب چہارم میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الصید کے باب چہارم تا باب ہفتم کی دفعہ بندی اور وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔یہ باب کل تین فصول اور ۴۲ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الصید کے باب چہارم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں اور وائلڈ لائف ایکٹ ۲۰۱۵ کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔اس باب میں صید کے شرائط بیان کئے گئے ہیں۔

فصل دوم میں کتاب الصید کے باب پنجم اور باب ششم کی دفعہ بندی کی گئی ہیں۔باب پنجم میں ان حیوانات کا ذکر کیا گیا ہے جو ذکاۃ قبول نہیں کرتے اور جو قبول کرتے ہیں اور باب ششم میں مچھلی کے شکار کا ذکر کیا گیا ہے۔

فصل سوم میں کتاب الصید کے باب ہفتم کی دفعہ بندی کی گئی ہے۔اس باب میں متفرقات کا بیان کیا گیا ہے۔

تحقیقی مقالے کے اس چوتھے باب میں چار دفعات میں شرعی قوانین اور وائلڈ لائف ایکٹ ۲۰۱۵ میں موجود وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے اور ان تمام دفعات کی تفصیل میں شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان مطابقت پایا جاتا ہے۔

باب پنجم میں فتاویٰ عالمگیری کے کتاب الشرب اور کتاب احیاء موات کی دفعی بندی اور وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے۔یہ باب کل تین فصول اور ۱۱۲ دفعات پر مشتمل ہے۔

فصل اول میں کتاب الشرب کے باب اول تا باب ثالث کی دفعہ بندی کی گئی ہیں اور ان دفعات کا "دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳" میں موجود وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔باب اول میں شرب کی تفسیر،اس کے رکن،شرط حل اور حکم کا بیان کیا گیا ہے۔باب دوم میں شرب کی بیع اور اس کے متصلات کا بیان کیا گیا ہے۔باب سوم میں ان چیزوں کا بیان ہے جو انسان نئی بنائے اور جن کے بنانے سے منع کیا جائے گا اور جن سے نہیں،اور ان چیزوں کا بیان ہے جو موجب ضمان ہے اور جو موجب ضمان نہیں۔

فصل دوم میں کتاب الشرب کے باب چہارم اور باب پنجم کی دفعہ بندی اور "دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳" میں موجود وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔باب چہارم میں شرب کے مقدمے میں دعویٰ اور اس کے متصلات اور گواہی کے سماعت کا بیان ہے اور باب پنجم میں کتاب الشرب کے متفرق مسائل بیان کئے گئے ہیں۔

فصل سوم میں کتاب احیاء موات کے باب اول اور باب دوم کی دفعہ بندی اور "دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ ۱۸۸۲ اور لینڈ ریوینیو ایکٹ ۱۹۶۷" میں موجود وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا گیا ہے۔باب اول میں موات کی تعریف،موات میں امام المسلمین کے حق تصرف،موات میں وجوہ ثبوت ملک ،وجوہ ثبوت حقوق ملک اور موات کے حکم کا بیان کیا گیا ہے۔باب دوم میں نہروں کے اقسام،ان کے اگارنے اور اصلاح کا بیان کیا گیا ہے۔

تحقیقی مقالے کے اس پانچویں باب میں کل گیارہ دفعات میں شرب اور احیاء موات سے متعلق شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان تقابل کیا گیا ہے۔ شرب کے باب میں " دی کینال اینڈ ڈرینج ایکٹ ۱۸۷۳" کا ذکر کیا گیا ہے اور احیاء موات کے باب میں " دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ ۱۸۸۲ اور لینڈ ریوینیو ایکٹ ۱۹۶۷" کا ذکر کیا گیا ہے۔ مذکورہ گیارہ مقامات میں سے آٹھ مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان مماثلت پایا جاتا ہے، جب کہ تین مواضع میں شرعی اور وضعی قوانین میں تضاد پایا جاتا ہے۔

جن مواضع میں وضعی قوانین شرعی قوانین کے مطابق نہیں ان میں سے ایک دفعہ ۲۸۴ ہے۔ اس دفعہ کے مطابق شرعی قوانین میں شرب کی بیع جائز نہیں، البتہ اگر شرب کو زمین کی تابع کر کے بیچا تو جائز ہے۔ جب کہ وضعی قوانین میں حق شرب کو بغیر زمین کی بیع کے فروخت کیا جاسکتا ہے یا کسی اور ذریعے سے کسی اور کو منتقل کیا جاسکتا ہے صرف مجاز آفیسر کی اجازت لینی ہوگی۔

اسی طرح دفعہ ۲۵۷ میں بھی وضعی قوانین، شرعی قوانین کے ساتھ زیادہ مطابقت نہیں رکھتے۔ دفعہ مذکورہ کے مطابق اگر حکومت نے ارض موات کسی کو دے دیا اور اسے کہا کہ اس سے انتفاع حاصل کرے لیکن اس میں ملک ثابت نہ ہوگی تو بگیر ملک کے بھی اس کے لئے اس سے انتفاع جائز ہے لیکن وضعی قوانین میں کسی ارض موات کا کوئی شخص مستقل طور پر مالک نہیں بن سکتا اور اگر اس سے صرف انتفاع حاصل کرنا چاہے تو حکومت سے اجارہ (لیز) پر لے گی اور حکومت کو کچھ مال طے شدہ شرائط کے مطابق دے گا۔

اسی طرح دفعہ ۲۶۲ میں بھی وضعی قوانین شرعی قوانین کے ساتھ مطابقت نہیں رکھتے۔ شرعی قوانین میں ارض موات کے احیاء کے بعد وہ شخص جس نے احیاء کی ہے، زمین کے پیداوار سے عشر یا خراج دے گا جب کہ وضعی قوانین میں اگر ارض موات نہری ہو تو آئندہ چھ سالوں تک اس سے مالیہ نہیں لیا جائے گا۔

اس طرح یہ مقالہ فتاویٰ عالمگیری کے چار کتب "کتاب الرہن، کتاب الصید، کتاب الشرب اور کتاب احیاء موات" کی دفعہ بندی پر مشتمل ہے جس میں کل چھبیس (۲۶) ابواب ہیں۔ کل دفعات تین سو اٹھتر (۳۷۸) ہیں اور " ۴۵ " مقامات پر شرعی اور وضعی قوانین کا تقابل کیا گیا ہے۔

نتائج بحث

زیرِ نظر تحقیق سے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے گئے ہیں:

فتاویٰ عالمگیری حسن ترتیب اور فقہی جزئیات کی کثرت اور جامعیت کی وجہ سے دیگر فتاویٰ سے ممتاز ہے۔ اس فتاویٰ میں جزئیات اور تفریعات جس کثرت کے ساتھ موجود ہیں شاید ہی کسی اور فتاویٰ میں موجود ہو۔ اسی طرح مروجہ قانون میں جو دفعات ذکر ہیں، بہت سارے جزئیات کو شامل نہیں ہوتے یہاں تک کہ "دی ٹرانسفر آف پراپرٹی ایکٹ ۱۸۸۲" میں رہن سے متعلق جو دفعات موجود ہیں ان سے زیادہ مقدار میں اس فتاویٰ میں موجود ہیں۔ اسی طرح اس فتاویٰ کی ابواب بندی اور ترتیب نہایت عمدہ ہے جس سے مصنفین کو علمی ذوق حاصل ہوتا ہے۔

اس مقالے کے بنیادی مقاصد میں یہ بات سرفہرست تھی کہ دیکھا جائے کہ کیا فقہ اسلامی کا قدیم ذخیرہ موجودہ دور میں قابل عمل ہے؟۔ تو فتاویٰ عالمگیری کے رہن، صید، شرب اور احیاء موات سے متعلقہ قوانین کی دفعہ بندی اور وضعی قوانین کے ساتھ ان کے تقابل سے یہ واضح ہو گیا ہے کہ قدیم علمی ذخیرہ میں مذکور اصطلاحات کو عصر حاضر میں رائج جدید اصطلاحات سے تبدیل کرتے ہوئے، قدیم علمی و فقہی ذخیرے کو بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ فقہ اسلامی کے قدیم ذخیرہ کو معاصر قوانین کی ترتیب پر لا کر جدید علوم سے وابستہ افراد کے استفادہ کے قابل بنایا جا سکتا ہے۔

اسی طرح شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان تقابل سے یہ بات سامنے آئی ہیں کہ پاکستان میں رائج وضعی قوانین کا اکثر حصہ شرعی قوانین سے مطابقت رکھتا ہے اور چند ایک مقامات پر عدم مطابقت پایا جاتا ہے جس کی نشاندہی کی گئی ہیں، البتہ بعض قوانین میں تفصیل اور اختصار کا فرق پایا جاتا ہے۔

زیرِ نظر تحقیق سے یہ نتیجہ واضح طور پر سامنے آتا ہے کہ فتاویٰ عالمگیری کی دفعہ بندی اور جدید اصطلاحات کے استعمال سے اسے ملکی سطح پر بطور قانون رائج کیا جانا ممکن ہے اور اس سے عام لوگوں کے مسائل کو سمجھنے اور اسے حل کرنے میں آسانی رہے گی۔

تجاویز وسفارشات

مقالے کی تکمیل میں جن باتوں کو مزید تحقیق کے لیے مناسب سمجھا اسے ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

1. فتاویٰ عالمگیری کی جس حصے کی ابھی تک دفعہ بندی نہیں کی گئی ہیں اس کو بھی دفعہ بند کیا جائے۔
2. فتاویٰ عالمگیری کی دفعہ بند حصے کو یکجا کر کے اس کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے۔
3. فتاویٰ عالمگیری کے تمام کلیات کا موجودہ وضعی قوانین کے ساتھ تقابل کیا جائے۔
4. موجودہ فقہی قوانین کو آسان نہج کے ساتھ سہل انداز میں پیش کیا جائے تا کہ عوام الناس کے لئے اس کا سمجھنا آسان ہو۔
5. وضعی قوانین میں موجود رہن کے اقسام پر نظر ثانی کی جائے اور اسے شرعی قوانین کے مطابق کیا جائے۔
6. صید (شکار) سے متعلقہ سارے وضعی قوانین کو فقہی پیرائے پر دیکھا جائے اور جو کمی اس میں پائی جا رہی ہیں، ان کو پورا کیا جائے۔
7. صید سے متعلق وضعی قوانین میں ذبح اور حلت وحرمت سے متعلق دفعات کا اضافہ کیا جائے۔
8. احیاء موات سے متعلق احکامات میں شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان عدم مطابقت کو دور کیا جائے۔
9. حق شرب اور اس کے خرید وفروخت سے متعلق وضعی قوانین کو واضح کیا جائے۔
10. جن مقامات میں شرعی اور وضعی قوانین کے درمیان عدم مطابقت پایا جاتا ہے، اسلامی نظریاتی کونسل کے سفارشات کی روشنی میں اس کا جائزہ لیا جائے۔

فنی فہارس

فہرس آیات قرآنیہ

نمبر شمار	آیات	سورۃ و آیت نمبر	صفحہ
1.	لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ	الشعراء،۱۵۵	۱۴۶
2.	أُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ	المائدہ،۹۶	۱۰۸
3.	وَإِنْ كُنْتُمْ عَلَى سَفَرٍ وَلَمْ تَجِدُوا كاتِباً فَرِهانٌ مَقْبُوضَةٌ فَإِنْ أَمِنَ بَعْضُكُمْ بَعْضاً فَلْيُؤَدِّ الَّذِي اؤْتُمِنَ أَمانَتَهُ وَلْيَتَّقِ اللَّهَ رَبَّهُ وَلا تَكْتُمُوا الشَّهادَةَ وَمَنْ يَكْتُمْها فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ وَاللَّهُ بِما تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ	البقرہ،۲۸۳	۰۲
4.	فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَمِنْهَاجًا وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَعَلَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ	المائدہ،۴۸	ک

فہرس احادیث نبویہ

فہرست اعلام

فہرس مصادر و مراجع

نام کتب، نام مصنف، نام مکتبہ و سن اشاعت	نمبر شمار
القرآن الکریم	.1
الاختیار لتعلیل المختار،عبد اللہ بن محمود بن مودود،مطبعۃ الحلبی،القاہرۃ،۱۳۵۶ھ	.2
الاستیعاب فی معرفت الاصحاب،ابن عبد البر یوسف بن عبد اللہ،دار الجیل ، بیروت،۱۴۱۲ھ	.3
اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ،ابن اثیر علی بن ابی الکرم محمد بن محمد،دار الکتب العلمیۃ،بیروت،۱۴۱۵ھ	.4
الاصابۃ،ابن حجر احمد بن علی العسقلانی،دار الکتب العلمیۃ ، بیروت،۱۴۱۵ھ	.5
الاصل ،محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی،دار ابن حزم،بیروت،۱۴۳۳ھ	.6
الاعلام ، خیر الدین بن محمود الزرکلی، دار العلم للملایین ، بیروت، ۱۴۲۲ھ	.7
البحر الرائق،ابن نجیم زین الدین بن ابراہیم،دار الکتاب الاسلامی،بدون التاریخ	.8
بدایۃ المبتدی،علی بن ابی بکر المرغینانی،مکتبۃ ومطبعۃ محمد علی صبح ،القاہرۃ،ت ن	.9
بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع،ابوبکر بن مسعود بن احمد الکاسانی،دار الکتب العلمیۃ،بیروت، ۱۴۰۶ھ	.10
البنایۃ،محمد بن احمد بدر الدین العینی،دار الکتب العلمیۃ ، بیروت ، ۱۴۲۰ھ	.11
البیان فی مذہب الامام الشافعی، ابو الحسین یحیی بن ابی الخیر الشافعی ،دار المنہاج، جدۃ،۱۴۲۱ء	.12
تاج العروس،محمد بن محمد مرتضیٰ الزبیدی،دار الہدایۃ، بیروت،بدون التاریخ	.13
تاریخ بغداد، احمد بن علی خطیب بغدادی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۷ھ	.14
تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق،فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی،المطبعۃ الکبری الامیریۃ،القاہرۃ، ۱۳۱۳ھ	.15
التجرید للقدوری ،ابو الحسین احمد بن محمد القدوری،دار السلام ، القاہرۃ،۱۴۲۷ھ	.16

17. تحفة الفقہاء، علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی،دار الکتب العلمیۃ، بیروت،۱۴۱۴ھ

18. تفسیر الطبری،محمد بن جریر الطبری،مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت،۱۴۲۰ھ

19. جمع الضمانات، أبو محمد غانم بن محمد البغدادي الحنفي (المتوفى: 1030هـ)، دار الكتاب الإسلامي، بيروت، بدون طبعة وبدون تاريخ

20. الجوہرۃ النیرۃ ،ابوبکر بن علی الحنفی،المطبعۃ الخیریۃ،۱۳۲۲ھ

21. حکم تقنین الشریعۃ الاسلامیۃ ،عبد الرحمٰن بن سعد الشثری،،دار الصمیعی للنشر والتوزیع،الریاض،۱۴۲۸ھ

22. الدر المختار، ابن عابدین محمد بن عمر بن عبد العزیز، الدمشقی الحنفی، دار الہجرت ، دار الفکر، ولاد

23. درر الحكام في شرح مجلة الأحكام، علي حيدر خواجه أمين أفندي (المتوفى: 1353هـ)، دار الجيل، بيروت، الطبعة الأولى، 1411هـ - 1991م

24. درر الحکام شرح غرر الاحکام،ملا خسرو محمد بن فرامزر ،دار احیاء التراث العربی ، بیروت ، بدون التاریخ

25. رد المحتار علی الدر المختار،ابن عابدین محمد بن عمر الحنفی،دار الفکر ،بیروت ،۱۴۱۲ھ

26. سنن ترمذی،محمد بن عیسیٰ الترمذی،شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی،مصر،۱۳۹۵ھ

27. سنن ابی داؤد، ابو داؤدسلیمان بن اشعث،المکتبۃ العصریۃ ،صیدا ، بیروت،بدون التاریخ

28. السنن الکبریٰ،احمد بن الحسین البیہقی،دار الکتب العلمیۃ ، بیروت،۱۴۲۴ھ

29. سیر اعلام النبلاء،محمد بن احمد الذہبی،مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت،۱۴۰۵ھ

30. شرح مختصر الطحاوی،احمد بن علی ابوبکر ارازی الجصاص،دار لبشائر الاسلامیۃ، ورد السراج،۱۴۳۱ھ

31. شرح السنۃ،محيي السنة، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء البغوي الشافعي (المتوفى: 516هـ)، المكتب الإسلامي دمشق، بيروت، الطبعة الثانية، 1403هـ - 1983ء

32. شرح السیر الکبیر،شمس الائمۃ محمد بن احمد السرخسی، الشرکۃ الشرقیہ للاعلانات،۱۹۷۱ء

33. شرح مشكل الآثار ،احمد بن محمد الطحاوى،مؤسسة الرسالة، بيروت، ۱۴۱۵ھ

34. شرح معاني الآثار، أبو جعفر أحمد بن محمد بن سلامة الأزدي الحجري المصري المعروف بالطحاوي (المتوفى: 321هـ)، عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى 1414 هـ، 1994

35. الصحاح تاج اللغة،اسمٰعيل بن حماد الجوہری،دار العلم للملايين، بيروت،۱۴۰۷ھ

36. صحيح البخاری،محمد بن اسمٰعيل البخاری،دار طوق النجاة، بيروت،۱۴۲۲ھ

37. صحيح مسلم، مسلم بن الحجاج أبو الحسن القشيري النيسابوري (المتوفى: 261هـ)، دار إحياء التراث العربي، بيروت

38. طبقات الفقہاء، ابو اسحاق ابراہیم بن على الشيرازى ، ص ۶۷ و ۶۸، دار الرائد العربى، بيروت ، لبنان، طبعہ اولىٰ ۱۹۷۰ء

39. الطبقات الكبرى، أبو عبد الله محمد بن سعد بن منيع الهاشمي بالولاء، البصري، البغدادي المعروف بابن سعد (المتوفى: 230هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1410هـ / 1990

40. العناية،محمد بن محمد بن محمود،بدون طبع والتاريخ

41. غمز عيون البصائر ،احمد بن محمد بن مكى الحموى،دار الكتب العلمية، بيروت،۱۴۰۵ھ

42. الفتاوى الہندية، لجنة علماء برئاسة نظام الدين بلخى، دار الفكر، بيروت، ۱۳۱۰ھ

43. فتح العزيز بشرح الوجيز، عبد الكريم بن محمد الرافعي القزويني (المتوفى: 623هـ)، دار الفكر، بيروت

44. فتح القدير ،محمد بن عبد الواحد السيواسى،بدون طبع والتاريخ

45. الفقه الاسلامى واد لته للزحيلى، داكٹر وہبہ بن مصطفىٰ الزحيلى،دار الفكر ، بيروت، ۱۴۰۵ھ

46. كنز الدقائق،عبد الله بن احمد النسفى،مدار البشائر الاسلامية،۱۴۳۲ھ

47. اللباب فى شرح الكتاب، عبد الغني بن طالب بن حمادة بن إبراهيم الغنيمي الدمشقي الميداني الحنفي (المتوفى: 1298هـ)، المكتبة العلمية، بيروت، لبنان

48. لسان الحكام في معرفة الأحكام، أحمد بن محمد بن محمد، أبو الوليد، لسان الدين ابن الشِّحْنَة الثقفي الحلبي (المتوفى: 882هـ)، البابي الحلبي، القاهرة، الطبعة الثانية، 1973ء

.49 لسان العرب، ابن منظور، مُحمّدبن مكرم (متوفی: ۷۱۱ھ)، دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۴ھ

.50 المبسوط،شمس الائمۃ مُحمّد بن احمد السرخسی،دارالمعرفۃ، بیروت،۱۴۱۴ھ

.51 مجلة الأحكام العدلية، لجنة مكونة من عدة علماء وفقهاء في الخلافة العثمانية، نور مُحمّد، كارخانه تجارتِ كتب، آرام باغ، كراتشي

.52 مجمع الانهر فی شرح ملتقی الابحر ،عبدالرحمٰن بن مُحمّد المعروف بشیخی زادہ،دار احیاء التراث العربی ، بیروت،بدون التاریخ

.53 مجموعہ قوانین اسلام، ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن ، ۶: ۲۰۶۹، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، اسلام آباد، طبع پنجم ۲۰۰۸ء

.54 المحيط البرهاني في الفقه النعماني، أبو المعالي برهان الدين محمود بن أحمد بن عبد البخاري الحنفي (المتوفى: 616هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، لبنان، الطبعة الأولى، 1424 ه /2004ء

.55 مختصر القدوری،ابو الحسین احمد بن مُحمّد القدوری، دار الکتب العلمیۃ ، بیروت،۱۴۱۸ھ

.56 مدارك التنزيل وحقائق التأويل)، أبو البركات عبد الله بن أحمد بن محمود حافظ الدين النسفي (المتوفى: 710هـ)، ۲: ۵۷۷، دار الكلم الطيب، بيروت، الطبعة الأولى، 1419هـ/ 1998ء

.57 مدخل لدراسۃ الشریعۃ الاسلامیۃ،ڈاکٹر مُحمّد یوسف القرضاوی،مؤسسۃ الرسالۃ ، بیروت،۱۹۹۳ء

.58 المدونة، مالك بن أنس بن مالك بن عامر الأصبحي المدني (المتوفى: 179هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة: الأولى، 1415هـ/ 1994ء

.59 المراسيل، ابو داود سليمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشير بن شداد بن عمرو الأزدي السِّجِسْتاني (المتوفى: 275هـ)، مؤسسة الرسالة، بيروت،الطبعة الأولى، 1408ه

.60 مسند احمد، مُحمّد بن احمد بن حنبل،دار الحدیث، القاہرۃ،۱۴۱۶ھ

.61 مسند اسحاق بن راہویہ، اسحٰق بن ابراہیم المروزی،مکتبۃ الایمان، المدینۃ المنورۃ،۱۴۱۲ھ

.62 مسند المؤطا،عبد الرحمٰن بن عبد اللہ الجوہری، ، دار الغرب الاسلامی ،بیروت،۱۴۱۷ھ

.63 مصنف ابن ابی شیبۃ،ابوبکر بن ابی شیبۃ العبسی،مکتبۃ الرشد، الریاض،۱۴۰۹ھ

.64 المعجم الکبیر ،سلیمان بن احمد الطبرانی،مکتبۃ ابن تیمیۃ، القاہرۃ،۱۴۱۵ھ

.65 معرفة الصحابة، ابو نعيم احمد بن عبد الله،دارالوطن للنشر ، الرياض،١٤١٩ھ

.66 المغرب فی ترتیب المعرب،ناصر بن عبد السید الخوارزمی، دار الکتاب العربی ،بیروت، بدون التاریخ

.67 مغني المحتاج إلى معرفة معاني ألفاظ المنهاج، شمس الدين، محمد بن أحمد الخطيب الشربيني الشافعي (المتوفى: 977هـ)، دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى، 1415ھ

.68 المغنى، أبو محمد موفق الدين عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة الجماعيلي المقدسي ثم الدمشقي الحنبلي، الشهير بابن قدامة المقدسي (المتوفى: 620هـ)، مكتبة القاهرة، قاهرة، 1388هـ/ 1968ء

.69 المقنع في فقه الإمام أحمد بن حنبل الشيباني رحمه الله تعالى، موفق الدين أبو محمد عبد الله بن أحمد بن محمد بن قدامة المقدسي (المتوفى: 620 هـ)، مكتبة السوادي للتوزيع، جدة - المملكة العربية السعودية، الطبعة الأولى، 1421 هـ /2000ء

.70 المہذب فی فقہ الامام الشافعي،ابراہیم بن علی الشیرازی،دار الکتب العلمیۃ ، بیروت،بدون التاریخ

.71 نصب الرایۃ،عبد اللہ بن یوسف الزیلعی،مؤسسۃ الریان ، بیروت،١٤١٨ھ

.72 النہر الفائق ،عمر بن ابراہیم بن نجیم، دار الکتب العلمیۃ، بیروت،١٤٢٢ھ

.73 الہدایۃ،علی بن ابی بکر الفرغانی المرغینانی،دار احیاء التراث العربی، بیروت،بدون التاریخ

.74 LIMITATION ACT 1908

.75 THE CANAL AND DRAINAGE ACT, 1873

.76 THE CONTRACT ACT, 1872

.77 THE KHYBER PAKHTUNKHWA WILDLIFE ACT, 2015

.78 THE PUNJAB LAND REVENUE ACT, 1967

.79 THE SINDH IRRIGATION ACT, 1879

.80 THE TRANSFER OF PROPERTY ACT, 1882